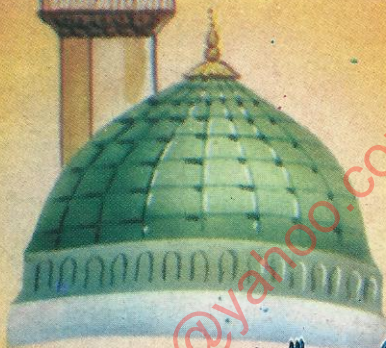


دین

فروع



ہیں سنی مذہب کیوں چھوڑا؟

مع

مذہب سنیہ پر ہزار سوال

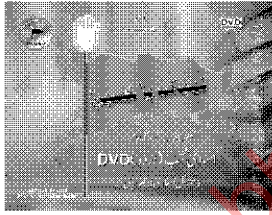
—Reza—

مُصَنَّف

عبدالکریم مشتاق

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabelesakina.page.tl

sabelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

175

۱۷۵-۱۷۶
پیشتر

فرع دین میں نے سنی مذہب کیوں چھوڑا؟

مع
مذہب نیمہ پر تزار سوال

مصنف

عبدالکریم مشتاق ادیب فاضل

اطلاع عام

کتاب ہذا شیعہ نقطہ نگاہ سے مرتب کی گئی ہے جو انسداد

اپنے عقائد پر تنقید پسند نہیں کرتے وہ اس کا مطالعہ نہ کریں۔

البتہ ایسے حضرات جو صحت مندانہ مباحثات میں دلچسپی رکھتے ہیں اور

افہام و تفہیم میں غیر جانبدارانہ رویہ کے حامل ہیں وہ تحقیق حق و باطل کی خاطر مندرجہ

معروضات پر ضرور غور فرمائیں امید ہے کہ ان کے طبائع سلیم پر یہ کتاب بار نہ

ہوگی اور انشاء اللہ راہ نجات کا سنگ میل ثابت ہوگی

جو غیر شیعہ حضرات اپنے مذہب کو حق سمجھتے ہیں، ان کے لئے موقع

فراہم ہے کہ وہ کالت صفائی پیش کر کے اپنا دینی فریضہ

پورا کریں

جابر عباس

فہرست

| نمبر شمار | تفصیل | صفحہ نمبر | نمبر شمار | تفصیل | صفحہ نمبر |
|-----------|---------------------------|-----------|-----------|--------------------------------|-----------|
| ۱ | ابتدائی معروضات | ۱ | ۱۶ | لطیفہ | ۱۴ |
| ۲ | عبادات کا اسلامی تصور | ۷ | ۱۷ | طبی رائے | ۱۹ |
| ۳ | فروع دین | ۸ | ۱۸ | دو دھوئے اور محاذہ | ۲۰ |
| ۴ | نماز | ۹ | ۱۹ | اذان و اقامت | ۲۱ |
| ۵ | وضو | ۱۰ | ۲۰ | الصلوۃ خیر من النوم | ۲۲ |
| ۶ | جہ جوار کی بحث | ۱۱ | ۲۱ | نماز کا طریقہ | ۲۵ |
| ۷ | رسول مقبولؐ نے پاؤں کے | ۱۲ | ۲۲ | ہاتھ کھولنا | ۲۵ |
| | مسح کا حکم دیا۔ | ۱۳ | ۲۳ | نماز رسولؐ کی ابتدا اور اختتام | ۲۶ |
| ۸ | رسول خداؐ مسح کرتے تھے | ۱۵ | ۲۴ | حسب اسم اللہ | ۲۷ |
| ۹ | مذہب اہلبیتؑ پاؤں کا | ۱۵ | ۲۵ | پجوری | ۲۹ |
| | مسح کرنا ہے | | ۲۶ | ملاوٹ | ۳۰ |
| ۱۰ | اصحاب رسولؐ اور تابعین کا | | ۲۷ | قنوت | ۳۱ |
| | عمل | ۱۵ | ۲۸ | رفع یدیں | ۳۲ |
| ۱۱ | منہ دھونا | ۱۷ | ۲۹ | دو نمازیں جمع کر کے پڑھنا | ۳۳ |
| ۱۲ | دونوں ہاتھوں کو کہنیوں | | ۳۰ | سجدہ گاہ | ۳۴ |
| | سے انگلیوں تک دھونا | ۱۸ | ۳۱ | تراویح | ۳۵ |
| ۱۳ | سر کا مسح کرنا | ۱۸ | ۳۲ | تکبیرات جنازہ | ۳۹ |
| ۱۴ | پاؤں کا مسح | ۱۹ | ۳۳ | روزہ | ۵۰ |
| ۱۵ | کان اور گردن کا مسح | ۱۹ | ۳۴ | روزہ کے معنی | ۵۰ |

| صفحہ نمبر | تفصیل | صفحہ نمبر | تفصیل | صفحہ نمبر |
|-----------|--------------------------|-----------|--------------------------|-----------|
| ۷۱ | زکوٰۃ | ۵۴ | ۵۰ مادہ پرستوں کا اعتراض | ۳۵ |
| ۷۲ | خمس | ۵۵ | ۵۲ مادیت کی حفاظت | ۳۶ |
| ۷۷ | خمس کا حکم | ۵۶ | روزہ کے مادی و روحانی | ۳۷ |
| ۷۷ | اعتراف شبلی | ۵۷ | ۵۲ فائدے | |
| ۷۹ | ذی القربی | ۵۸ | ۵۴ باعث روزہ | ۳۸ |
| ۸۰ | عمل عمر | ۵۹ | ۵۴ تقویٰ | ۳۹ |
| ۸۳ | غیر معقول عذر | ۶۰ | ۵۴ خوف | ۴۰ |
| ۸۷ | حج | ۶۱ | ۵۵ سبب تقویٰ | ۴۱ |
| ۸۸ | دعویٰ اسلام | ۶۲ | ۵۶ ایک سوال | ۴۲ |
| ۸۹ | مناسک حج کی حکمتیں | ۶۳ | ۵۶ معیار انسانیت | ۴۳ |
| ۸۹ | حقیقی مساوات | ۶۴ | ۵۶ معاشرتی و اقتصادی | ۴۴ |
| ۹۰ | دین و دنیا | ۶۵ | ۵۸ منفعت | |
| ۹۰ | نظارہ حشر | ۶۶ | ۵۸ انفرادی فوائد | ۴۵ |
| ۹۱ | عالمی کانفرنس اور پرنسپل | ۶۷ | ۵۹ اجتماعی فوائد | ۴۶ |
| ۹۱ | عمل بیہم | ۶۸ | ۵۹ رعایت | ۴۷ |
| ۹۱ | احسان شناسی | ۶۹ | ۶۱ اہم اعتراض | ۴۸ |
| ۹۲ | مرکزیت و اتحاد | ۷۰ | ایک مہینہ کے روزے | ۴۹ |
| ۹۲ | اہل بیت | ۷۱ | ۶۲ کیوں ضروری ہیں؟ | |
| ۹۳ | تبسرا | ۷۲ | ۶۵ روزے پر طبی اعتراض | ۵۰ |
| ۹۳ | ایثار و قربانی | ۷۳ | ۶۶ تزکیہ نفس | ۵۱ |
| ۹۴ | عظمت خالق | ۷۴ | ۶۷ وقت افطار | ۵۲ |
| ۹۴ | محافظت | ۷۵ | ۶۸ کراہت یا ضیاع | ۵۳ |

| صفحہ نمبر | تفصیل | صفحہ نمبر | تفصیل | نمبر شمار |
|-----------|----------------------------------|-----------|-------------------------|-----------|
| ۱۱۲ | وکالت شبلی | ۹۸ | ایمان و عمل | ۷۶ |
| ۱۱۳ | تاویل عمر | ۹۹ | یادگار | ۷۷ |
| ۱۱۵ | شبلی کی تحریف | ۱۰۰ | رسم قربانی پر اعتراض | ۷۸ |
| ۱۱۸ | سُنی علماء کی توثیق | ۱۰۱ | مادی حفاظت | ۷۹ |
| ۱۱۹ | اسلامی طریقہ فتوحات | ۱۰۲ | شیعوں پر الزام | ۸۰ |
| ۱۲۱ | غیر اسلامی فتوحات کتاب | ۱۰۳ | جج سنیہ | ۸۱ |
| ۱۲۱ | اسلامی دستور تبلیغ | ۱۰۴ | عمرہ تمتع | ۸۲ |
| | اکابر اصحاب رسولؐ اور علیؑ | ۱۰۵ | طواف النصار | ۸۳ |
| ۱۲۴ | کا نظریہ | ۹۹ | اضام پرستی اور حج | ۸۴ |
| ۱۲۵ | جہاد نبویؐ | ۱۰۶ | جہاد | ۸۵ |
| | جنگ اُحد اور حضرت ابوبکرؓ | ۱۰۷ | جہاد کے اسلامی اصول | ۸۶ |
| ۱۲۵ | کا جہاد | ۱۰۳ | قصاص | ۸۷ |
| ۱۲۶ | حضرت عمرؓ اور معرکہ بدر | ۱۰۸ | مذہب سنیہ کا جہاد | ۸۸ |
| ۱۲۶ | حضرت عثمانؓ کی اُحد میں کارکردگی | ۱۰۹ | فتوحات ملکی | ۸۹ |
| | عمر ابن الخطابؓ اور عمرو بن | ۱۱۰ | جنگ کے نتائج | ۹۰ |
| ۱۲۶ | عبدالودود اور حزب | ۱۰۷ | غلط قیاس | ۹۱ |
| ۱۲۷ | بخشش لغزش کا عذر | ۱۱۱ | نسخ اصول | ۹۲ |
| ۱۲۷ | حنین میں فرار | ۱۱۲ | امام راعب اور جہاد کی | ۹۳ |
| ۱۲۸ | جنگ حنین میں ثابت قدم افراد | ۱۱۳ | تعریف | |
| ۱۲۹ | آٹرا وقت | ۱۱۴ | اسلامی شریعت کا جہاد | ۹۴ |
| ۱۲۹ | تنخواہ فریضہ | ۱۱۵ | معیار جہاد اور فتوحات | ۹۵ |
| ۱۳۱ | سنی مذہب کیوں چھوڑا؟ | ۱۱۶ | مفتوحہ اراضیات کی تقسیم | ۹۶ |
| ۱۳۲ | مذہب سنیہ پر ہزار سوال | ۱۱۷ | آئینہ اہلسنت کا اعتراف | ۹۷ |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائی معروضات

اللہ تعالیٰ حمد و پاک ہے وہ ذات باری تعالیٰ جس نے ہدایت اور نگرانی میں امتیاز ظاہر کر دیا۔ صراطِ مستقیم کی نشاندہی فرمائی اور اولادِ آدم کو اس راہ پر ثابت قدمی سے چلنے کی نصیحت کاہل کی۔

مستحق درود ہیں وہ نفوس جو حکمِ خدا کے عین مطابق راہِ مستقیم پر گامزن ہوئے اور بجانبِ خدا بنی نوع انسان کے لئے سبیلِ مقرر ہوئے۔ اہل رحمت ہیں وہ ہستیاں جو ان ہادیانِ برحق کے قدموں کے درخشاں نشانات کو مشعلِ راہ اعتقاد کے ان کی پیروی کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے۔

بلاشبہ وہ لوگ قابلِ ہزار ہی جنہوں نے کفرانِ نعمت کرتے ہوئے اللہ کے بندہ نسبتِ ہدایت سے منہ موڑا اور اپنے ناقص قیاس کو رہنما ٹھہرایا۔

اما بعد! گزارش ہے کہ ہم نے اپنی کتاب ”اُصولِ دین“ میں یہ بات ثابِت کی کہ ادیانِ عالم میں صرف دینِ اسلام ہی ایک ایسا معتدل و موزوں دین ہے جو فطرتِ شہود کے جملہ تقاضے پورے کرتا ہے لیکن مَنَوّتِ ناسبت کے مطابق یہ دین عقل و دانش بھی تفرقہ بازی سے محفوظ نہ رہا۔ لہذا ایک محقق کے لئے راہِ سعادت تلاش کرنا مشکل ہو گیا چنانچہ ہم نے انتہائی اختلاف کے ساتھ فرقہ ہائے اسلامیہ کے اُصولِ دین کا ایک تقابلی

جائزہ پیش کر کے اس حقیقت کو پایہ ثبوت تک پہنچا یا کہ اسلامی فرقوں میں سے صرف مذہب اہلبیت یعنی "شیعہ اثنا عشریہ" ہی ایک ایسا معقول و فطری مذہب ہے جس کے "اصول دین" معیاری، قابل قبول اور فطرت و عقل سے ہم آہنگ ہیں اور یہ ایسی منفرد خصوصیت ہے جو کسی بھی دوسرے اسلامی فرقے کو حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح کتاب ہذا میں ہم دیگر مسلمانوں اور شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے "فروع دین" کا ایک جائزہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور دعویٰ عام کر رہے ہیں کہ یہ خوبی بھی صرف ہمارے ہی مذہب کو حاصل ہے کہ اس کے تمام فروع عین مطابق قرآن و سنت ہونے کے ساتھ ساتھ فطرۃً بھی انتہائی مناسب و معقول ہیں اور غیر شیعہ مسلمانوں کے "اہل کان دین" کتاب خدا و سنت رسول خدا کے غیر مطابق اور خلاف فطرت و دانش ہیں۔

پس ملت اسلامیہ میں مروجہ مذاہب میں کا صرف وہی مذہب لائق اتباع ہو سکتا ہے جس کو وحی کی تائید، پیغمبر کی تصدیق اور عقل و فہم کی حمایت حاصل ہو اور یہ خاصیت سوائے مذہب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں ہیں حالانکہ بنیاد پر تمام مذاہب باعث نجات ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اس تصنیف کا مقصد اسی دعویٰ کو ثابت کرنا ہے مگر صرف "فروع دین" کی حدود میں اس کے علاوہ قارئین و محققین کی دلچسپی و اعانت افہام و تفہیم کو مد نظر رکھتے ہوئے جس طرح "اصول دین" میں سو سو سوال پوچھے ہیں اسی طرح اب مذہب غیر شیعہ پر ایک ہزار سوالات کئے ہیں یہ سوالات ایک طرف تو وہ وجوہات بھی ہیں جو میرے آبائی مذہب کو ترک کر دینے کا باعث قرار پائیں دوسری طرف منصف مزاج، غیر جانبدار اور متلاشیانِ حق کے لئے تحقیق حق اور ابطال باطل کے لئے کسوٹی ہیں ہر سوال اپنی جگہ پر جواب بھی ہے اور لا جواب بھی کیونکہ ہر سوال کا جواب خواہ وہ مخالفت میں ہو یا موافقت میں میرے مسلک کے لئے ایک دلیل ہو گا۔

سائل نے سوالات پوچھتے وقت مجنبہ داری اور ریاکارانہ آداب کی پاسداری نہیں کی ہے لیکن رواداری سے بعد اختیار کرنے سے اجتناب کیا ہے کیونکہ دین کا معاملہ ہے۔ نجات دائمی کا سوال ہے۔ لہذا اپنے فہم و ادراک کے مطابق صرف تحقیق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سوالات دریافت کئے گئے ہیں۔

بیشتر سوالات میں حضرات ثلاثہ اور ہندوکان اہلسنت کے بارے میں (شیعہ نظریات کے مطابق) اُن باقوں کو پوچھا گیا ہے جو باعث اختلاف ہیں۔ بقول اہلسنت محض من گھڑت الزامات ہیں لہذا برادران اہلسنت کے لئے یہ موقع فراہم کیا گیا ہے کہ وہ شیعہ کی غلط فہمی (بقولہ) دور فرما کر قراب دارین حاصل کریں۔

ایک وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ایسے حضرات جو اندھی تقلید اور آباؤی عقیدت کی وجہ سے اصحاب پر تنقید برداشت نہیں کرتے وہ ان سوالات کا مطالعہ نہ کریں لیکن اگر وہ مطمئن ہیں کہ ان کا اختیار کردہ مذہب ہی مذہب حق ہے تو کم سے کم اپنے مذہب کی صفائی پیش کرنے کی غرض سے ان کا مطالعہ فرما کر اپنے مسلک کی وکالت کا فریضہ پورا کریں۔

ہم تحریر وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش عقلی و نقلی جواب دے گا تو ہم اُس کے نظریات کو صدق دل سے قبول کر لیں گے۔ چونکہ ہم بنیادی طور پر اتحاد ملت کے حامی ہیں اسی لئے رشتہ اخوت کے استحکام کی خاطر ہم نے یہ سی کی ہے کہ دو مسلمان بھائیوں میں آپس کی غلط فہمیاں دور ہو سکیں اگر ہماری اس کوشش کو قارئین کی تائید حاصل ہوئی تو انشاء اللہ جلد ہی مزید ایسے دس ہزار سوالات پیش کئے جائیں گے کہ ہر شخص آزادانہ طور پر اپنے مذہب کی تحقیق کر سکے۔ اور فریقین کے نظریات و عقائد کی جانچ پڑتال کر کے راہ ہدایت منتخب کرے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد و آل محمد علیہم السلام کے صدقے

دیتا ہے اور ہزار ہوں سے اجتناب کی نصیحت کرتا ہے دین ہر نفس کو مہد سے لحد تک تمام مراحل میں کامیابی و سعادت کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

ادیان عالم میں سے اسلام کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ یہ زندگی کا ایک صنفیہ بننے کی خاطر طلوع نہیں ہوا ہے بلکہ پوری زندگی سے متعلقہ ایک خاص طریق فکر اور منفرد نقطہ خیال رکھتا ہے۔ اس کا اپنا طرز عمل ہے جس سے وہ تمام تصفیہ طلب مسائل کو حل کرتا ہے۔ ایک صحت مند معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے اور تہذیب و تمدن کو اس طرح اپنے اندر سمو لیتا ہے جیسے دودھ میں شکر ملائی جائے۔ حقوق و فرائض کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے انسان پر خدا کے کیا حقوق ہیں۔ مال باپ، اہل و عیال اور حقوق العبادتی کہ کائنات کی ہر چیز اور ہر حق کے کیا حقوق ہیں؟ ان کی وحدت کر کے ایک ایسا لافانی اخلاقی نصب العین مرتب کرتا ہے کہ تمام جہد و جدوجہد خواہ وہ کسی میدان میں ہو یا پہاڑ پر ایک مرکز کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

انفرادی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملہ سے لے کر اجتماعی مسائل تک اس کا یکساں معیار کار فرما ہے خود درویش، طہارت و پاکیزگی، پوشش و پوشاک، لین و دین باہمی گفت و شنید، صنفی و معاشرتی مناسبات، الفرض ہر معاملہ میں حد و متین کر کے انسانی معاشرت کو معتدل و متوازن بناتا ہے۔

اسلام کی نگاہ میں دنیا و آخرت دونوں ایک ہی مسلسل زندگی کے دو مرحلے ہیں پہلا مرحلہ مادی و مادی کا ہے اور دوسرا مرحلہ نتائج کا ہے جیسا عمل اس دنیا میں کیا جائے گا ویسا ہی نتیجہ اس دنیا میں ظاہر ہوگا۔ اسلام کا مقصد آدمی کے ذہن و عمل کو اس طرح ہی ہر کرنا ہے کہ زندگی کے اس ابتدائی مرحلہ میں دنیا کو صحیح طریقہ سے برتن جس سے دوسرے مرحلے میں مفید نتائج حاصل ہوں پس اسلام میں پوری زیست مذہبی زندگی ہے اور اس میں اعتقادات و عبادات سے لے کر تمدن و معاشرت اور سیاست و معیشت کے اصول و فروغ تک ہر چیز ایک ہی مقصدی ربط کے ساتھ مربوط ہے اور یہی خصوصی شان اسلام ہے اور اس کی امتداد جس سے ہمارا دین زندگی کا مکمل ضابطہ اور دستور العمل ہے۔

اعتقادات کو مذہبی زبان میں اصول کہتے ہیں اور عام فہم گفتگو میں ہم اسے بنیادی نظریات کا نام دے دیتے ہیں یا (THEORY) کہہ لیتے ہیں اور عبادات کو اصطلاح اسلام میں فردوس یا ارکان کہا جاتا ہے۔ جسے عام روزمرہ کی زبان میں اعمال کہہ سکتے ہیں۔ یا PRACTICAL سمجھ سکتے ہیں۔

عبادت کا اسلامی تصور

اسلام کے لغوی معنی سپردگی یا اطاعت ہیں یعنی اسلام خالق ربّانی کی اطاعت کا دوسرا نام ہے۔ کائنات کی ہر شے اپنے مالک کے قانون کی مطیع ہے لہذا وہ مسلم ہے۔ انسان بھی چارہ دلا چارہ خدا کا تابع فرماں ہے۔ اس کے کچھ حصّے فطرۃ اطاعت خداوندی میں مشغول ہیں مثلاً حرکت قلب و دماغ، گردش خون، نظام تنفس وغیرہ لیکن انسانی زندگی کا ایک حصّہ ایسا ہے جس کو خدا نے انسان کے ارادے پر آزاد چھوڑ دیا ہے جو لوگ اپنی اس ارادی زندگی میں تعلیمات اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ کرتے ہیں انہیں مسلم کہا جاتا ہے۔

اسلام کی حکیمانہ تعلیمات پر عمل کرنا "عبادت" کہلاتا ہے۔ یعنی ہر وہ عمل جو خدا اور رسول کے مقررہ طریقوں سے بلا کسی تبدیلی، خود شنودی خدا و رسول کی خاطر کیا جائے عبادت خدا ہے کیونکہ معہرہم عبادت یہ ہے کہ خدا کے حکم کی تعمیل کئی ہو۔ لہذا اگر خدا و رسول کے خلاف کسی غیر کی اپنی پسند کے مطابق کوئی وضع کردہ یا تبدیل کردہ نام نہاد عبادت روشناس کرائی جائے تو ایسی عبادت خدا کی نہیں بلکہ اس شخص کی ہوگی جس نے اپنی مرضی سے اصل عبادت کی شکل تبدیل کی یا اپنے ذمّے سے کوئی جدید عبادت متعارف کرائی۔

عبادت کے متعلق مسلمانوں میں آج بھی دو رجالیات والا تصور زندہ ہے کہ انسان ترک دنیا کر کے عام زندگی سے الگ ہو کر خدا سے لو لکائے اور نام نہاد

ریاضت کے ذریعے اپنی اندرونی طاقتوں کو مستعد کرنا ہے یعنی ایک زندگی کو قربان کر کے دوسری زندگی حاصل کرے۔ لیکن اسلام ایسی عبادت قبول نہیں کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ لا سہابا فی الاسلام اور امام بغیر صادق نے فرمایا کہ ”اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں جس نے دین کو دنیا کے لئے اور دنیا کو دین کے لئے چھوڑ دیا۔“

دیگر مذاہب میں عبادت بجز زندگی سے ہے۔ مگر اسلام حقیقی میں عبادت دراصل ساری زندگی ہے کہ مسلمان کی ہر حرکت عبادت ہے اسلام نے اپنی یگانہ شریعت کی عمدہ تعلیم سے اس کا انتظام کیا کہ یاد الہی تحت الشجری طبقات نفس میں راسخ ہو جائے حلال و حرام کی پہچان سے بھی دراصل مقصد تکمیل انسانیت پر رہتا ہے کہ حلال چیزوں کا کھانا عبادت ہے اور حرام چیزوں سے پرہیز کرنا بھی عبادت ہے۔

اسلام عبادت کا معیار یہ قرار دیتا ہے کہ کثرت میں بیٹھو اور وحدت کا جلوہ دیکھو تمام دنیوی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے بھی اپنے خالق کے حقوق کو یاد رکھو اور کبھی اللہ کو مت بھولو۔

علماء کے نزدیک عبادت کے دو معنی ہیں ایک معنی خاص کہ نماز، روزہ وغیرہ وغیرہ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے عبادت جامعہ دہمہ گیر ہے۔ موصوع کتاب ”فروع دین“ ہے لہذا ہم مذہب امامیہ کی روشنی میں ”فروع دین“ پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

فروع دین

مذہب امامیہ شیعہ کی رو سے ”فروع دین“ یعنی دین کی شاخیں عملاً پانچ ہیں۔

- ۱۔ نماز
- ۲۔ روزہ
- ۳۔ زکوٰۃ
- ۴۔ خمس
- ۵۔ حج
- ۶۔ جہاد

مذکورہ بالا عبادات میں سب سے اہم نماز ہے اور اس کی اہمیت دو باتوں سے ظاہر ہے اول یہ کہ جتنی دوسری عبادتیں ہیں (یعنی خاص) ان میں کچھ نہ کچھ افراد ایسے ضرور نکلیں گے جنہیں وہ عبادات انجام نہ دینا پڑے مثلاً حج کہ اس میں استطاعت کی شرط ہے۔ روزہ میں مسافر و بیمار کو رعایت ہے۔ خمس و زکوٰۃ خیر حضرات پر واجب ہے اور جہاد میں ضعیف و سقوتات کا استثناء موجود ہے۔ مگر نماز وہ فریضہ ہے کہ سوائے عورتوں کے چند ایام کے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا ہے بشرطیکہ انسان صاحب ہوش و حواس ہو۔ لہذا ہم سب سے پہلے نماز ہی کو ملحوظِ سخن قرار دیتے ہیں۔

نماز

نماز کو عماد الدین کہا جاتا ہے اور حدیثِ رسول کے مطابق نماز مؤمن کی معراج ہے۔ نماز کی اہمیت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ جس قدر تکرار کے ساتھ نماز کا حکم آیا ہے اور کسی فریضہ کا نہیں ہے نماز کا تمام عبادات میں یہ خاص امتیاز ہے کہ وہ اسلام کے پورے پیغام پر ناطقِ حقیقت سے حادی ہے اور اس کی تفصیل ترجمہ نماز و تشریح سے معلوم ہوتی ہے دوسرا یہی پہلو اس کا یہ کہ وہ طریقِ حیات جس کی اسلام نمائندگی کرتا ہے نماز میں شرائط یا اجزاء کی صورت میں محفوظ کر دیا گیا ہے اسی لئے "صلوٰۃ" کہا گیا کہ معنی اس کے نظام و تنظیم کے ہوتے ہیں۔

نماز کے لئے لباس ضروری ہے حتیٰ کہ انتہائی و تارکی و غیرہ میں بھی حالت برہنگی میں نماز نہیں ہو سکتی ہے۔ عورتوں کے لئے چہرہ و ہاتھوں کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ کھلا ہونا حالت نماز میں درست نہیں ہے۔ پھر طہارت نماز کے لئے ضروری ہے خاص حالات میں غسل ورنہ وضو ضروری ہے۔ وضو میں کلیاں کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، سحبات میں داخل ہے، مسواک کی تاکید، خوشبو کا استعمال۔ وغیرہ ایک طرف رہبانیت کی نفی کرتے ہیں تو دوسری طرف انسانی بود و باش کے انتہائی اہم پہلو یعنی انسان کو جسم و لباس کا خیال رکھنا چاہئے کی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ پھر

یہ کہ انسان ایسا بھی نہ ہو کہ ان چیزوں میں مہمک رہے اور فرائض سے غافل ہو جائے لہذا لباس میں جائز و ناجائز کی فتوہ عاید ہیں اور ذوقِ آرائش کے حدود مقرر ہیں۔ خدا جمیل ہے لہذا ذریعہ سب وزینت کو ناپسند نہیں کرتا۔ بلکہ قرآن مجید میں ہے۔ خذوا من دینکم عند کل مسجد "یعنی نماز کے موقع پر نہ نیت کہہ کے حاضر ہو۔ مگر ساتھ ہی کچھ پابندیاں ہیں مثلاً مرد و عورتیں نہ پہنے مگر جہاں ریشم مفید ہو وہاں اجازت ہے کہ جہاد کے موقع پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ریشم رنموں کے لئے علاج بھی ہے۔

المختصر نماز افضل العبادات ہے۔ اور مشہور ہے کہ روزِ محشر اس کی اولین پرستش ہوگی پس اسی قدر اہم و ضروری عبادت کو بجالانے سے قبل یہ ضروری ہوگا کہ اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے کہ میری نماز مرہ عبادت میں شمار ہوگی یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ قابل قبول عبادت فرما ہو سکتی ہے جو بالکل اسی طرح کی جائے جس طرح شارع علیہ السلام نے تعلیم فرمائی اور اگر حضورؐ کی تعلیم کے خلاف کسی عمل میں بھی رد و قبول ہوگا تو وہ عبادت نہیں ہے۔ چونکہ نماز افضل عبادات ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسے لچینہ اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح کہ رسول مقبولؐ نے حکم فرمایا چنانچہ اب ہم اسلامی مذاہب میں وہ صحیح طریقہ نماز تلاش کرتے ہیں جو حضورؐ نے تعلیم فرمایا یہ بات متفقین و غیر متفقین ہے کہ نماز کے لئے وضو ضروری ہے اور اگر وضو ہی صحیح نہ ہو تو نماز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ نماز سے قبل ہم تحقیق وضو کریں اور دیکھیں کہ کس مسلک کا طریقہ وضو بمطابق کتاب و سنت ہے۔

وضو چنانچہ ارشاد رب العزت ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَسْجِدُوا لِلْكَعْبَةِ
(سورة المائدة ٦)

یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے تیار ہو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں

کہ کہنیوں تک دھویا کرو۔ اور اپنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کیا کرو۔
 آیت بالا میں خداوند حکیم نے صاف صاف الفاظ میں منہ اور کہنیوں
 تک ہاتھ دھونے اور سر پر اور دونوں پیروں کے ٹخنوں تک مسح کرنے کا حکم دیا
 ہے خط کشیدہ الفاظ بالکل ظاہر ہیں اور کسی تاویل و تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔
 اسی قرآنی حکم کے مطابق ثلث شیعہ امامیہ کا عمل ہے جبکہ غیر شیعہ حضرات مسح
 کرنے کی بجائے حکم خدا کے خلاف اپنے پیروں کو دھوتے ہیں دیگر مسلمان بھائیوں نے
 یہ صریح مخالفت خداوندی کس کی خاطر گزارہ کی ہے اس سے ہمیں سروکار نہیں ہے
 سیدھی بات ہے کہ عمل رسول حکم خدا کے خلاف ناممکن ہے لہذا یہ مسئلہ کسی اور ہی بحث
 صاحب کا ہے حالانکہ اکثر علمائے اہل سنت نے بھی شیعوں کے اس عمل کو صحیح تسلیم
 کیا ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ

”دونوں پاؤں دھونے اور مسح کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے فقال

نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ و انس بن مالک و عکرمہ و شعبی اور امام محمد باقرؑ سے نقل

کیا ہے کہ دونوں پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے یہی مذہب شیعہ امامیہ کا ہے۔ اور

فقہاء و مفسرین کی جمہوری جماعت کہتی ہے دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے اور

داؤد و صفہانی کا قول ہے کہ دھونا اور مسح کرنا دونوں واجب ہیں۔ اور یہی قول ناہر حق

کا ہے جو فرقہ زیدیہ کے امام ہیں۔ اور حسن بھری اور محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ

دھونے والا پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے میں ”اسما جلیکھہ“ کے لام کی اور زہرہ

کی مستور قرأت کی بنا پر جتا رہے۔ ہاں ابن کثیر اور حمزہ اور ابو عمر اور عاصم نے روایت

ابو بکر میں ”اسما جلیکھہ“ کے لام کو زہرہ سے پڑھا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۲۶)

جرجوار کی بحث | بولنگ وٹو میں دونوں پاؤں کے مسح کے خلاف اور

پاؤں دھونے کے قائل ہیں وہ آیت و دھونے پر گہ امر کی بحث

کرتے ہیں اور غدر کرتے ہیں کہ آیت دھو میں ”برؤ سکھہ“ میں سین کے

نیچے زہرہ کی دھو سے ”جرجوار“ کی ہے۔ لیکن خود علمائے اہلسنت ہی نے اس

کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ امام اہلسنت فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں یہ بحث اس طرح کرتے ہیں۔

”ہم کہتے ہیں قرأت جبر مقتضی ہے کہ اس جُلُّ “معطوف ہو، اس سے

پرتو جس طرح سر کا مسح واجب ہو اسی طرح پاؤں کا بھی مسح ہی واجب ہو۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ کیوں نہ اسے جبر ہو اور کہا جائے مانا جائے؟ تو ہم (جواباً) کہتے ہیں یہ عذر کئی وجوہ سے باطل ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ جبر ہوا دُخُن میں مشابہ ہوتی ہے جو کہ سخت ضرورت کی وجہ سے صرف شعر میں برداشت کی جاتی ہے۔ اور اللہ کے کلام کا ایسی ضرورت شعر سے منزہ ہونا واجب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جبر ہوا کی جانب میلان محض اس جگہ ہو سکتا ہے کہ جہاں التباس (یعنی اشتباہ مفہوم) سے امن ہو۔ کما فی قولہا حجر منب خراب اور اس آیت (یعنی آیت وضو) میں التباس (یعنی معنوں کے مشکوک ہونے) سے امن غیر حاصل ہے۔

یسری وجہ یہ ہے کہ جبر ہوا حرف عطف کے بغیر ہوتی ہے۔ یہاں (آیت وضو میں) حرف عطف ہو جو ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۲۶)

پھر امام رازی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کعب اس ٹہری کو کہتے ہیں جو پاؤں کے بوڑھے کے نیچے ہوتی ہے اس لئے پاؤں کی پشت کا مسح واجب ہوا۔

امام اہلسنت فخر الدین رازی صاحب کی یہ بحث ”جبر ہوا“ کے عذر کو باطل کر دینے کے لئے کافی ہے۔ تاہم مزید اطمینان کے لئے علامہ المجددین ذاب صدیق حسن بھوپالی کی تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۱۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں کہ موصوف کہتے ہیں ”اگر جبر ہوا فصیح کلام میں واقع ہو تو وہ حرف داؤ کے بغیر ہوتی ہے“ پس سنی حضرات کے عذر کو صحیح تسلیم کر لینے سے خدا کے کلام کو غیر فصیح ماننا پڑتا ہے جو کہ منافی ایمان ہے۔

یعنی اگر اہلسنت کا یہ نامعقول عذر مان لیا جائے کلام خدا میں نقص تسلیم کرنا

پڑتا ہے۔ وہ یعنی گنجائش شبہ ہے

روضة النذیر کس طرح در بہیہ جلد ۱ ص ۱۱ میں ہے کہ پیر "دھونے کے تالوں نے کچ بجھی کی ہے پس انھوں نے جرّ کو جوار پر محمول کیا ہے" اور مزید لکھا ہے کہ "یہ کچ بجھی اسی بے انصافی کا نتیجہ ہے جو بوقت اختلاف ہوا کرتی ہے" اور علم نحو کی مشہور کتاب "متن مبین" مطبوعہ صحافی لاہور ۱۳۲۸ھ کے ص ۱۶۳ تا ص ۱۶۹ میں "المغنیہ" اور "الغنیہ" شیخ سیوطی کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ "جرّ جوار لغت میں قلیل، تاکید میں نادر اور عطف میں متمنع ہے جہاں معلوم ہو کہ مقصود کے خلاف مفہوم زیادہ ظاہر کرے گی" اور شرح مانہ عبدالرسول مطبوعہ احمدی ۱۳۸۵ھ کے ص ۱ پر تحریر ہے کہ "جرّ جوار" صفت میں قلیل اور تاکید میں نادر آتی ہے عطف میں متمنع ہے اور مقصود کے مستقیم ہونے والی جگہ پر خاص طور سے متمنع ہے۔

پس مندرجہ بالا استناد علم نحو کے بعد آیت و ضو میں اس جملہ کی قرأت جرّ میں جرّ جوار کا عذر قطعاً باطل ہے اور حکم مسح قطعاً ثابت ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ جلد اول ص ۲۲۸ میں لکھتے ہیں کہ پس ہمارا مذہب ہے کہ (اس جملہ) کے لام پر نہ جب اس کو حکم مسح سے خارج نہیں کرتی پس تحقیق یہ واقعیت کا قرار پائے گا۔ اور معیت کا واؤ نصب دیتا ہے جیسا کہ بولتے ہیں "قام زید وعمر" یعنی کھڑا ہوا زید ساتھ عمر کے یعنی اسی طرح اس جملہ برؤسکد کے ساتھ حکم میں آیا ہے۔

آئمہ و علماء اہل سنت و الجماعہ کی تحریر کردہ عربی گرامر کی بحثوں کے بعد اس امر کی ہرگز گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن کی آیت و ضو میں پاؤں دھونے کا حکم نکل سکے لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کرنے کا ہی حکم ہے دھونے کا نہیں چنانچہ محی الدین ابن عربی نے مجبوراً اقرار کیا ہے کہ "ظاہر کتاب (قرآن مجید) سے تو وضو میں پاؤں کا مسح ہی ہے اور پاؤں دھونا سنت سے ہے۔

شیخ ابن عربی کے اس قول کا جواب ہماری جانب سے یہ ہے کہ جو قرآن کے خلاف ہودہ سنت نبوی نہیں ہے وہ کیونکہ حضور پرگز قرآن کی مخالفت نہیں کر سکتے۔
 مٹ شاید ایسی ہی سنت ہے جس کے سنی اہل سنت ہیں۔

تھے لہذا ایسی احادیث ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی ہیں جو قرآن کے خلاف ہوں جب قرآن مجید سے حکم مسیح ثابت ہے تو بھر پاؤں دھونے کی روایات کو قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے کس طرح صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

نوٹ:- "اس جملہ" کے لام پر نہ زبردستی بحث کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ دونوں ہی صورتوں میں حکم مسیح اقوال اہلسنت سے ثابت ہے۔ اہلبیتؑ و اصحاب رسولؐ کے متعلق کتب اہلسنت میں مرقوم ہے کہ ان کی قرات میں لام پر نہ بہ نہیں بلکہ زیر ہے ثبوت کے لئے ملاحظہ کریں تفسیر جامع البیان علامہ ابن جریر جزء العاشر صفحہ ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷ وغیرہ۔

تفسیر فتح البیان علامہ المحدث ذاب صدیق حسن قزوچی بھوپانی مطبوعہ صدیقی بھوپال الجزء الاول تفسیر سورۃ المائدہ صفحہ ۶۹۳ کی عبارت یوں ہے۔

"یعنی قرطبی نے کہا حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا "وہو دودھو نے اور دوسح ہے" اور عکرمہ اپنے دونوں پاؤں کا مسح کرتے تھے انھوں نے کہا پاؤں دھونے کا حکم نہیں ہے محض ان کے مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ اور عامر شعبی نے کہا حضرت جبرئیلؑ کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے اور قتادہ نے کہا اللہ نے دودھو نے اور دوسح فرض کئے ہیں۔"

پس معلوم ہوا کہ صحیح دھوا اسی مذہب کا ہو گا جو دوسح و دودھو نے پر مائل ہو۔ اور ظاہر ہے چل مذہب شیعہ ہی میں موجود ہے جب قرآن سے پاؤں کا مسح ثابت ہے تو یقیناً سنت رسولؐ بھی یہی ہے لہذا اس کا ثبوت پیش خدمت ہے۔

رسولؐ مقبول نے پاؤں کے مسح کا حکم دیا | عمدۃ القاری شرح

صحیح بخاری علامہ عینی مطبوعہ دارالطباعۃ العامرہ مصر جلد اول صفحہ ۶۵۹ میں مرقوم ہے۔

"یعنی اس (وجوب مسح کی حدیثوں) میں سے حدیث رفاعہ ابن رافع نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی کی نماز تمام نہیں ہوگی جب تک وہ اللہ کے حکم کے مطابق دھو نہ کرے۔ پس دھوئے اپنے منہ کو اور

اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سچ کرے اپنے سر کا اور اپنے دونوں پاؤں کا
ٹخنوں تک۔"

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو حافظ ابو علی طوسی، ابو عیسیٰ ترمذی
اور ابوبکر بزار نے حسن مانا ہے۔ حافظ ابن حبان اور ابن حزم نے اس حدیث
کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ علاوہ انہیں ملاحظہ فرمائیں شرح معانی الآثار لطحاوی
مطبع الاسلامیہ لاہور جلد ۱ ص ۲۱

رسول خدا صرح کرتے تھے | مندرجہ ذیل کتب اہلسنت میں لکھا
ہوا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دونوں پاؤں کا سچ فرماتے تھے۔

۱۔ احادیث فی تفسیر الفحاحہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۹۲
ترجمہ تمیم بن زید اس کتاب میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس روایت کے تمام راوی
ثقة ہیں۔

۲۔ تفسیر ابن جریر طبری مطبوعہ دارالمعارف مصر جلد ۱ ص ۵۷

۳۔ نیل الاوطار سنوکانی جلد ۱ ص ۱۶۲

۴۔ مترج معانی الآثار لطحاوی مطبوعہ لاہور جلد ۱ ص ۲۱

۵۔ کنز العمال علامہ علی متقی جلد ۵ ص ۱۸۱ حدیث ۲۱۹۳ اور ص ۱۹۴

حدیث ۲۴۰۳

مذہب اہلبیت پاؤں کا سچ کرنا ہے | حضرت امیر المومنین علی ابن

ابی طالب علیہ السلام بھی دھن میں پاؤں کا سچ ہی کرتے تھے۔ ملاحظہ کیجئے

مسند امام اہل سنت والجماعۃ احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۱۶۔

امام محمد باقر علیہ السلام بھی سچ ہی کرتے تھے۔ ثبوت کے لئے دیکھئے۔

تفسیر ترجمان القرآن الہدایت علامہ صدیق حسن بھوپالی مطبوعہ لاہور

جلد ۲ ص ۸۴

اصحاب رسول اور تابعین کا عمل | ہم نے گذشتہ اوراق میں امام

فخر الدین رازی اور علامہ نواب صدیقی حسن بھوپالی کے اقراء سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، عکرمہ، شعبی، قتادہ، حسن بصری وغیرہم کا عمل و سنو میں پیریں کا مسح کرنا تھا اس سلسلہ میں مزید ثبوت حسب ذیل کتب میں ملاحظہ کریں۔

۱۔ عمدۃ التفسیر حافظ ابن کثیر مطبوعہ دارالمعارف مصر جلد ۵ ص ۹۵

۲۔ تفسیر معالم التنزیل بر حاشیہ تفسیر خازن مطبوعہ مہر جہاں الثانی ص ۱۶

۳۔ تفسیر ترجمان القرآن نواب صدیقی حسن بھوپالی جلد ۳ ص ۸۲

میں۔ ابن عمرؓ و علقمہ امام محمد باقرؓ و حسن بصریؓ و جابرؓ اور ابن زیدؓ وغیرہم سے پاؤں کا مسح مروی ہے۔

جب قرآن مجید اور احادیث کتب اہل سنت و الجماعۃ سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ دھنوں میں پاؤں کے دھونے کا حکم نہیں بلکہ مسح کرنے کا ہے تو علمائے اہلسنت عجیب و غریب عذر بناتے ہیں مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ

”صحابہ میں سے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ پاؤں دھونے کے مخالف تھے لیکن بعد میں حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ نے رجوع کر لیا تھا“ جس کا مطلب صاف ہوا کہ باب مدینۃ العلم اور بحر العلوم جیسے حلیل القدر بزرگان کچھ عرصہ غلط ہی دھونے کرتے رہے حالانکہ یہ بات ناقابل اعتبار ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے حصینؓ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی اور جناب عبداللہؓ ابن عباسؓ حضرت امیرؓ کے شاگرد تھے اُن کو دھونے سے خود سکھایا تھا پس ایسے عذر سے صفائی کی راہ ڈھونڈنا مقبول طریقہ نہیں ہے بلکہ دراصل حضرت علیؓ، انس بن مالکؓ اور جناب ابن عباسؓ پر بہتان باندھنا ہے اور اُن کی توہین کرنا ہے کہ اتنی قرابت رسولؐ کے باوجود وہ دھونے تک بھی نہ جانتے تھے۔

بعض حضرات اہل سنت و الجماعۃ یہ روایت پیش کر دیتے ہیں کہ ”ایڑیوں کی خرابی ہے آگ سے“ ایسی روایات اولاً تو خلاف قرآن ہیں دوم خود علمائے اہلسنت نے ان کو ٹھکرا دیا ہے جیسا کہ علامہ وحید الزماں امجدیؒ نے انوار اللغۃ

پہلے ۱۵۵ اور پہلے ۱۵۶ حصے میں تسلیم کیا ہے ایڑیوں کی خرابی والی احادیث
آیت وضو سے قبل کی ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایک طرف تو حضرات غیر شیعہ پاؤں دھونے
کے فرض یا واجب ہونے کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ ایڑیاں خشک نہ رہیں لیکن دوسری
طرف خود ہی موزوں پر مسح کر لینا ہی کافی سمجھتے ہیں اب فرمائیے کہ موزوں پر مسح
کرنے کی صورت میں ایڑیاں خشک رہیں گی یا نہیں؟ اور پھر یہ کہ جب دھونا آپ
کے نزدیک فرض یا واجب ہے تو پھر موزوں کی صورت میں اس فرض سے کوتاہی
کیوں برتی جاتی ہے؟

ہمیں اس بات پر سخت تعجب ہے کہ موزوں پر مسح کو تو جائز مانا جائے اور
اپنی جلد پر مسح تسلیم نہ کیا جائے! ہم تو یہ سمجھتے ہیں یہ سب قرآن و سنت کی مخالفت
بمبانی ہے حقیقت یہ ہے کہ نہ تو پاؤں کو دھونا جائز ہے اور نہ ہی موزوں پر مسح کرنا
جائز ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، عبداللہ ابن عمر، اور ابی بنی
موزوں پر مسح کرنے کے سخت مخالف تھے۔ دیکھئے فتح الباری مشرح بخاری جلد ۱
ص ۱۵۳ مرقاۃ مشرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۲۸ وغیرہ۔

جب ہم آیت وضو کی تلاوت کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقی وضو
چار چیزوں کا نام ہے۔

- (۱) مٹنہ دھونا
- (۲) دوڑوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا
- (۳) سر کا مسح کرنا
- (۴) دوڑوں پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرنا۔

مٹنہ دھونا | مثلاً وہ گواہ ہے کہ انسان عموماً سارے کام میں دھوے ہاتھ سے
کرتا ہے اور بالکل ہاتھ محض ایک معاون و مددگار کی سی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وضو مطر
مستقیم (میدھے راستے) کے سفر کی تیاری کے لئے کیا جاتا ہے لہذا بہتر ہے کہ
ہاتھ بھی سیدھا ہی استعمال کیا جائے اور رائے ہاتھوں سے یہ مہیر کیا جائے چنانچہ
عموماً شیعہ لوگ وضو میں دائیں ہاتھ سے مٹنہ دھوتے ہیں اور یہی سنت رسول
کتب اہل سنت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ملا علی مقفی حسام الدین لکھتے ہیں کہ مٹنہ کو دائیں

ہاتھ سے دھوئیں کیونکہ حضرت رسالت مآبؐ اپنے مبارک ہاتھ سے دھوتے تھے (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۱)

انسان کا چہرہ عضو شریف ہے اس کے لئے دایاں ہاتھ ہی مناسب ہے۔
بایاں ہاتھ اشتیاج وغیرہ کے لئے مقرر ہے یعنی خیس اعضا یا خیس کاموں کے واسطے
ہے لیکن دایں ہاتھ کو دھوتے ہوئے بچہ نہ دایاں ہاتھ فارغ نہیں ہوتا اس لئے
مجبوراً بایں ہاتھ سے دایاں ہاتھ دھویا جاتا ہے۔

دو لوں ہاتھوں کو کہینوں سے انگلیوں کے سروں تک دھونا مذہب شیعہ

امامیہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو اس طرح دھویا جائے کہ انگلیوں کے سروں سے زمین کی
جانب ہوں اور کہینوں کی طرف پانی ڈال کر انگلیوں کی طرف بہایا جائے اس طرح
کہینوں سمیت ہاتھ دھوئے جائیں۔ پہلے دایاں پھر بایاں۔ ہم اس بات کا لحاظ
رکھتے ہیں کہ دیگر مسلمانوں کی طرح پانی انگلیوں کی جانب سے کہینوں کی طرف
نہ بہایا جائے کیونکہ یہ طریقہ الٹا ہے۔ آپ نے مشاہدہ فرمایا ہو گا کہ جب کسی کپڑے
وغیرہ پر کوئی نجاست یا داغ لگ جاتا ہے تو اس کو پکڑ کر دھوتے وقت پانی کو پیچے کی
طرف بہایا جاتا ہے نہ کہ اوپر کی جانب اسی طرح قرآن مجید کی آیت وغیرہ میں جو الفاظ
”الی المرافق“ وارد ہوئے ہیں ان سے یہ مراد نہیں ہے کہ کہینوں کی طرف دھویا
جائے بلکہ محض یہ بتانا مقصود ہے کہ کتنا حصہ دھویا جائے کیونکہ ہاتھ بغل تک
ہوتا ہے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶ پر
یہی اقرار کیا ہے۔

سرخ کا مسح کہنا ہمارے مذہب میں ہاتھوں کو دھونے کے بعد جو تری
ہاتھوں میں رہ گئی ہے اسی دایں ہاتھ کی تری سے سر کا مسح کرتے ہیں مگر پہلے
سر کا نہیں بلکہ سر کے اگلے حصہ کا مسح کرتے ہیں جو پیشانی کے اوپر کا حصہ سر ہے۔
چنانچہ مشہور محدث اہلسنت شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں ”کہ مذہب
اہلسنت یہی ہے کہ دھونے کے بعد (یعنی تری ہوئی تری) سے سر کا مسح کیا جائے“
(تحفۃ ائماء شریعہ ص ۲۳)

اسی طرح منہی الارب جلد ۱۵۲ اور متن مبین میں تسلیم کیا گیا ہے کہ آیت دھنویں "برؤ سکھ" میں باء رب (ب) تبعیض کی ہے۔ اور نیل الاوطار شوکانی جلد ۱۵۱ میں ہے کہ سہ کے بعض حصے کا مسیح کافی ہے سر کے اگلے حصے کا مسیح کہہ سکتے ہیں۔

پس طریقہ بمطابق مذہب شیعہ کتب ضمیمہ سے بھی ثابت ہو گیا۔
پاؤں کا مسیح ہمارے ہاں اُسی بقیہ تری سے دونوں پاؤں کا مسیح ٹخنوں تک کیا جاتا ہے جس پر مفصل بحث ہم نے گذشتہ صفحات میں پیش خدمت کر دی ہے۔

کان و گردن کا مسیح کان و گردن کا مسیح نہ ہی قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ ہی مثل رسول سے۔ لہذا ایسی بات جو کتاب و سنت میں موجود نہ ہو اُس پر عمل ضروری نہیں ہے بہتر فقہ اکبر ملا علی قاری ملاحظہ فرمائیں۔

لطیف ایک صاحب نماز اور دھنوکے بٹے سے پابند تھے سر دیوں میں بار بار پیر دھونے کی وجہ سے ان کے پیروں کی ایڑیاں پھٹ گئیں اور بہت جلدی دکھائی دینے لگیں۔ کسی صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ بھائی صاحب آپ کے پیروں کی ایڑیوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت نے فوراً جھنجھلا کر جواب دیا کہ میاں بنان کا کوہڑ ہو گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے طبی مشورہ لینے کی نصیحت فرمائی تو ڈاکٹر نے کہا بار بار پیر دھونے کا نتیجہ ہے۔

طبی رائے چونکہ اسلام ایک حکیمانہ نظام ہے۔ اور اس کا کوئی عمل حکمت کے خلاف اور مضر نہیں ہو سکتا ہے اب چونکہ طبی نکتہ نگاہ سے پیروں کا زیادہ دھونا نقصان دہ ہے لہذا اسلام نے مسیح کرنے کا معتدل حکم جاری کیا ہے۔

اطباء کا قول ہے کہ موسم سرما میں موٹے وقت پیروں کو لپیٹ کر سوؤ گینے کہ سردی پیروں سے پڑھتی ہے پس اس لحاظ سے پیروں کا بار بار دھونا طبی نقطہ نگاہ سے فائدہ مند نہیں ہے۔

گردن پر سردی کا اثر جلدی ہو سکتا ہے اسی وجہ سے گلو بند کاروانج تمام قوموں میں ہے انگریزوں نے NECKTIE کاروانج بھی حفاظت گردن ہی کے پیش نظر رائج کیا ہے لہذا اگر گردن پر بار بار پانی لگے گا تو اندیشہ ہے کہ کوئی جسمانی ضعف کا عارضہ لاحق ہو جائے۔ اس لئے صبح گردن بھی علم طب میں معقول نہیں ہے۔

دودھ پونے اور محاورہ | دودھ پونے جو دھونے کے ہیں اس قدر مشہور ہیں کہ محاورہ بن چکے ہیں اور ہر کوئی کہتا ہے کہ ”مُنہ ہاتھ دھو لو“ مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام بھی ان ہی دودھ پونے پر عاقل ہیں کہ مُنہ ہاتھ ہی دھونے پر اکتفا کرتی ہیں۔ جبکہ پیروں کو عام حالات میں بہت ہی کم دھویا جاتا ہے کہ ضروری خیال نہیں کیا جاتا۔

پس قرآن حکیم، رسول کریم، اہل بیت و اصحاب رسول اور اقوال علمائے اہل سنت و الجماعت سے ثابت ہوا کہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا طریقہ و دستور قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔

ایک حدیث فروع کافی جلد ۱ کتاب الطہارت باب ۲۱ میں ہے کہ جسے نقل کر کے مولوی کریم الدین دبیر صاحب نے اپنی کتاب ”آفتاب ہدایت“ ۲۴۶ میں دہرائی کیا ہے کہ ”اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حرج ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی بھر جاتا ہے“

چنانچہ وہ حرج یہ حدیث ہے۔ اگر سہ کا مسح بھول جائے اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا پھر مسح کرے اور بعد ازاں پاؤں دھو ڈالے۔

اس کا سب سے پہلا جواب یہ ہے کہ بخبر وایت قرآن کے خلاف یہودہ قابل قبول نہیں ہے اور پیروں کا مسح قرآن سے ثابت ہے لہذا آیت کو آیت ہی منسوخ و تبدیل کر سکتی ہے نہ کہ حدیث۔

دوم یہ کہ حدیث مذکورہ مؤثق ہے اور اس کے راوی غیر شیعہ ہیں۔ بعض نے اسے مجہول تسلیم کیا ہے کہ اس کی تصدیق قرآن و حدیث سے نہیں ہوتی ہے۔

پس اگر قرآن کی آیات کے مقابلہ میں روایات غیر معتبرہ پیش کرنا ہی زبردست حربہ ہے تو فی الواقع شیعوں کے پاس اس حربہ کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اذان و اقامت | باب ہم اذان و اقامت کے الفاظ دیکھتے ہیں تو معلوم

ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ میں ”حی علی خیر العمل“ کے الفاظ جزء اذان ہیں۔

اور متواتر پڑھے جا رہے ہیں لیکن حضرات اہلسنت کی اذان میں یہ جملہ موجود

نہیں ہے جبکہ کتب اہل سنت سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مذکورہ الفاظ اذان میں پڑھے جاتے تھے لیکن بعد

میں حضرت عمرؓ کے حکم سے یہ الفاظ اذان سے خارج کر دیئے گئے۔ جب دین مکمل

ہے اور اس میں حضورؐ کے بعد کسی کو رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے تو پھر

ایک امتی کے ایسے حکم کو کس طرح قابل عمل سمجھا جاسکتا ہے جو بالکل ظاہری سنت

کو تبدیل کرنے کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اگر عقیدت و خوش گمانی کے پردے اٹھا کر

سوچا جائے تو ایک طالب حق یہاں ضرور غور کرے گا کہ اس طرح کی قطع و برید آخر

کیوں ضروری ہوئی۔ جب آپ دین کو الہامی مانتے ہیں۔ مذہب کی بنیاد وحی الہی

قرار دیتے ہیں تو پھر اس تحریف کو جو ایک غیر معصوم و غیر مفسوس انسان کے حکم

سے کی گئی آج تک کیوں تسلیم کیا جا رہا ہے؟ اور اگر شیعہ سنت رسولؐ کی اتباع

میں اس جملہ کو ترک نہیں کرتے تو بتائیے سنت کے پیروکار شیعہ ہوئے یا سنی؟

حضرت عمرؓ کا ”حی علی خیر العمل“ پڑھنے سے روکنا مندرجہ ذیل کتب

اہلسنت سے ثابت ہے۔

۱۔ صحیح مسلم مترجم مطبوعہ سعودیہ کراچی جلد ۲ ص ۵۸

۲۔ کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۴ ص ۲۶۶ حدیث ۵۲۸۹

۳۔ نیل الاوطار امام شافعیؒ جلد اول ص ۳۳۶

الصلاة خير من النوم | سنی و شیعہ اذان میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ شیعہ حضرات کی اذان تمام نمازوں کے لئے ایک ہی طرح سے ہے لیکن اس کے برعکس اہل سنت و الجماعت کی اذان نماز صبح کے لئے دیگر اوقات کی اذانوں سے مختلف ہے کہ صبح کی اذان میں سنی حضرات "الصلاة خير من النوم" کے الفاظ پڑھتے ہیں جبکہ یہ فقرہ شیعہ اذان میں موجود نہیں ہے۔

سنی بھائی اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لہذا نام مذہب کے اعتبار سے اُن کا مذہب سنت سے مختلف نہیں ہونا چاہیے چنانچہ اگر سنی حضرات حقیقت سنت محمدی کو ہی سنت تسلیم کرتے ہیں تو پھر جملہ "الصلاة خير من النوم" سنت رسول ثابت کرتا اُن کے ذمہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تجسس و تحقیق کے باوجود ہندہ نجیف اس کو شہریش میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے کہ اس فقرہ کو لہند رسول یا عہد البکرہ کی اذان میں تلاش کر سکے۔

البتہ کتب نبی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ جملہ صحیح حضرت عمر بن خطاب نے اپنی مرضی سے اذان میں داخل کر لیا حالانکہ اس کا وجود زمانہ نبوی اور وقت البکرہ میں بالکل نہ تھا۔

مجھے یہ تعجب ہے کہ حضرت عمر نہ ہی نبی و مرسل تھے اور نہ ہی صاحب شریعت تو پھر اندر شیعہ میں وہ اس قسم کی کمی بیشی کیوں کرتے تھے یا تو وہ دین کو الہامی تسلیم نہیں کرتے تھے اور اسے ناقص خیال کر کے گاہے بگاہے اپنی عقل سے اس کے احکام میں رد و بدل کیا کرتے تھے یا پھر خود شامی گروہ نے اُن کے ذہن میں یہ بات اُجھار دی تھی کہ انھیں اختیار ہے کہ دین میں اپنی رائے سے مداخلت کر کے اس میں تحریف کر سکتے ہیں۔ بہر حال ان کا خیال کچھ بھی ہو۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے ہم نے جو نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول آخر الزماں مانا ہے اور اُن ہی کی رسالت کا کلمہ صدقِ دل سے پڑھا ہے لہذا انعاماً ہے ایمان یہی ہے کہ آپ کی سنت کے خلاف کسی بھی بزدل کے عمل کو واجبِ لاپلائی

نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرتؐ نے اُمت کو مکمل دین عطا فرمایا ہے لہذا اس میں کمی مبنی کرنا یا ایسی کمی مبنی قبول کر لینا دراصل خدا و رسولؐ کی مخالفت کرنا ہے کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ جو رسولؐ دے وہ قبول کیا جائے نہ کہ جو امتیٰ رسولؐ کے دیئے کہ چھین لے اور اپنی طرف سے دے وہ لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مولا علیؑ نے سیرت بخینؒ کی شرط قبول نہ فرمائی۔

مجھے افسوس ہے کہ مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اذان میں رسولؐ کے دیئے ہوئے جملے ”حی علیٰ خیر العمل“ کو رد کر دیا اور اپنی طرف سے ”الصلوة خیر من النوم“ کا تحفہ خواہ مسلمین کیا۔ پس چونکہ حضرت صاحب نے سنت کی مخالفت کی اور اپنی ذاتی رائے کو دین میں داخل کیا لہذا جو شخص مطیع سنت محمدؐ ہونے کا وعدہ دے گا وہ آپ صاحب کا یہ حکم کسی طرح قبول کرنے پر تیار نہ ہو گا۔ ہاں اگر سنت سے مراد سنت عمرؓ ہے تو پھر دوسری بات ہے۔

”الصلوة خیر من النوم“ کے الفاظ اذان صبح میں داخل کرنے کا حکم حضرت عمرؓ نے دیا۔ اس کا ثبوت حسب ذیل کتب اہل سنت میں ملاحظہ فرمائیے۔

- (۱) مؤطا امام مالک مطبوعہ نذر محمد اصح المطابع کراچی باب الاذان ص ۵
- (۲) الفاروق مولوی شبلی نعمانی حصہ دوم باب اولیات ص ۶۳
- (۳) روضۃ الاحباب محدث جمال الدین مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۰
- (۴) اردو ترجمہ از النہ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ سعیدی کراچی معقد دوم ص ۱۵۸

(۵) نیل الاوطار امام سنو کا فی مطبوعہ مع حاشیہ ”عون الباری جلد ۱“

۳۳۸۵

(۶) تحقیق عجیب مصنف مفتی عبدالحی فاضل فرنگی محلی لکھنؤ ص ۵

زبانِ وحی بیان کا تعلیم کردہ جملہ ”حی علی خیر العمل“ جسے حضرت عمرؓ نے اذان سے خارج کرنے کا حکم دیا اس کے معنی یہ ہیں کہ ”بہترین عمل کے لئے آمادہ ہو“ اور اس قدر بامقصد فقرہ کا اخراج کر کے حضرت عمرؓ نے جو الفاظ رائج کئے ”الصلوة خیر من النوم“ ان کا مطلب ہے نماز غنیمت سے بہتر ہے، یعنی غنیمت کے علاوہ دیگر کاموں سے نماز بہتر نہیں ہے۔ ان دونوں کلموں کی فصاحت و بلاغت پر غور کرنے سے ”حی علی خیر العمل“ کی فوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور کلام سے کج فہمی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ جملہ معصوم کا کلام ہے اور وحی کی مراد ہے جبکہ ”الصلوة خیر من النوم“ میں نہ ہی حسن کلام موجود ہے اور نہ ہی اذان کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ بلکہ بالکل الگ سا جوڑ لگتا ہے کہ جس طرح پیوند لگا ہو۔

پس معلوم ہوا کہ شیعوں نے حفاظتِ سنتِ محمدؐ کی خاطر ”حی علی خیر العمل“ کو جاری رکھ کر جو حضرت عمرؓ کے حکم کی مخالفت کی ہے اس میں وہ خطا کا نہیں ہیں بلکہ جن لوگوں نے الفاظِ نبویؐ کو غیر نبویؐ کے کہنے پر ترک کر دیا انھوں نے دراصل سنت کی مخالفت کی ہے اور ایک امتی کا خود ساختہ جملہ جہود اذان سمجھ کر اور سنت محمدؐ پر اس شخص کے حکم کو ترجیح دے کر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ دراصل وہ اس ہی سنت کے مطیع و پیروکار ہیں جو خلاف رسول اللہؐ کسی غیر نبیؐ نے جاری کی ہے۔

لیکن جو شخص دینِ اسلام کا شائع مرکز اور رسالتِ مآبؐ کو ہی تسلیم کرتا ہے وہ کیس طرح کہہ سکتا ہے کہ حکمِ رسولؐ کے خلاف کسی غیر رسولؐ کا حکم مانے خواہ اس کا مرتبہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا شیعوں کی اذان بمطابق سنتِ پیغمبرؐ ہے اور غیر شیعوں کی اذان محرف و خلافِ سنتِ رسولؐ ہے۔

نوٹ :- اذان میں شہادت و ولایت امیر المومنین علیؑ علیہ السلام کی بجائے میری کتاب ”علی ولی اللہ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز ذکا الافہام

بجواب جَلَا ءالافہام میں بھی یہ مسئلہ مرقوم ہے۔

نماز کا طریقہ

ہاتھ کھولنا | جب ہم مذہبِ سنیہ کا کوئی بھی عقیدہ یا رکنِ بنظرِ غور جانچتے ہیں تو یہ حقیقت از خود سامنے آجاتی ہے کہ عقل تو درہی ایک طرف اُسے نقل کی تائید بھی حاصل نہیں ہوتی بظاہر تو اس مذہب نے خود کا نام "اہلِ سنت" رکھا ہوا ہے لیکن فی الحقیقت اس مذہب کا ہر حکم اور ہر عمل خلافِ سنتِ رسولِ مقبول ہے لیکن چونکہ ان کی نفی زیادہ ہے لہذا محض کثرتِ افراد ہی کو یہ حضرات معیارِ صداقت سمجھتے ہیں جبکہ انہوں نے شریعتِ اسلامیہ نیکی و بدی میں ایک اور دس کی نسبت ہے۔

کس قدر باورِ شرم ہے یہ بات کہ رسولِ کریم ﷺ برس تک اُمت کے سامنے نماز ادا کی اور پھر ہر روز یہ عمل پانچ مرتبہ دہرایا گیا لیکن پھر بھی اُمت یہ فیصلہ آج تک نہ کر سکی کہ نماز میں ہاتھ باندھنے چاہئیں یا کھلے رکھنا چاہئیں چنانچہ ہاتھ کھولنے اور باندھنے کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی کتاب "چودہ مسئلے" میں ہدیہِ ناظرین کر دی ہے۔ انہوں نے کتبِ اہل سنت یہ ثابت کر دیا ہے کہ نماز پڑھتے وقت ہاتھ کھلے رکھنا ہی سنتِ رسول ہے۔ اور یہی عمل اصحاب و اہل بیت کا رہا ہے۔ تاہم یہاں مختصر اعرض ہے کہ عام قاعدہ یہ ہے کہ فطری امور میں دلیلِ طلب نہیں کی جاتی ہے بلکہ خلافِ عادت و فطرت کاموں کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ یہ خلافِ فطرت تغیر کس وجہ سے معروضِ وجود میں آیا۔ کیونکہ کھلے ہاتھ رکھنا فطرتِ انسانی ہے لہذا دینِ فطرت کا کوئی حکم خلافِ فطرت نہ ہو گا۔ اور جب خلافِ فطرت و عادت نماز میں ہاتھ باندھے جائیں گے تو اس وضعیت کی وجہ دریافت طلب ہوگی۔ پس اصولاً ان لوگوں کو وہ وجہ بتانی چاہئے جو عادت کے خلاف نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں۔

جبکہ دین اسلام فطری جذبات و عادات کو یا ثمال نہیں کرتا ہے۔

ہم نے اندر دئے قرآن و حدیث پورے مسئلے میں مکمل طور پر ہاتھ باندھنے کو امر جدید ثابت کر دیا ہے تاہم مزید اطمینان کے لئے یہاں پر قارئین کی توجہ فتاویٰ عبدالحی جلد ۲۶ ص ۳۶ کی اس عبارت کی جانب مبذول کرتے ہیں۔

”معاذ“ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نماز میں ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو تکبیرۃ الاحرام کے وقت کانوں کے مقابل بلند کرتے پھر کھٹے تھوپڑ دیے۔ طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے اور عمر بن دینار سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن زبیر جب نماز پڑھتے تو ہاتھ کھٹے تھوپڑ دیتے۔“

علامہ عینی حنفی منہج کنز الدقائق مطبوعہ نو لکھنؤ ص ۷۵ میں لکھتے ہیں کہ امام (اہلسنت) مالک نے فرمایا جب تک حکم تو ہاتھ کھولنے کا ہے۔ اور ہاتھ باندھنے کی اجازت ہے۔ اہل حدیث علامہ وحید الزاوی اور دیوبندی علامہ محمد اسماعیل شہید دہلوی نے اقرار کیا ہے اصل حکم تو ہاتھ کھولنے کا تھا لیکن (بقول اسماعیل شہید) روافض (شیعہ) کی مشابہت کی وجہ سے مذہب حنفیہ کے پیروکاروں نے یہ شعار چھوڑ دیا۔ (تذویر العینین ص ۷۱)

اب الصفاف فرماتے ہیں کیا محض فہم میں آکر جو مذہب طریقہ نماز تبدیل کرے اور نتیجہ دشمنی چھٹ دھرمی کی وجہ سے سنت رسول کو ترک کر کے اپنا طریقہ ایجاد کرے وہ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اصل طریقہ نماز ہاتھ کھولنا ہے نہ کہ باندھنا۔ لہذا جو مذہب اصل حکم پر عمل کرتا ہوا وہ ہی واجب الاطاعت ہے نہ کہ ہندی تبدیلی والا مذہب۔

نماز رسول کی ابتدا اور اختتام | اسی طرح جب ہم نماز کے طریقہ کی تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں اہلسنت کی مشہور

معروف کتب میں یہ بات لکھی ہوئی ملتی ہے کہ حضور سورہ حمد سے نماز شروع فرمایا کرتے تھے اور تکبیر یعنی ”اللہ اکبر“ پر ختم کرتے تھے ملا حنفی لکھتے۔

- (۱) صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۷ کتاب الصلوٰۃ ص ۱۸۳
 (۲) صحیح مسلم مع شرح نوذری مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد دوم ص ۴۲
 (۳) مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اول ص ۱۸۳

یوں تو بظاہر مذہب سنیہ اور شیعہ دونوں میں ابتداء نماز سورۃ فاتحہ ہی سے ہوتی ہے لیکن اس میں بھی ایک فرق ہے جو دیکھنے میں معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل اس کا نتیجہ بہت خطرناک ہے وہ یہ کہ سنی حضرات سورۃ الفاتحہ کی تلاوت تو ضرور کرتے ہیں لیکن اس میں عموماً بسم اللہ الرحمن الرحیم چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ حمد کی ہڈی وی آیت ہے اور اگر اسے ترک کر دیا جائے تو سورۃ کی آیت چھوٹ جاتی ہے جو تحریف ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت
 ہونا اہل سنت کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔ نبوت کے لئے دیکھئے
 شرح معانی الانوار طحاوی مطبوعہ الاسلامیہ لاہور جلد اول ص ۱۱، ص ۱۸ اور سن
 کبریٰ علامہ سہتی مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۷ ص ۲۷ اور ص ۲۸ وغیرہ

اب آپ خود داندازہ فرمائیں کہ جب حضور حمد سے نماز متروک کرتے رہتے تو یقیناً بسم اللہ ضرور تلاوت فرماتے تھے لیکن آج غیر شیعہ مسلمان جو بظاہر اہل سنت ہونے کے دعویدار ہیں نماز کی ابتداء ہی خلاف سنت کرتے ہیں اور ایک سورۃ قرآن کی ایک انتہائی اہم آیت نظر انداز کر دیتے ہیں جبکہ شیعہ اس آیت کو باواز بلند پڑھ کر اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ وہ سنت رسول کے پیروکار ہیں۔ اسی طرح سنی حضرات کی نماز سلام پھیرنے پر ختم ہوتی ہے جبکہ متفق علیہ روایت کے مطابق نبی اکرم کی نماز تکبیر پر ختم ہوتی تھی لہذا معلوم ہوا کہ سنی حضرات نماز کا اختتام بھی سنت محمد کے خلاف ہی کرتے ہیں جبکہ شیعہ نماز "اللہ اکبر" یعنی تکبیر پر ختم ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شیعہ نماز کی ابتداء اور انتہا بمطابق رسول کریم ہے۔

جب ہم اہل سنت والجماعت کے طریقہ سے نماز پڑھتے تھے تو اس مسئلہ کے متعلق ایک مولوی صاحب سے تبادلہ خیال کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ برخودار بسند اللہ شریف اگر دل میں پڑھنی جائے تو حرج نہیں ہے لہذا ہم دل میں پڑھتے ہیں بلند آواز سے نہیں پڑھتے اس وقت ہم نے ان کی بات قبول کر لی کہ چلو نیت نیک ہے خفی پڑھیں یا علانیہ کوئی حرج نہیں لیکن یہ کھٹکا رہا کہ جب امام صاحب ساری سورۃ بلند آواز میں پڑھتے ہیں اور قرآن مجید میں آیت بسم اللہ لکھی بھی ہے پھر آخر اسے چھپانے کا مقصد اور راز کیا ہے اسی اتنا ہمیں ہم نے امام اہل سنت والجماعتہ حافظ جلال الدین سیوطی کی تفسیر درمستدرر میں پڑھا۔

”اور دارقطنی و حاکم و بیہقی نے ابو ہریرہ سے حدیث نقل کی ہے کہ ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، بلند آواز سے پڑھتے تھے“ (درمستدرر جلد ۱ ص ۵۸)

جب اس بات کا پتہ چلا کہ رسول با آواز بلند بسم اللہ... پڑھتے تھے تو آخر اس سنت کو کیوں ترک کیا گیا اور ظاہری تلاوت کو کس وجہ سے چھپایا گیا لہذا دل میں کالا ڈھونڈنے کا شوق ہوا۔ مطالعہ کرتے رہے۔ اہل سنت کے مشہور امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر میں یہ الفاظ پڑھے۔ ان علیا کان مذہبہ الجہل بسم اللہ فی جمیع الصلوات، یعنی بیشک علی کا مذہب تمام نمازوں میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۸) سنن کبریٰ جلد ۱ ص ۵۸ حضرت علی علیہ السلام صحابی رسول بھی ہیں اور آل محمد میں بھی شامل ہیں اہل سنت اور اہل تشیع دونوں گروہ حضرت امیر کو مشترکہ طور پر بزرگ اور راستہ دانستے ہیں۔ آپ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے آپ حضور اکرم کی آغوش میں پروانہ پڑھے اور حضور نے خود آپ کو تعلیم دی اور باب علم و حکمت فرمایا۔ لہذا طبیعت اس امر کی طرف راغب ہوئی کہ ایسے جلیل القدر بزرگ کا مذہب جہل بسم اللہ ہے تو یقیناً یہی حق ہے کیونکہ فرمان رسول ہے کہ علی حق کے ساتھ ہے۔

پھر مشہور امام ستوکانی کا یہ قول نظر سے گذرا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ“ پر آل رسولؐ نے اجماع کیا ہے۔“ (نیل الاوطار مع حاشیہ بخون الباری جلد ۲ ص ۹) یعنی آل محمدؐ کے تمام افراد کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی جائے اب تو یہ مسئلہ اور بھی صاف ہو گیا کہ آل محمدؐ پر نماز میں درود پڑھا جاتا ہے پھر نماز ہی کے معاملہ میں آل محمدؐ کی مخالفت کیونکر درست ہو سکتی ہے لہذا تسلیم کیا کہ شیعہ لوگ جو بسم اللہ کے عاقل ہیں تو یہ اتباع محمدؐ و آل محمدؐ ہے اور سنت نبویؐ کی پیروی ہے اور اہلسنت حضرات نے اس سنت کو بھی عملاً چھوڑ دیا ہے۔

پوری | جب یہ مسئلہ حل ہو گیا تو اب استیاق ہو کہ یہ معلوم کیا جائے کہ بسم اللہ کی یہ چوری اولاً کس بزرگ نے کی چنانچہ مشہور علامہ اہل سنت والجماعہ شیخ محمد معین لاہوری صاحب نے یہ گتھی بھی کھول دی اور لکھا کہ

”ایک دفعہ حاکم شام مدینہ آیا اس نے نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھی تو مہاجرین اور انصار (صحاب رسولؐ) نے اس کے اس فعل سے ناواقفیت کا اظہار کیا اور صاف کہہ دیا ”اے معاویہ! تو نے بسم اللہ پڑھنے کی جیوری کر لی۔“ (دراسات اللیبیب ص ۹۵)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ چونکہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا سنت رسولؐ ہے اور اصحاب رسولؐ (مہاجرین و انصار) اسے سنت سمجھتے تھے جب معاویہ نے اونچی آواز سے بسم اللہ نہ پڑھی اور اصحاب نے بسم اللہ نہ سنی تو فوجیہ رکھ دیا۔ لہذا مولوی صاحب نے جو ہمیں بسم اللہ دل میں پڑھنے کا سبق پڑھایا تھا وہ غلط معلوم ہوا کیونکہ اگر بسم اللہ مترکیف کو مخفی طور سے پڑھنا بھی سنت ہو تا تو مہاجرین و انصار یہ سمجھ لیتے کہ بادشاہ دقت نے دل میں بسم اللہ پڑھ لی ہوگی۔ پھر وہ حاکم دقت کو علامہ ”جور“ نہ کہتے۔

پس صحیح مذہب یہی ثابت ہوا کہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز میں پڑھنا سنت ہے اور اس کے خلاف کمرہ یعنی چوری ہے لہذا اچھے رہنے اور

تاریک سنت رسولؐ ہونے سے بچاؤ کا یہی طریقہ ہے کہ شیعوں کے عمل جو بسم اللہ کو قبول کیا جائے۔

بسم اللہ اوجہی آواز میں پڑھنے کا مزید ثبوت حسب ذیل کتب اہل سنت والجماعتہ میں موجود ہے۔

۱۔ دارقطنی مطبوعہ فاروقی ص ۱۱۱ اور ص ۱۱۲

۲۔ انزالۃ الخفا فی اللہ محدث دہلوی مقصد دوم ص ۱۶۲

۳۔ کنز العمال جلد ۹ ص ۹۶ حدیث ۲۰، ص ۳۰۹ ص ۲۱ حدیث

۶۴۷ تا ۶۴۸

ملاوٹ | مذہبِ صیغہ کے بھی رنگ ندرے ہیں نماز جو افضل الاعمال ہے اور انتہائی ضروری عبادت ہے اگر صرف یہی عمل نہ ہو بحث لایا جائے تو بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے طریقہ میں ہی کئی امور سنت رسولؐ کے خلاف ثابت ہوتے ہیں اس تغیر و تبدل سنت کے باوجود سنی حضرات کا اہل سنت ہونے کا دعویٰ بہت ہی عجیب معلوم ہوتا ہے ایک محقق مذہب جب یہ ملاحظہ کرتا ہے کہ عمل رسولؐ (سنت) کے خلاف بلکہ کتابِ محکم (قرآن) کے خلاف یہ جماعت کثیرہ کبھی تو ایک آیت کا سرکہ کرتے ہیں جو تحریف ہے اور کبھی کلامِ خدا میں اپنا کلمہ داخل کرتے ہیں مثلاً آپ نے معلوم کیا کہ قرآن میں موجود سنت سے ثابت آیت بسم اللہ کو سفہم کہتے ہیں اور سورہ فاحشہ ہی میں اپنی طرف سے "آمین" کا اضافہ کرتے ہیں حالانکہ یہ لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کا رواج زمانہ رسولؐ مقبول میں ثابت ہوتا ہے۔ طرہ یہ ہے کہ باوجود اس بدعت اور نبیؐ خیر تسلیم کرنے کے پھر بھی اس ملاوٹ سے باز نہیں آتے۔

چنانچہ مشہور امام اہل سنت متوکانی تحریر کرتے ہیں کہ۔ "مہدی نے "الحجر" میں عزت (آل رسولؐ) کا متفقہ بیان لکھا ہے کہ تا میں (یعنی نماز میں سورہ الحمد کے بعد) "آمین" کہنا بدعت (نئی چیز) ہے۔ اور تادمین کے نئی

یتیز (بدعت) ہونے پر حدیث معاویہ بن حکم سے استدلال کیا ہے،

(نیل الاوطار مطبوعہ مع حاشیہ عون الباری جلد ۲ صفحہ ۱۱۶)

اب خود فیصلہ فرمائیے کہ عین نماز میں بدعت کا ارتکاب کمر کے اہل سنت ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے اور کلام خدا میں سرکہ و ملاوٹ کمر کے دجولی اتباع سنت رسول کس منہ سے کیا جاتا ہے؟

مذہب امامیہ شیعہ میں نہ ہی بسم اللہ شریف کا سرکہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی آئین کی آمیزش۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں سنت کے خلاف ہیں لہذا ثابت ہو کہ یہی مذہب طریقہ رسول کی پیروی ہے۔

قنوت | شیعان اہلبیت ہر نماز میں قنوت پڑھتے ہیں جبکہ غیر شیعہ مسلمان تمام نمازوں میں قنوت نہیں پڑھتے ہیں حالانکہ معتبر کتب اہل سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ صحیح مسلم مطبوعہ دارالکتب حجازی جلد اول صفحہ ۲۳۷

۲۔ فقہ عمر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۶۸

۳۔ سنن نسائی مترجم علامہ وحید الزماں مطبوعہ مکتبہ الیومہ کراچی جلد ۱ باب القنوت صلوٰۃ المغرب صفحہ ۲۷ بروایت براء بن عازب صحابی رسول۔

۴۔ مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ باب القنوت

صفحہ ۲۹، ۲۹

۵۔ المعلم ترجمہ صحیح مسلم علامہ وحید الزماں اہلحدیث مطبوعہ صدیقی لاہور

صفحہ ۵۵، ۵۵

جب احادیث سے رسول اکرم کا نماز میں قنوت پڑھنا ثابت ہے تو پھر ہم وہ وجہ جاننے کے منتہی ہیں کہ سنت رسول کو ترک کمر کے سنی حضرات اپنی نماز بغیر قنوت کے کیوں ادا کرتے ہیں۔ مجبوراً سنی بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ خدا را بتا دیجئے آپ حضرات نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول تسلیم بھی کیا ہے یا محض

برائے نام ہی اہل سنت لکھتے پڑھتے بولتے ہیں کیونکہ ہمیں تو آپ کا ہر عمل برخلاف رسول ہی نظر آتا ہے۔

رفع یدین | سنی حضرات کی معتبر کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نماز میں تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھاتے تھے دیکھئے (۱) صحیح مسلم مترجم مع شرح لذی مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کہ اچھی جلد ۷ ص ۱۷ (۲) سنن ابوداؤد مطبوعہ مطبعة السعادة مصر الجزء الاول باب رفع الیدین ۲۶۹ ص۔

۳) حجة الله البالغة ولی الله محمدؐ مطبوعہ مطبعة الوراق مصر ص ۱۷ لیکن افسوس ہے کہ آج جب ہم مذہب سنیہ کی نماز دیکھتے ہیں تو سنت وہاں نہیں ملتی ہے جب رسول خدا رفع یدین فرماتے رہے تو آپ اُمت ہونے کے باوجود حضورؐ کی اتباع کیوں نہیں کرتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اندھی تقلید کرتے چلے آ رہے ہیں اور آپ کے پاس اپنے مذہب کے صحیح ہونے کی ایک دلیل کہ آپ کے بزرگ اسی پر قائم تھے کئے سوا اور کوئی نہیں ہے ورنہ اگر آپ آزادانہ تحقیق فرمائیں تو معلوم ہو جائے کہ اس مذہب میں ہر عمل رسول کریمؐ کے عمل سے مختلف ہے۔

پس چونکہ شیعوں نے اس سنت رسولؐ کی بھی حفاظت کی ہے اور آج تک آپؐ کے طریقہ کے مطابق رفع یدین کر رہے ہیں۔ اس لئے سنت کے اصل مطیع اور فرماں بردار پیروگ ہیں اور سنی حضرات اپنے اس نمائندگی دعویٰ اہل سنت، کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ انھوں نے غیر رسولؐ کے احکام کو رسولؐ کے احکام پر ترجیح دی ہے۔ اور ایسے اعمال کو قبول کر لیا ہے جو سنت رسولؐ کے موافق نہیں ہیں۔ اور ان امور کو چھوڑ دیا ہے جو حضورؐ نے بحالایا کرتے تھے لہذا ایک محمدی مسلمان کے لئے ضروری ہے سنت محمدیہ کی اتباع کرے اور آپ کے احکام و اعمال کے مقابلہ میں کسی اُمتی کی بات کو بالکل کوئی وقعت

نزدے۔
دو نمازیں جمع کر کے پڑھنا | جب ہم شیعہ نہیں تھے تو اس غلط فہمی کا شکار
 تھے کہ شیعہ لوگ تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں ان کا مذہب صرف روٹیا ٹیلہ ہے یہ
 سارے دن کی نمازیں ایک ہی وقت میں اکٹھا پڑھ لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔
 لیکن جب ہم نے مذہب شیعہ میں دلچسپی لینا شروع کی تو معلوم ہوا کہ اس مذہب
 میں نماز کی سخت پابندی ہے نماز سے غفلت قطعاً ناقابل برداشت ہے اور
 یہ لوگ ساری نمازیں ایک وقت پر ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں البتہ وہ نمازیں
 جن کا ذکر قرآن مجید میں بھی اکٹھا آیا ہے ایک دفعہ پڑھ لینے کو جائز سمجھتے ہیں لیکن
 ہر نماز کو علی علیہ پڑھنا افضل سمجھتے ہیں اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے کہ دو
 نمازیں ملا کر بھی پڑھی جاسکتی ہیں مگر الگ الگ پڑھنا افضل ہے۔ جیسا کہ اہل حدیث
 علامہ وحید الزماں نے لکھا ہے۔

”دو نمازیں اکٹھی پڑھ لینا۔ کسی عذر، سفر اور بارش کے بغیر اہل حدیث
 کے نزدیک جائز ہے اور الگ الگ پڑھنا افضل ہے۔“

(مدینۃ المہدی جلد ۱ ص ۱۰۹)

یہ بات سنت رسول سے بھی ثابت ہے کہ حضور اکرمؐ سفر یا بارش کے بغیر
 بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے تھے ثبوت کے لئے دیکھئے۔

(۱) صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اول کتاب مواقیات الصلوٰۃ

پارہ ۵ ص ۶۷۲ حدیث ۵۲۷

(۲) صحیح مسلم مترجم مع شرح نووی مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد ۷

۲۵۸

(۳) سنن ابوداؤد مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۵۷ حدیث ۱۶۱۱ و ۱۶۱۲

(۴) مؤطا امام مالک مطبوعہ دارالحدیث المطابع کراچی ص ۱۲

(۵) شرح معانی الآثار طحاوی مطبوعہ لاہور جلد ۱ ص ۹۵

پس معلوم ہوا کہ دو نمازیں ملا کر پڑھ لینا نہ ہی خلاف سنت ہے اور نہ ہی متنازعہ لیکن ہم نے ایک شیعہ صاحب سے دریافت کیا کہ بھائی جب دو نمازیں جمع کر کے پڑھ لینا جائز ہے اور مذہبِ سینہ اور شیعہ میں اس مسئلہ پر کوئی اختلاف بھی نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اہل سنت حضرات عملاً اس سنت کے پیرو نہیں ہیں اور اکثر شیعہ لوگ جمع بین الصلوٰۃین کے عامل ہیں حالانکہ ان کے مذہب میں الگ الگ نماز پڑھنا افضل بھی ہے۔ تو ان صاحب نے جواباً فرمایا کہ عزیز من! بات یوں ہے کہ اہل سنت نے محض شیعوں کی مشابہت سے بچنے کے لئے اس سنت کو چھوڑ دیا ہے اور بڑے مجبور ہو کر ایسا کرتے ہیں اور چونکہ شیعوں کو سنت کی حفاظت ہر شے پر مقدم ہے لہذا سنت کو زندہ و جاری رکھنے کے لئے یہ لوگ دو نمازیں اکٹھا پڑھتے ہیں اور جو فضیلت کا ثواب (علیحدہ پڑھنے سے) ان کا باقی رہ جاتا ہے وہ اس سے زیادہ ثواب سنت کی حفاظت کر کے حاصل کر لیتے ہیں اس کے عکس سنی حضرات رسول کی اس سنت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اٹا شیعوں کو نشانہ اعتراض بنا کر اس واسطے رسول مقبول پر اعتراض کرتے ہیں۔

سجدہ گاہ | شیعہ نمازی بوقت نماز سجدہ گاہ سامنے رکھ لیتا ہے اور بوقت سجدہ اسی خاک پر پیشانی رکھتا ہے جب کہ سنی حضرات ایسا نہیں کرتے ہیں شیعوں کا یہ فعل بھی اہل سنت کے نزدیک قابل اعتراض ہے چونکہ ہم سنی تھے لہذا شروع میں یہ بات بھی عجیب سی معلوم ہوئی خاک پر پیشانی رکھنا یوں تو ہم بھی عمر و انکسار کی علامت سمجھتے تھے لیکن چونکہ یہ فعل شیعوں کا تھا لہذا یہ انکسار ہی بھی ہمیں عادت و روافض معلوم ہوئی لیکن جب ہند اور قصب سے چھٹکارا ملا تو یہ جان کر بہت حیران ہوئے کہ یہ فعل بھی دراصل سنت رسول مقبول ہے جسے صرف شیعہ مخالفت کی نذر کر دیا گیا ہے چنانچہ جاری شریف نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ کیونکہ حق زبان دشمن پر بھی آجایا کرتا ہے۔

لہذا صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ،

باب الصلوٰۃ علی الخمرہ باب ۲۶۲ ص ۳۲۰ حدیث غلط ۳۷۱ اس طرح ہے -
 «البدولید، شعبہ، سلیمان شیبانی، عبداللہ بن شداد حضرت میمونہ
 (ام المؤمنین) روایت کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خمرہ پر نماز
 ادا فرمایا کرتے تھے»

السیارہ بیان امام بیہقی اہلسنت نے اپنی سنن کبریٰ جلد ۱ باب
 الصلوٰۃ علی الخمرہ ص ۱۲۱ میں لکھا ہے -

جب یہ روایت ملی تو اب "خمرہ" کے بارے میں تجسس ہوا کہ یہ کیا
 شے ہے جس پر حضور نماز ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ فاضل محدث اہلسنت مولانا
 محمد طاہر فتنی احمد آبادی کی کتب "مجمع بحار الافادہ"، نے یہ الجھن بھی دور
 کر دی۔ مولوی صاحب موصوف اس کتاب کی جلد اول باب الخمرہ المیمون
 ص ۳۷ پر لفظ "خمرہ" کے معنی اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"جہی التي لیسجد علیہا الآن الشیخہ" یعنی (خمرہ) یہ
 وہی چیز ہے جس پر اب شیعہ سجدہ کرتے ہیں۔

پس معاملہ صاف ہو گیا کہ شیعہ نماز میں یہ سنت بھی پوری کرتے ہیں
 اور نام نہاد اہل سنت حضرات اس سنت کو بھی چھوڑ چکے ہیں۔

تراویح | ہم دیکھتے ہیں کہ سنی بھائی رمضان شریف میں نماز تراویح
 بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں جبکہ شیعہ لوگ اس وندیش جہانی سے
 محروم رہتے ہیں۔ تراویح کے اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک بہت فضائل
 ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ میرے سنی بھائی اندھادھندہ تقلید میں اپنی مثال
 آپ ہیں جس طرف ان کو ملا لگا دے بلا سچوں چراغ آنکھ بند کر کے رواں
 دواں رہتے ہیں۔ جو امور اصل سنت رسول ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو
 بات آنحضرت کی سنت ثابت نہیں اس پر اس طرح اڑتے ہیں جیسے حلق میں
 پان کی چھالیہ۔!

بھائی اللہ کے بندو! اگر آپ واقعی سنت رسول کے پروانے ہیں اور
راہِ خدا رسول مجھے لفظ تراویح زبان رسول سے ثابت کر کے دکھا دیں ہمیں
بادجوہر کو کششِ تامہ کے یہ لفظ حضور کی زبان مبارک سے کسی بھی جگہ نہیں
مل پایا اب خود اندازہ فرمائیں کہ جس عمل کا نام تک شائع علیہ السلام نے
زبان مبارک سے ادا نہ فرمایا وہ کس طرح سنت ہو سکتا ہے مگر آپ کی ہرٹھڑی
کا کیا کریں بلاوجہ غلط بات رسول مقبول کی طرف منسوب کئے چلے جا رہے ہیں
جس کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی جواب۔

اب ذرا بخاری بعد از کلام باریؑ کی طرف توجہ کیجئے اور اپنی ہر رلقہ
حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کی اس روایت پر غور فرمائیے۔

”ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ
سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی؟
انھوں (عائشہؓ) نے کہا کہ آپ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت
سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری مطبوعہ نوز محمد صالح المطابع کراچی پارہ ۷ جلد اول کتاب الصوم
”نماز تراویح کا بیان“ ص ۲۴ حدیث ۱۸۵۷)

ایسی ہی روایت صحیح مسلم مترجم مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد ۲ ص ۲۷۴
میں ہے لہذا محدثین کے نزدیک یہ روایت متفق علیہ ہے۔

اب ایمان سے بتائیں اگر حضورؐ تراویح پڑھا کرتے تھے تو پھر صدیقہ صابہؓ
نے اس کا ذکر کیوں نہ فرمایا۔ اور رمضان وغیرہ رمضان میں گیارہ رکعتوں کی
ادائیگی کس لئے بتائی۔ پس بخاری و مسلم کی روایت سے بشہادت ام المؤمنین
ثابت ہوا کہ زمانہ رسول مقبول میں تراویح نام کی کوئی نماز نہیں تھی۔ پھر سنت
کیسے ہوئی؟

مگر مجھے افسوس ہے یہ دہرا نا پڑتا ہے کہ دراصل اہل سنت حضرت رسولؐ

مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال و اقوال کو سنت نہیں سمجھتے بلکہ ان کے دوستوں یا رسول کے افعال و احکام کو سنت کا درجہ دیتے ہیں خواہ وہ رسول کے طریقوں سے کہنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں۔

اب تراویح ہی کی مثال لے لیں صحیح بخاری ہی میں ہے کہ اس نماز کا حکم مسلمانوں کے خلیفہ دوم نے دیا اور خود ہی اقتداء کیا کہ یہ اچھی بدعت ہے نبوت کے لئے دیکھئے۔

(۱) صحیح بخاری یا ماہ نمبر ۶ کتاب الصوم باب "فضل من قام رمضان"
(۲) مشکوٰۃ (مترجم) مطبوعہ نذر محمد صالح المطابع کراچی جلد ۱ ص ۳۳ حدیث

۱۲۱۶۷

اب جس وقت سنی صاحبان تراویح کو "سنت مؤکدہ" کہتے ہیں تہذیرت کے ساتھ پہنچی بھی آتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے محض اپنی رائے سے ایک قاری کے پیچھے جمع ہونے کا حکم دے کہ اس فعل کو "نئی چیز" تسلیم کر لیا ہے تو یہ سنت کیسے ہو گئی؟ کیا بی بی عائشہؓ اور حضرت عمرؓ نے جھوٹ بولا! اگر رسول خداؐ نے یہ نماز ادا کی تھی یا اس کا حکم دیا تھا تو پھر حضرت عمرؓ نے اسے "اچھی بدعت" یعنی نئی چیز کہنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔

چنانچہ بعد کے علماء نے بھی اسے ادلیات عمر ہی میں شمار کیا ہے اطمینان کے لئے دیکھئے۔

(۱) "الفاروق" مؤلفہ شمس العلماء شبلی نعمانی ص ۶۲ حصہ دوم

(۲) "تاریخ الخلفاء" علامہ حافظ جلال الدین سیوطی ص ۴۳، ص ۴۴

(۳) "انتقاد الرجع" ابو الجہدیت علامہ نذیر اب صدیق حسن بھوپالی ص ۶۲،

ص ۶۳ وغیرہ۔

بس چونکہ شیعہ ائمہ علیؑ اپنے امام اولؑ کے مذہب کے مطابق صرف سنت محمدؐ کے پیروکار ہیں اور حضرت عمرؓ کو امتی سمجھتے ہیں اس لئے سنت کے مقابلے

میں بدعت کو قبول کرنا ان کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔ لہذا وہ تراویح کے قائل نہیں۔ اس کے برعکس سنی حضرات حضورؐ کی سنت سے زیادہ مقام احکام صحابہ کا اعتقاد کرتے ہیں لہذا وہ باقاعدگی سے تراویح پڑھتے ہیں۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ حضرت عمرؓ نے نماز تراویح باجماعت کا حکم دیتے وقت اس بات کو ملحوظ نہیں رکھا کہ قرآن مجید میں آیات سجدہ بھی ہیں جن چار مقامات ایسے ہیں کہ جہاں فی الفور قاری و سامع پر سجدہ کرنا فرض ہوتا ہے وہ کسی ہی حالت میں ہوں لیکن دوسری طرف حکم یہ ہے کہ نماز کی ترتیب میں تبدیلی کرنا منع ہے یعنی رکوع سے پہلے سجدہ نہیں کرنا چاہئے۔ اب فرمائیں جب تراویح میں آیت سجدہ آئیگی تو حالت قیام کے بعد سجدہ کرنا واجب ہوگا۔ ادھر رکوع سے پہلے سجدہ کرنا مانع نماز ہے۔ اب ایسی صورت میں کسی ایک حکم خلاف دوسرا کرنا پڑے گی یا نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عام حالات میں اہلسنت کے ہاں بھی وہ سورتیں نماز میں پڑھنا منع ہیں جن میں سجدہ کی آیت موجود ہے۔ نیز یہ کہ حکم ہے نماز باجماعت کو لمبا نہ کیا جائے تاکہ لاغر و ضعیف حضرات کو تکلیف محسوس نہ ہو۔ جو شریعت انسانی ضروریات کو اس طرح ملحوظ رکھتی ہے اگر وہ بھوکے پیاسے لوگوں کو تراویح کی مشقت برداشت کرنے پر مجبور کرے تو یہ بات ایک نفی ہوگا اور بوجھ بھی!

بعد از افطار روزہ داروں کی طبیعت پر یہ بوجھ ضرور ناگوار گزرتا ہے اور اسلامی شریعت قدم قدم پر انسانی اقدار و تقاضوں کی حفاظت کرتی ہے یہی وجہ ہے حضورؐ اگر مہجہ انسانی کے مزاج شناس تھے تو تراویح کا نام تک نہ لیا۔

تراویح کے بارے میں یہ لطیف مستہزہ ہے کہ ماہ رمضان میں ایک انگریز نے اسلام قبول کیا دن بھر روزہ رکھا اور رات کو تراویح کی بیس رکعت نماز

پڑھی۔ اگلی صبح اس نے ترک اسلام کر دیا اور کہا کہ یہ مذہب استطاعت سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

تکبیراتِ جنازہ | مذہبِ شیعہ اور مذہبِ سنیہ کی نمازِ جنازہ میں بھی فرق ہے۔ سنی حضرات نمازِ جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں نہیں پڑھتے ہیں جبکہ شیعہ کی نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں پڑھی جاتی ہے سنی حضرات کا خیال یہ ہے کہ منافق کی نمازِ جنازہ کی حرافت کے بعد حضورؐ نے چار تکبیرات پڑھنا شروع کر دیں جبکہ اس امتناع سے پہلے آپ پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ لہذا آخری عمل رسولِ سنت ہو گا۔ جبکہ شیعہ بدستور پانچ تکبیروں کے قائل ہیں اُن کا دعویٰ ہے حضورؐ مومن کے جنازہ پر پانچ تکبیرات پڑھتے رہے اور عہدِ ابوبکر تک یہی سنت قائم رہی مگر حضرت عمرؓ نے چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے منع کیا۔

سنی حضرات کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آ سکی کہ حرمتِ نمازِ جنازہ منافق کے ساتھ ایک تکبیر کیوں کم کر دی گئی؟ یہ معاملہ ہمیں سمجھا دیا جائے کہ نماز تو منع ہوئی تکبیر کس لئے گھٹ گئی؟ جبکہ کتبِ سنیہ ہی سے ثابت ہے کہ پانچ تکبیرات حضرت عمرؓ کے زمانہ تک جاری رہیں لیکن انھوں نے چار سے زیادہ تکبیروں پر پابندی لگائی۔ نبوت کے لئے دیجئے۔

(۱) تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی ص ۴۳ و ۴۴

(۲) الفاروق علامہ شبلی نعمانی حصہ دوم ص ۶۶۳

(۳) تاریخ ابوالفدا - جلد اول ص ۱۴۲

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آنحضرتؐ ہی نے چار تکبیرات پڑھی تھیں تو پھر اصحاب رسولؐ نے اس سنت پر عمل کیوں نہ کیا کہ حضرت عمرؓ کو چار سے زیادہ تکبیرات کہنے پر حکم حرافت نافذ کرنا پڑا؟ یا تو لوگ سنت ہی پانچ تکبیروں کو سمجھتے تھے اور چار تکبیروں سے ناواقف تھے بصورتِ دیگر حضرت عمرؓ نے خلاف سنت ایسی

طرف سے یہ حکم دیا۔ تبھی تو اسے اولیات عمر میں لکھا جاتا ہے۔

پس اس حکم کو اولیات میں شمار کرنا ہی یہ دلیل ہے کہ عہد رسالت اور زمانہ ابوبکر میں اس سے مختلف عمل تھا یعنی پانچ ہی تکبیرات نمازہ جنازہ میں پڑھی جاتی تھیں۔

لہذا سنت رسول کو چھوڑ کر حضرت عمر کے حکم کی پیروی کرنا ایسا ہی ہے کہ رسالت محمد کا انکار کر کے بنوت عمر کو مان لیا جائے سنا یہ اسی لئے راہ ہموار کرنے کی خاطر یہ حدیث لکھی گئی ہے کہ ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا“ نا فہم۔

اس حقیقت کا اعتراف خود علمائے اہلسنت نے کیا ہے کہ بعد از رسول نماز میں تبدیلی کی گئی پناجہ مروجہ جہدین لکھنؤی قرنگی محلی اپنی کتاب ”وسیلۃ النجاة“ میں ص ۷۲ پر لکھتے ہیں۔

”بعد از رسول خدا التفسیر و تبدل در نماز کہ سنون دین است راہ یافت“
یعنی حضور کے بعد نماز جو کہ سنون دین ہے اس میں بھی تفسیر و تبدیلی ہو گئی اسی طرح صحیح بخاری اور ترمذی شریف وغیرہ میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ بعد از پیغمبر اصحاب نے نماز کو بھی تبدیل کیا جیسا کہ تلخیص الصحاح جلد اول کتاب الاختصاص بالکتاب والسنتہ ص ۳ میں ہے کہ:-

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو امور رسول اللہ صلعم کے عہد میں تھے ان میں سے اب میں کچھ بھی نہیں پاتا۔ دریافت کیا گیا (صحابہ نے پوچھا) نماز تو ہے۔ انس نے جواباً کہا کہ تم لوگوں نے نماز میں بھی کیا تفسیرات و تفرقات نہیں کئے ہیں۔

اب جبکہ خود محدثین و محققین اہل سنت و الجماعۃ اس کے مقرر ہیں کہ بعد از نبی امت نے نماز کو تبدیل کیا اور نئی باتیں داخل کیں اور رسول اللہ کے جاری کردہ امور کو پس پشت ڈالا تو پھر مذہب سنیہ کا بمطابق سنت رسول

ہونا کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔
حدیث رسول ہے کہ "حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا
جس نے دین میں کوئی نئی بات جاری کی وہ ہم میں سے نہیں ہے بلکہ وہ
مردود ہے"

(صحیح بخاری جلد چہارم ص ۱۱۱)

نیز حدیث ہے یقول النبی من عمل ایس علیہ امرنا قہر مردود، یعنی
حضور نے فرمایا جو کوئی ایسا عمل کرے کہ ہم نے اس کے بارے میں حکم نہ دیا ہو وہ عمل مردود
و ناقابل قبول ہے

سُنی حضرات سے گزارش ہے کہ منقولہ دونوں احادیث کی روشنی میں
ہماری معروضات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی نمازوں کا جائزہ لیں پھر یقیناً آپ
یہی فیصلہ فرمائیں گے جو آپ کے دوسرے بھائی لوگوں نے کیا۔ چنانچہ جماعت کثیرہ
ہی کی جانب سے ایک میفلٹ "الصلوۃ" شائع ہوا۔ جس میں نماز مردوبہ کا عنوان
انکار کیا گیا ہے اور ناشد ارادہ بلاغ القرآن لا پور نے واضح طور پر اس طرح لکھا ہے
"واضح رہے ارادہ بلاغ القرآن نے عرصہ ہوا ایک میفلٹ "الصلوۃ"
شائع کر کے وضاحت کر رکھی ہے کہ مردوبہ نماز رسولی نماز ہرگز نہیں ہو سکتی جمہیں
"فاقرع واماتیس من القرآن" کے خداوندی حکم کے خلاف غیر قرآنی
عربی جملے پڑھے جاتے ہیں۔ اور جس میں قرآن کریم کی وہ عبارتیں دہرائی جاتی
ہیں جو نماز یعنی خدا کے حضور حاضری کے مقام کے غیر مقتضی ہیں۔ جیسے کہ "ایاک
لعبد وایاک نستعین"، کے براہ راست خطاب کے ساتھ خدا کو مخاطب
کرنے کے بعد پھر اُسے کہا جاتا ہے قل ھو اللہ احد کہ اللہ ایک ہے۔ یا کہا جاتا
ہے قل یا ایھا الکافر وقل لا اعبد ما لعبدون.... لکھ ولی
دین۔ کافروں کو کہہ دے کہ تم کافر و احسن کی عبادت تم کرتے ہو میں اسکی
عبادت نہیں کرتا۔۔۔ تمھارا دین تمھیں مبارک اور میرا دین مجھے مبارک۔ نیز

نماز میں عام قرآن پڑھنا بھی مقتضی مقام کے خلاف ہے عقل و خرد سے بیزاری کی علامت ہے کہ حضور الہی میں نکاح و طلاق اور حقیق و نفاس کے مسائل کی تلاوت کی جائے۔

چونکہ رسول اکرم سلام علیہ کا ان تمام خلاف عقل اور خلاف قرآن چیزوں کا مرتکب ہونا ہرگز ممکن نہیں اس لئے ہم نے اعلان کر رکھا ہے کہ مروجہ نماز نہ رسولی ہے نہ قرآنی بلکہ یہ ہمیں بعد کی ایجاد ہے۔
(ماہنامہ بلاغ القرآن لاہور جون ۱۹۷۶ء ص ۱۱)

مندرجہ بالا وضاحت دربارہ نماز جو ادارہ بلاغ القرآن لاہور نے کی ہے۔ بالکل ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے نہ رہے بالسن نہ بجے بالبری۔ یعنی سرے سے نماز کا پتہ ہی غائب کر دیا ہے۔ چونکہ یہ اہل سنت بھائیوں کے گھر کا معاملہ ہے لہذا ہم اس پر ایسی کوئی رائے نہیں پیش کرتے اہل سنت والجماعہ حضرات جانیں اور ان کا ادارہ بلاغ القرآن ہمیں تو بس یہی کہنا ہے کہ خود کئی حضرات علانیہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی نماز نہ قرآنی ہے اور نہ رسولی بلکہ بعد کی وضع کردہ ہے یعنی بدعت ہے لیکن انہیں اس سے کہ تعصب و نفرت کی نہ تحریس انھیں آل محمد کی تعلیمات پر توجہ کرنے سے روکتی ہیں اگر وہ ان بدعتوں سے آزاد ہو کر خلوص نیت سے نماز محمد و آل محمد کے فلسفہ پر پور فرمائیں تو اس قدر جاہلانہ رائے کبھی بھی مرتب نہ فرمائیں کیونکہ مقررہ تمام امور نماز بمطابق عقل و خرد اور قرآن و سنت پائیں گے اور تفکیر کی ہدایات کی روشنی میں عقل خاص ان کی رہنمائی کرے گی پھر مقتضی و غیر مقتضی کا عند انشاء اللہ دفع ہو جائے گا۔ لیکن اگر خود سری اور فہم ناقصہ کا نام ہی عقل و دانش ہے تو پھر ایسی بیزاری خرد و ادراک کا کوئی علاج نہیں۔ انشاء اللہ ہم کسی اور مقام پر نماز کی لفظی تصویر کشی مکالماتی صورت میں پیش کر کے یہ ثابت کریں گے شیعہ نماز بالکل مربوط اور مسلسل ہے اور اس میں کسی بھی جگہ غیر مقتضی بات نہیں ہے جیسا کہ ادارہ مذکورہ کا زعم اپنی نماز کے

بارے میں ہے ہا
ادارہ بلاغ القرآن نے تو نماز کو کلام موصوع و مباحث قرار دیا ہے جبکہ

ہا ادارہ بلاغ القرآن کا دعویٰ ہے کہ صرف اکیلا قرآن ہی ہدایت کے لئے کافی ہے
لیکن احقر کی رائے ہے کہ انھوں نے انکار نماز کو کر کے دراصل اپنے موقف ہی کی تردید کر دی
ہے ان کی قرآن فہمی کا اندازہ منقولہ بیان ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ سورۃ الفاتحہ کو قرآن
کے دیباچہ و خلاصہ کی حیثیت حاصل ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ یہ ایسی سورت ہے کہ اس
کے بعد کلام مجید کی کوئی بھی آیت پڑھی جائے تو اس سے مربوط ہو کر بامقصد معنی دیتی ہے
اور تعاضدائے نماز پر لاگتی ہے یہ بات ایک طرف قرآن کے اہلجامی ہونے کا قوی ثبوت ہے
اور اس کی فصاحت و بلاغت کی تائید کرتی ہے تو دوسری طرف معتزض کا اعتراض
رفع کر دیتی ہے۔ چونکہ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ توحید کی تلاوت کو ادارہ موصوفہ نے
خصوصاً نشانہ اعتراض بنایا ہے لہذا ان کے شبہ کی خاطر اس حاشیہ میں چند مروضات
پیش خدمت ہیں۔

نماز بظاہر حضورِ راجی میں دعا گوئی ہے لیکن اس کے معنی بہت وسیع ہیں کہ اس
ایک عمل میں پوری تعلیم اسلام کی فکری و عملی تشریح موجود ہے جس پر مفصل روشنی
ہم نماز کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے ڈالیں گے تاہم مختصراً یہاں نماز بمعنی عام عبادت کا جائزہ
لیتے ہیں کہ مسلمان جب نماز کے لئے آتا ہے تو اللہ کی بڑائی کے اقرار کے ساتھ ہاتھ بلند
کر کے اس بات کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے کہ اے اللہ! تجھ بندہ مخلوق تیری بارگاہ میں
تمام دیگر دنیوی امور کو ترک کر کے تیرے حضور آیا ہے۔ (جو لوگ پیٹ کو تھام لیتے
ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ رہے ہیں لیکن پیٹ چھوڑنا بس میں نہیں ہے!)
اور گزارشات تیری بارگاہ دم و جوہیں پیش کرتا ہے اور وہی الفاظ استعمال کرتا ہے جو
تو نے نازل کئے کہ تیرے پسندیدہ ہیں لہذا کہتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
کہ میری گفتگو کا آغاز تیرے نام کے ساتھ ہے اور چونکہ تو بہت ہی دالال ہے لہذا

رسوائے زمانہ محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب ”تحقیق سید و سادات“ کے صفحہ ۳۱ پر

اگر کوئی خفی یا علانی کوٹاہی ہو جائے تو اسے اپنی رحمت کے صدقہ میں دے گذر فرما اس لئے کہ ایسی نیک صفات و تعریفات تو تیرے ہی لائق ہیں (الحمد للہ) کیونکہ بلا تمیز نیک و بد تو نے ساری مخلوق کی پرورش کا ذمہ اٹھایا ہے (مراتب العالمین) اور ہم نے جو تمہیں رحمت و رحیم کہا ہے تو اس کا ثبوت یہی ہے کہ تو فی الواقع الرحمن الرحیم، کیونکہ غامی و نیکو کار کو اس کے اعمال کی پرواہ کئے بغیر اپنی بارگاہ رحمت سے پالتے ہیں حالانکہ غیر خدا میں ایسے ادھاف کہاں ہیں۔ مگر ہمارا ایمان ہے کہ تو عادل ہے۔ ایک دن تو نے ایسا مقرر رکھا ہے کہ جب تو ہمارے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور یہ شک اُس دن تیری ہی حاکمیت و بادشاہت کا دربار عدل منقہ ہوگا۔ اور تو جزا و سزا کا فیصلہ ضرور کرے گا کہ تو صالح کی طرف الدین ہے۔ ہم نالوثاں بندے ہیں اور تیری رحمت پر بھروسہ کرتے ہیں تیری بندگی اور فرمانبرداری اس طرح نہیں بجا لاسکتے کہ جس طرح اس کا حق ہے لیکن پھر بھی ہم تیرے علاوہ کسی دوسرے مخلوق کو لائق بندگی نہیں سمجھتے ہیں اور نہ ہی تیرے ہوتے ہوئے ہم کسی دوسرے سے تیری مرضی کے خلاف کسی قسم کی امداد کے طالب ہیں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین جو نہ ہم تجھے معبود اعتقاد کرتے ہیں اور تجھے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا عادل حاکم تسلیم کرتے ہیں لہذا تیری ہی مدد مانگتے ہیں خواہ تو خود براہ راست کر یا اپنے کسی مقرر کردہ کے ذریعہ سے اعانت فرما اور تیرے ہاں دور کر ہمارے خامیاں رفع فرما۔ اور اس راہ کی ہدایت و نصیحت میں اضافہ فرما جس کو تو پسند کرتا ہے کہ وہی راہ مستقیم ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم کیونکہ تو نے خود دین تعلیم دی ہے تو کوئی تیرے پسندیدہ راستہ پر چلے گا تو تو اس پر انعام دے گا۔ اور بالحققت جتنے لوگ اس راہ پر گامزن ہوئے تیری نعمات کے خزانوں نے مہمانان باسعادت ہستیوں کے لئے کھول دیئے گئے۔ صراط الدین انعمت علیہم اور

مسئلہ درود میں نماز کو جو عابعد کی پیداوار تحریر کیا ہے۔ شاید عباسی اگر مھوڑے دن

ہمیں یہ بھی پتہ ہے جو لوگ اس راہ کے مسافر نہ بنے وہ تیری غضبناکی کی زد میں آئے
یا راستہ میں اپنی معصیتوں سے بھٹک گئے ان کا انجام بھی عبرتناک ہوا لہذا ہم التماس
کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے لوگوں کی پیروی کرنے سے محفوظ رکھ عید المصنوب علیہم
ولا الضالین۔ اور چونکہ ساری تقریفات نیک کا تو ہی سزاوار ہے اس لئے کہ
تو ہمیں پالتا پوسنتہ ہے لہذا جس کا کھاؤ اس کے گیت گاؤ۔ ہم تیری اس مہربانی
کا ہر یہ تشکر بجالاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں الحمد للہ رب العالمین۔

(مذہب جعفریہ کی نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد دوبارہ یہی قرآنی الفاظ
دہرائے جاتے ہیں کہ سنت ہے جبکہ غیر شیعہ حضرات تائین کے قائل ہیں حالانکہ
آمین قرآن مجید میں نہیں ہے۔)

اے بار الہام جس قدر بھی تیری تعریف کم ہیں اور شک کہ بجا لائیں وہ کم ہے
مگر تیرا نام اللہ ہے جو کہ ذات رحمن و رحیم ہے لہذا تیری رحمت پر اعتماد ہے تو ہمارا
یہ قلیل تذکرہ بھی قبول کرے گا۔ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کیونکہ تیری
ذات و صفات میں کوئی دوسرا داخل نہیں ہے۔ اور تو نے ہمیں حکم دیا ہے کہ
ہم تیری توحید ایسے مابین جس طرح تو نے اپنی کتاب حکم میں تعلیم دی کہ کہو
اللہ اکیلا ہے (قل هو اللہ احد) ایک بھی نہیں کہ اس کا آدھا کیا جاسکتا ہے۔
لہذا ہم تجھے احد ماننے میں اور ایسا احد جو ”صمد“ بھی ہے۔ کہ بے نیاز
ہے یہ اکیلا پن اس کی گنتہ ذات کے لئے کسی احتیاج کا باعث نہیں جس طرح
کہ ہم گنہگاروں کے نزدیک کسی کا اکیلا ہونا اکثر قابل رحم نظر آتا ہے۔ (اللہ اھمد)
تیری شان بے پناہ کی ایسی ہے کہ تو لحد یلدا و لحد یلدا ہے کہ تجھ سے پہلے
کوئی ایسا نہ تھا کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہو اور نہ ہی تجھ سے کوئی پیدا ہوا کہ تیری ذات
الاحد اپنے سے پہلے نہ ہو اور تو ایسا بے مثل و مثال ہے کہ کوئی تیرا ہم نہیں ہو

اور زندہ رہتا تو اپنی نماز کو کُلّا مٹیل و محرف کہہ دیتا۔

تیری کوئی نظیر نہیں ہے تو نے اپنے جیسا کسی کو ہونے ہی نہیں دیا۔ (ولہذا یکن لہ کفو احد) پس ایسی منفرد حیثیت کی بناء پر یقیناً تجھ سے بڑا کوئی نہیں ہے تو ہی اکبر ہے۔ ”اللہ اکبر“

چونکہ تعظیم الٰہی کے لائق ہے اور سر ہم تیرے ہر حالت میں محتاج بندے ہیں لہذا ہماری دعا ہے کہ ہمارے محسنین محمد و آل محمد پر رحمت کر کیونکہ اُن کی بدولت ہمیں تیری آشنائی ہوئی ہے۔

(غوثا مذہب شیعہ میں سورہ اخلاص دوسری رکعت میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد دعائے شہادت پڑھا جائے گا کہ پڑھی جاتی ہے) ہم ہر لمحہ پھیل کر التجا کرتے ہیں کیونکہ تو کھلے ہاتھوں سے اپنی رحمت تقسیم کرتا ہے کہ اے ہمارے پالنے والا اور حساب ہماری کوتاہیوں کو اپنی ربوبیت کے حدود میں معاف کر دینا۔ ہمارے گناہوں کو بھی معافی دے دینا اور ہمارے اُن ایمانی بھائیوں کی مغفرت کرنا جنہوں نے تیرا دین قبول کیا جیسے تو نے حکم دیا (اے بنا اعظمی و والدی و المؤمنین یوم یوم الحساب) اے ہمارے اللہ ہم پھر ملتی ہیں کہ ہم سب کی مغفرت کر اور رحم فرما (کیونکہ تیرا عدل ہمیں سزاوارہ قرار دے گا) اور اس دُنیا اور آخرت میں عافیت عطا کر اللہم اعف لنا و اعفنا و اعف عنا فی الدنیا و الآخرۃ) کیونکہ بہ تحقیق تجھے تو ہر چیز پر قدرت ہے۔ (انک علی کل شئی قدير) اور یہ سب باتیں تو ہمیں تیرے رسول کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں لہذا ہم اس احسان سے فراموشی کرنا تیری ناراضگی کا باعث سمجھتے ہیں اور اپنے دنیوی اور آخری مفادات میں تیرے نبیؐ کے اس احسان کو بھولے نہیں لہذا تیرے حکم کے تابع ہو کر عفو و مغفرت آپس میں پاک رسول اور اس کی طاہر اہل پر درود بھیج۔ (اللہم صل علی محمد و آل محمد) تیرے حبیب اور ان کی آل طیب نے ہمیں تیرے حکم سے یکسو کر دیا ہے کہ جب بھی تیری

پس جب گھر کے بھیدی نے لڑکا ڈھانا شروع کر دیا ہے تو

قدرت و بالاکستی کا تذکرہ ہو تو تیری حاکمیت کا اقتدار سرنگوں ہو کر کیا جائے چوں کہ تو صاحب قدرت و اختیار ہے اس لئے تجھ سے بڑا کوئی نہیں تو اکبر ہے اور تیری اس بڑائی کا اقتدار ہم صرف زبانی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ عملاً اپنی پستی کا اظہار تیرے حضور سر اور سر خمیدہ کر کے اعلائے صدق دل سے تیری ذات سبحان کو عظیم و برتر تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ بلا شک و شبہ تو ہی اس تعریف کا مستحق ہے۔ (سبحان ربی العظیم و حمدک) اور ہم تیری تسبیح پڑھ رہے ہیں تو اس لئے کہ ہم اللہ ہمارے حمد و ثنا ہے (سمع اللہ لمن حمد) اس لئے کہ ذات صفات میں اس سے بڑا کوئی نہیں کہ اللہ اکبر۔

(مذہب سنیہ میں ذکر رکوع میں حمد خدا نہیں کی جاتی ہے لیکن رکوع کے بعد حمد و ثنا سمیع اللہ لمن حمدہ کہا جاتا ہے عملاً سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب حمد کی ہی نہیں گئی تو سنا کیا؟ لہذا اس عادت سے بھی سنی نماز ناقص ثابت ہو جاتی ہے قرآن مجید میں جہاں فرشتوں کی تسبیح کا ذکر ہے وہاں حمد ساتھ بیان ہوئی ہے اور شیعوں کا یہ عمل قرآن مجید اور سنت رسول سے ثابت ہے۔ لیکن ذکر رکوع اور سمیع اللہ لمن حمدہ کا ظاہری تضاد بھی سنی نماز کو باطل قرار دیتا ہے۔)

چونکہ ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہمارے معروضات سنے ہیں لہذا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تیرے جیسے احکام الٰہی امکین نے ہمارے کشنوائی کی جبکہ دنیا کے عام افسردہ تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے کئی کئی پاپہ سیلے پڑتے ہیں۔ لہذا ہم پھر تیری بڑائی کا اعلان ہاتھ اوپر کر کے کرتے ہیں اور اس فریاد رسی پر تیرا سجدہ شکر بجالاتے ہیں اور تیرا بزرگی و تقدس کا اعتراف کر کے اپنی کمتری کا ناجیزی کا اعتراف کرتے ہیں اس لئے اعضائے سجدہ خاک نشین کرنے کو ننگا بوسے پر توجہ دیتے ہیں اپنی جبین نیاز کو تیری درگاہ بے نیازی میں خاک پر رکھ کر تیری عطا کو مانگتے ہیں اور عملاً اپنی

اب بھی وقت ہے۔ ہشیار ہو جائیں !

بلندی پہی سمجھتے ہیں کہ تیری ذات اعلیٰ کے سامنے انتہائی پست ہیں تو قوی وغنی ہے۔ ہم لائق و محتاج ہیں اور مگر سجدہ مقرر ہیں کہ تو لائق تسلیم ہے اس لئے کہ تو اعلیٰ ہے اور اس تعریف کا حقیقی سزاوار بھی تو ہی ہے (سبحان ساری الاعلیٰ و مجدہ) پس اے اللہ تو بڑا ہے کیوں کہ تیری ذات سب سے اعلیٰ ہے اور اس حمد میں بھی تیرا کوئی متریک نہیں ہے۔ مگر ہمیں تیرے ساتھ یہ قربت بھی تیرے مقرر کردہ وسیلہ کے ذریعہ نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے ہم اس وسیلہ فقرت خدا کو ایسے مقام پر بھول جانا طوطا چشمی اور مطلب برآری سمجھتے ہیں پس ہم حق مؤدہ کا پاس کرتے ہوئے تیری بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ پالنے والے ہمارے محسن رہیں ان پر اپنی رحمت نازل فرما۔ (سب صلی علی محمد و آلہ) اور ان کے صدقہ میں ہم اپنے رب سے بخشش کے امیدوار ہیں اپنے گناہوں کے بارے میں توبہ کے وعدہ کے ساتھ۔ (استغفر اللہ ساری و التوب الیہ) جب ہم اپنے گناہوں کا تصور کرتے ہیں تو سرگرم سے منہ چھپائے جھک جاتے ہیں مگر تیری ذات غفار سے یاروں نہیں ہیں۔ توبہ و استغفار قبول کرنے والا کچھ سے بڑا تو توئی دوسرا نہیں ہے کہ تو اللہ اکبر ہے۔ لہذا سر نہ امانت خاک پر گر کر توبہ و تفسیح و تفسیر تیری حمد کے ساتھ دوبارہ بجاتے ہیں کہ حمد و تعریف کا استحقاق تجھے ہے اور تو نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے رسول کا ذکر بھی بلند کیا ہے اور سافعنالک ذکرک کا وعدہ فرمایا ہے لہذا سبحان ساری الاعلیٰ و مجدہ کے ساتھ ہم تیرے رسول اعلیٰ کا ذکر بھی کرتے ہیں اور بتی ہیں کہ بارالہا اپنے رسول اور ان کی آل پر صلوة بھیج اس لئے کہ انھوں نے تیری توحید خالص کو ساری دنیا میں پھیلایا اور ہمیں یہ کلمہ پڑھایا جو فلاح کا ضامن ہے۔

استغفران لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ والحمد للہ ان محمد عیدہ ورسولہ۔

تیری ذات محمد قد و متناس ہے۔ ربی برا بر عمل کا انسان بھی تیری بارگاہ سے ملتا ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ کا :-

تو نے اپنے محبوب کی محنت کا صلہ بھی باقی نہیں رکھا ہے اور اتنا خوش ہوا کہ ہے کہ پوری خدائی کا بند و بست اسے سونپ دیا ہے چونکہ مجھے یقین ہے کہ تیرا حبیب تیری منشاء کے خلاف کوئی عمل کرتا ہی نہیں وہ بولتا ہے مگر جب تو چاہے لہذا تو نے انھیں مصطفیٰ کیا اور ان پر درود پڑھے بغیر تو نماز کو قبول نہیں کرتا ہے اب چونکہ تشہد میں ان کا اسم گرامی آیا ہے اور تیرا حکم ہے جب تیرے رسول کا نام نامی آئے درود پڑھا جائے لہذا ہم تیری اطاعت میں تیرے رسول پر پورا درود پڑھتے ہیں کہ اللہ صلی علی محمد وآل محمد تیرے حکم و سلام تسلیم کے مطابق ہم بدینہ سلام نذر کرتے ہیں کہ اے نبی! آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔

(السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)
اور آپ کی طہنیل ہماری بھی اور تمام نیکو کار بندگان خدا کی بھی سلامتی ہو پس چونکہ رسول کو حاضر جان کر ندا کر کے سلام کیا جاتا ہے لہذا متعجبانہ خدا و رسول بزبان نمازی جواب ملتا ہے کہ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہ تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہے۔ جب نمازی جواب سلام حاصل کرتا ہے تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ قبولیت صلوٰۃ کا یقین کرتا ہے اور بے اختیار نعرہ تکبیر بلند کر کے ہاتھ اٹھا اٹھا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ کی حمد دیتا ہے اور خدا کی بزرگی کا اعتراف کر کے نماز ختم کرتا ہے :-

۵۰ روزہ

نماز کے بعد دوسرا درجہ روزہ کا ہے۔ جسے عربی زبان میں ”صوم“ کہتے ہیں۔ جس کے لغوی معنی خاموشی کے ہوتے ہیں۔ یا باز رہنے اور رک جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اول الذکر معنی پر بھی ”صوم“ کا اطلاق اسی مفہوم کے لحاظ سے ہے کہ زبان کو بولنے سے باز رکھا جائے اور کام کو روکا جائے۔

روزہ کے معنی اصطلاح اسلام میں ان معنی کو مزید وسعت دی گئی ہے اور ترک جانا یا باز رہنا لغوی اعتبار سے واجبات کا ترک کرنا اور مستحبات سے باز رہنا ہے مگر شرعاً خاص امور کا چھوڑنا جن سے شریعت نے اس میں منع کیا ہے خاص ارادہ یا نیت کے ساتھ ”صوم“ یعنی روزہ کہا جاتا ہے۔ یہ اسلامی حیثیت سے فرض ہے اور پورے ماہ رمضان میں اسے واجب قرار دیا ہے اس کے علاوہ نذر عہد، کفارہ وغیرہ کے لیے بھی روزہ رکھا جاتا ہے لیکن اس وقت ہمارا مقصد فرضیہ ماہ رمضان پر گفتگو کرنا ہے۔

مادہ پرستوں کا اعتراض مادہ پرست لوگ اور مذہب دشمن طبقہ معترض ہیں کہ اسلام نے ایک ماہ کے روزے فرض کر کے ایک طرح کی ترک دنیا کی تعلیم دی ہے اور اپنے رہبانیت کی مخالفت کے اصول کی خود ہی خلاف ورزی کی ہے۔ مہینہ بھر کی زندگی سے محروم مدت دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے بھی روحانیت کی ارتقار کے لیے وقف کی ہے اور اس عرصہ کیلئے مادیت کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن یہ انداز فکر بھی حقیقی اسلام سے ناآشنائی کا ہی نتیجہ ہے۔

حالانکہ روح اور مادہ کا ایسا تعلق ہے کہ دونوں کا افتراق زندگی کو مائل ہے دونوں اس طرح باہم مربوط ہیں کہ ایک کا اثر دوسرے پر ہوتا ہے۔ روحانی احساسات

کا اثر جسم پر ہوتا ہے اور جسمانی تاثرات رُوح کو متاثر کرتے ہیں مثلاً خوف ”روحانی احساس“ ہے جبکہ جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے کہ چہرہ خوفزدہ دکھائی دیتا ہے آنکھیں متحرک ہو جاتی ہیں۔ لبوں پر خشکی آ جاتی ہے جسم میں لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ الغرض جیسا احساس ہو گا۔ ویسے ہی اثرات نمایاں ہوں گے۔ اسی طرح اگر جسمانی تکلیف ہو جائے تو اس کا اثر رُوح پر پڑتا ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے کہ عموماً طبیعت کی خرابی مزاج پر اثر انداز ہوتی ہے۔ علالت کے باعث چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے بات بات پر غصہ آتا ہے خرابیِ معدہ کی حالت میں بعض اوقات بھیاں تک خواب آتے ہیں۔ اور ایسے اثرات جسمانی خرابی کی وجہ سے رُوح پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

پیدائش سے موت تک رُوح انسانی ایک ہی طرح رہتی ہے جبکہ جسم نشوونما پاتا ہے۔ مگر جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ عقل بھی بڑھتی ہے اور پھر بعض اوقات بڑھاپے کے باعث عقل بھی بہک جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کے قوائے جسمانی کا اثر قوائے روحانی پر پڑتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ مادہ رُوح آپس میں لٹوٹ انگ ہیں اور ان کی جدائی کا نتیجہ خاتمہ ہے۔

انسان بھی رُوح و جسم کا مرکب ہے۔ واجب الاطاعت اور قابل قبول مذہب وہی ہو گا جو اس مرکب کو قائم رکھتے ہوئے انسانی زندگی کو جاودانہ اور معتدلانہ اصول عطا کرے۔ ایسا مذہب جو دونوں میں سے کسی ایک سے بھی لاپرواہی برتے ناقص اور ناقابل قبول ہو گا۔ لہذا ایسی مذہبی تعلیم ہی صحیح ہو سکتی ہے جو ہمہ گیر ہو۔ جسم مادی اور رُوح دو متضاد چیزیں ہیں یہ قدرتِ خلاق عالم کا کرشمہ ہے کہ ان کو شیر و شکر کر دیا۔ لیکن رُوح کی غذا اور ہے اور جسم کی خوراک دوسری۔ رُوح افزا اشیاء دیگر ہیں اور جسم پر در چیزیں ایک ہیں۔ دونوں کو اپنی اپنی مطلوبہ خوراک کی ضرورت ہے ان میں کسی ایک کو بھی جھوکا نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن رُوح کو جسم پر حاکم کی حیثیت حاصل ہے کہ پورا جسم رُوح کی تابع فرمانی کرتا ہے۔ اسی فطری حاکمیت کو اسلام نے بھی تسلیم کیا ہے اور اس کے نزدیک اشرف و افضل ہے کہ جسم کی حیثیت ثانوی ہے بلکہ جسم کی پرورش کا منصب اللہ ہی بقائے روحانی ہے اسی مقام پر مادہ پرستی اور اسلام

کا ٹکڑا ہو جاتا ہے کیونکہ اہل مادیت صرف مادہ کی ترقی اصل مقصد قرار دیتے ہیں جبکہ اسلام مادی پرورش کو بھی ضروری سمجھتا ہے مگر اس لئے کہ وہ رُوح سے منسلک ہے اور روحانی بقا اور تقارر اس پر موقوف ہے۔

مادیت کی حفاظت | اسلام نے مادی زندگی کا قدم قدم پر خیال رکھا ہے لیکن اپنے نصب العین کی حدود میں اگر اسلام مادیت کا مخالف ہو تا تو خود کشی کوئی جرم نہ ہوتا کیونکہ اس طرح مادہ سے چھٹکارا حاصل کر کے انسان کی رُوح کو ارتقاء ملتا۔ اسی طرح روحانی احکام پر اسلام نے بعض اوقات مادیت کو فوقیت دے دی ہے مثلاً نماز جیسی عبادت ہی کو لیجئے محض مادی ضروریات و تکالیف کا احساس کرتے ہوئے نماز کی رعایت کے احکام ہیں معذوروں پر جہاد فرض نہیں ہے تقیہ کی سہولت ہے۔ الغرض مادی حفاظت کی خاطر اسلام نے اپنے احکام میں تبدیلیاں گوارہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ شریعت مادیت کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرتی ہے۔

حکم صوم جسے مادی پہلو سے تو تغافل کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے اسی میں اس قدر مراعات ہیں کہ ان کے تجزیہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام نے کسی پہلو سے بھی مادی تقاضوں کو پس پشت نہیں ڈالا۔ لیکن چونکہ اس نظام کی بنیاد عدل پر ہے لہذا حدود عدل کی قیود ضرور عائد کی گئی ہیں۔ ذرا غور فرمائیں اگر انسان بیمار ہے اور روزہ اس کے لیے مضر ہے تو روزہ کے فرض کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ حالتِ سفر میں روزہ ضروری نہیں۔ لیکن اس کے عکس اسلام مادی لذائذ، عیش و عشرت کی اتنی خاطر داری نہیں کرتا ہے کہ فرائض کو نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ یہ کو تاہی رُوح کے لیے ضرر رسان ہے۔

روزہ کے مادی رُوحانی فائدے | عبادات اسلامیہ سے روحانی ارتقاء ضرور مقصود ہے اگر کسی وقت

جسمانی فائدہ مدنظر ہو تا تو ان کا کسی نہ کسی طرح انجام پا جاتا خواہ بغیر قصد قربت کے ہو۔ ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیے کافی ہوتا ہے مگر قریتہ الی اللہ اس عمل کے بجا لانے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسکی رُوحانی ترقی کے لیے بجا لاتے ہیں مگر اسلامی

عبادتیں صرف اعتقادی پوجا پاٹ نہیں ہے بلکہ ان کی حرکات و سکنات و کیفیات ایسے قرار دیئے گئے ہیں جو جسم سے متعلق ہیں لہذا روحانی بلندیاں کے ساتھ ان میں مادی فوائد بھی منظر ہیں۔

روحانیت کا ارتقاء ادراک و معرفت سے پیدا ہوتا ہے جذبات صالح پیدا ہونے سے خدا سے تعلق بھی ہو سکتا ہے اور بندگانِ خدا سے بھی مادی فوائد انفرادی بھی ہو ہو سکتے ہیں۔ اور اجتماعی بھی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ ان حیثیتوں سے کتنے فوائد کا حامل ہے۔

عبادت کی اصل روح احساسِ عبودیت ہے اور یہی ادراک روحانی ارتقاء کی راہیں واضح کرتا ہے انسان کو اپنے افعال و اعمال کا عیسیٰ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ نیک و بد میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ خوشنودی خدا اور ناراضگی خدا کے نتائج سے باخبر کرتا ہے بندہ کی انتہائی بلندی یہی ہے کہ معبود سے حتی الامکان قوی ارتباط رکھے اپنی نیازمندی اور احتیاج کے اعتراف سے جس قدر بندے کو اپنی حاجت مندی کا بارگاہِ الہی میں زیادہ اقرار ہوگا۔ اتنی ہی اس کی نگاہ آرزو اس کی جانب مڑے گی اور دستِ توسل اس کی طرف بڑھے گا جس قدر امان آرزو وسیع ہوگا۔ اسی قدر فیاض وجودِ مالک کی طرف سے عطاء ہوگی چنانچہ اسی اعترافِ نیازمندی کا نام ہے احساسِ عبودیت اور اسی درجہ کے حصول کو عبودیت کہتے ہیں جس کی ترقی انسان کی معراجِ کمال ہے۔ یہی وجہ ہے جب خدا نے غایت کائنات سرور و دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کا ذکر کیا ہے تو وہاں حضور کو عبد فرمایا۔

اس احساس کا اثر زندگی کے تمام شعبوں پر پڑے گا۔ اور عمل اس احساس کو پیدا کرنے والا ہوگا وہ انسانی زندگی کی عملی اصلاح کا باعث ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی عمل بذاتِ خود جزوی حیثیت رکھتا ہو۔ لیکن اگر اس نے انسان کے دل و دماغ کو اس احساسِ عبودیت کا مرکز بنا دیا تو نتیجہ اس کا کئی ہوگا۔ مثلاً یہ کہ ارشاد ہے کہ نماز برائیوں سے باز رکھنے والی ہے یہ صرف اس احساس و افعال کی بنا پر جو نماز سے نفسِ انسان میں پیدا ہو سکتا ہے۔

باعث روزہ روزہ کے متعلق آیت صوم اس طرح ہے کہ اے مومنو! تم پر روزہ رکھنا واجب قرار دیا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ شاید تم متقی بن جاؤ۔ یعنی بیان آیت سے ظاہر ہے کہ روزہ اس لیے فرض قرار دیا جا رہا ہے کہ اہل ایمان میں صفت تقویٰ پیدا ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ مقصود خالق ”تقویٰ“ ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ روزہ ایک ایسا عمل ہے جو تقویٰ کا باعث ہے مگر اکثر لوگ روزہ اس طرح رکھتے ہیں کہ تقویٰ کا اثر تک نہیں ہونے دیتے۔ بعض یوں روزہ کو انجام دیتے ہیں کہ اس کا نتیجہ ناقص نکلتا ہے اور کم ہی ایسے افراد ہوتے ہیں جن کے عمل سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

تقویٰ اب یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ ”تقویٰ“ کیا شے ہے؟ جو روزہ رکھنے کا نتیجہ ہے اولاً تو اسلام نے اس صفت کو عظمت انسانی کا معیار مقرر کیا ہے کہ سب سے معزز اور ذیشان وہ شخص ہے جو تقویٰ کی صفت سے متصف ہے۔

خوف ہمارے اہل سنت بھائیوں کے ہاں تقویٰ سے مراد اللہ میاں سے ڈرنا ہے یعنی اس مذہب میں روزہ رکھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ میاں سے ڈرتے کی صفت پیدا ہوتی ہے لیکن جب ہم اس ماحصل کو عقلاً دیکھتے ہیں تو یہ تصویر ہی بہت ڈراؤنا ہے کیونکہ مشاہدہ گواہ ہے کہ ڈرا ہمیشہ تین چیزوں سے جاتا ہے پہلی بھیاں تک یعنی ایسی چیز جو کریمہ المنظر ہو اور منافرت طبعی کے باعث ڈراؤنی ہو۔ جیسے غول بیابانی کا خیالی مجسمہ یا تصویر دوسرے وہ جس کا سابقہ انسان کو پہلے نہ پڑا ہو اور پہلے پہل اس کا سابقہ ہو رہا ہو اس لیے طبعیت اس سے غیر مألوس ہو اور وحشت کرتی ہو۔

تیسرے وہ طبعیت کے تقاضے کے مطابق آزار رساں اور تکلیف دہ ہو جیسے درندہ ظالم نہر ہلا جانور دشمن وغیرہ۔

لیکن خدا تعالیٰ کی ذات میں تو ان میں کا کوئی بھی سبب نہیں ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ خوفزدہ تو باعث آزار چیز سے ہوتے ہیں۔ بُری شے سے ڈرتے ہیں۔ خدا کا تو تقرب حاصل کرنا چاہیے اس سے محبت کرنا چاہیے۔ شاید یہ اسی

غلط تعلیم ہی کا نتیجہ ہے کہ لوگ اب خدا کے نام سے بھی ڈرتے ہیں مسجد کو دور سے دیکھ کر سینما میں گھس جاتے ہیں۔ چونکہ مذہب اہل سنت کی ہر بات الہی ہے لہذا اس تقویٰ کا مطلب بھی یاں لوگوں نے اُٹھا ہی لیا ہے حالانکہ حقیقت میں خدا سے نہیں ڈرنا ہے بلکہ اپنے نفس سے ڈرنا ہے۔ ان اعمال سے ڈرنا ہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہوں اور جس قدر خدا کی محبت و عظمت نگاہوں میں زیادہ ہوگی۔ اتنا اپنے افعال کی کوتاہیوں کا اندیشہ زیادہ ہوگا۔ پس یہی تقویٰ ہے جسے بھائی لوگوں نے اللہ کو معاذ اللہ بھوت بنا دینے کے معنی دے رکھے ہیں۔ اسی تقویٰ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے قلب و دماغ کے متاثر ہونے کا جو عظمت الہی کا احساس ہے جب یہ اثر انسان کے نفس پر قائم ہو جائے گا۔ تو انسان کے تمام افعال و اعمال میں توازن و اعتدال اور عمومی طور پر فرض شناسی کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ تمام افعال اگر یہ اعضا انسانی کے اعتبار سے بیٹے ہوئے ہیں۔ اور جرائم بھی اسی لحاظ سے تقسیم ہیں۔ کچھ نگاہ کے گناہ ہیں کچھ کانوں کے کچھ ہاتھوں کے اور کچھ پیروں کے لیکن قول حکما ہے کہ نفس انسانی اپنی یکتائی کے ساتھ تمام قوتوں کا مجموعہ ہے جو طاقت نفس کو متاثر بنا ئے گی۔ وہ ایک ہی قوت میں تمام قوائے عملی اور کل اعضا پر اثر انداز ہوگی۔ پس جو شے نفس کو متاثر بنا دے وہ انسان کے تمام افعال و اعمال میں فرض شناسی کا ملکہ پیدا کر دیگی اور اسی کا نام تقویٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کو بُری باتوں سے روکنے والا عمل کہا گیا۔ اور روزہ کو تقویٰ کا سبب ٹھہرایا۔

سبب تقویٰ انسان اپنی ضروریات مادّیہ کے شکنجہ میں گرفتار ہے اور اُن سے باز رہنا اپنے لیے انتہائی دشوار سمجھتا ہے ضرورتِ زندگی تو ہے ایک طرف انسان غیر عقلی عادتوں سے بھی مرعوب ہوتا ہے مثلاً تمباکو نوشی وغیرہ۔ عام حالات میں انسان ان چیزوں کا ترک کرنا وبال جان سمجھتا ہے مگر روزہ کی حالت میں ایک غیبی قوت کا دباؤ ہوتا ہے جس کے اثر سے انسان ہر ضرورت سے محروم رہنے کی تکلیف بھی گوارہ کر لیتا ہے حالانکہ وہ مجبور بھی نہیں ہوتا۔ پس یہی احساس ترقی کرتے کرتے اس مقام تک بھی آجاتا ہے میدانِ جہاد

میں ایسا رجحان پر بھی آمادہ کر دیتا ہے اور با عظمت ماکہ کے حکم کی اہمیت کا احساس اس پہنچا جاتا ہے کہ اپنی زندگی بھی اُس کی خوشنودی کے سامنے بیچ نظر آتی ہے پس معلوم ہوا کہ روزہ انسان کے نفس پر عظمت الہی کا اثر مرتب کرتا ہے اسی لئے سبب تقویٰ ہے۔

ایک سوال یہاں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ خود روزہ کا رکھنا اس عظمت و اہمیت ہی کا احساس نہ ہو گا۔ تو وہ روزہ کیسے رکھے گا۔ اس کا روزہ رکھنا از خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل احساس موصوفہ ہی کا نتیجہ ہے پھر روزہ کو اس احساس کا پیدا کار کیسے تسلیم کیا جائے مگر اس کا جواب آسان ہے۔ مثلاً جسمانی ورزش لیجئے۔ ظاہر ہے کہ بغیر طاقت و ہمت کے ورزش نہیں کی جاسکتی۔ لیکن ورزش از خود بھی طاقت کا سبب ہے یعنی مطلب یہ ہوا کہ ایک خاص مقدار قوت کا پہلے سے ہونا ورزش کے لئے ضروری ہے لیکن ورزش کے ذریعہ اس طاقت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مخصوص درجہ کا اعتقاد دربارہ رب العزت پہلے سے موجود ہونا ضروری ہے۔ تبھی انسان روزہ رکھے گا۔ اسی لئے آیت صوم میں خطاب یا ایہا الذین امنوا کے الفاظ سے ہوا ہے اگر ایمان ہی نہ ہو تو روزہ کے حکم کی تعمیل بھی نہ ہوگی۔ بصورت دیگر روزے کے ذریعہ سے اس تصور احساس میں ترقی ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ درجہ حاصل ہو جائے گا جو روزہ سے قبل ہرگز حاصل نہ تھا۔

معیار انسانیت اب ایک اور پہلو زیر بحث لاتے ہیں کہ جرائم کا سرچشمہ انسان کے طبی رجحانات ہوتے ہیں جنہیں جذبات بھی کہتے ہیں خواہ قوت غصہ کی ماتحت ہوں اور خواہ قوت شہوی کے انسان کی انسانیت ان رجحانات طبعی پر قابو حاصل کرنے میں مضمر ہے انسان کو غصہ بھی آتا ہے کہ فطری امر ہے اور اس سے بہت سے قابل تعریف اقدام بھی عمل میں آتے ہیں مگر انسانیت کا معیار یہ ہے کہ انسان غصہ کا بے محل استعمال نہ کرے۔ ہمارے نزدیک ملکہ اسلام

کے نزدیک وہ انسان بیکار ہے کہ جس کی قوت شہویہ بالکل مردہ ہو یعنی خواہشات کی جس میں پیداواری نہ ہو۔ انسان وہ ہے جو اپنی خواہشوں کو موقع محل کے مطابق صحیح طور پر پورا کرے اپنی خواہشات غیظ و غضب اور تمام رجحانات پر اپنا تسلط قائم کرے یہی انسانیت ہے اور اسلامی شریعت کے تمام احکام عموماً اسی جوہر کو چمکاتے ہیں چنانچہ اسلام نے ایسے طریقے اور ذرائع متعارف کرائے ہیں کہ انسان کو اپنی خواہشوں پر زیادہ سے زیادہ قابو حاصل کرنے کا ڈھنگ معلوم ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے اس نے مختلف طریقے تعلیم دئے ہیں جس طرح جسمانی ورزش میں آپ نے مشاہدہ فرمایا ہو گا کہ جسم کو مختلف پہلوؤں کے طرف بار بار موڑا جاتا ہے اور ایک ہی وزن کو کئی صورتوں سے اٹھایا جاتا ہے اور مختلف طرح سے حرکت دگر دوش دی جاتی ہے صرف اس لئے کہ جسم میں لوچ و لچک پیدا ہو۔ اور ارادہ کے ماتحت جیسی حرکت کی ضرورت ہے اور جس طرح کا وزن جیسی صورت پر اٹھانا ہو اس کی صلاحیت پیدا ہو۔ اسی طرح اسلام نے نفس انسانی کی ریاضت کی ہے اور مختلف صورتوں سے اس کو اپنی خواہشات نفسانی سے مقابلہ کرنے کی مشق کرائی ہے اولاً تو رہبانیت کے برعکس اسلام نے لذائذ طعمائی کی اجازت دیکر انسان کے کام دہن کی حوصلہ افزائی کی مگر اس عبادت کے ساتھ متوازن و معقول مشراطب قائم کر دینے کہ جانور ذبیحہ و حلال کا گوشت کھاؤ تاکہ انسان میں فرض شناسی کا جذبہ بیدار رہے خواہ حرام گوشت کتنے ہی مزے کا سیتار رکھا سامنے ہو مگر اس علم نے کہ یہ حرام ہے اس سے منہ موڑ دینے پر مجبور کر دیا۔ جس سے مطلب نکلا مقصد انسان محض حیوان کی طرح شکم پری نہیں ہے۔

حتیٰ کہ فطری شہوانی خواہش جس میں انسان و حیوان تقریباً ایک ہی تقاضا شدید سے مغلوب ہوتے ہیں کے معاملہ میں بھی پابند شرع انسان کو خیال آتا ہے کہ وہ خاص عبارت جسے صیغہ عقد کہا جاتا ہے اگر ادا نہ ہو تو حرام کاری ہوگی۔ یعنی نتیجہ یہ ہوا کہ جذبات نفس کے اس طوفان میں بھی انسان حدود و قیود سے ماہر نہ ہو۔ اپنے پر قابو پائے اور فرض کا احساس قائم رکھے۔

ایسی تمام صورتیں انسان کو اپنی خواہشوں پر قابو رکھنے ہی کے لئے محض بگر

یہ باتیں ہیں جو مستقل طور پر ناجائز ہیں۔ اور ایک انسان جس کی ترتیب اچھی نہج پر ہوتی ہے وہ فطرۃً ایسے امور سے اجتناب کرتا ہے کسی باشرع ترتیب یافتہ کو لاکھ شراب کے فوائد بیان کئے جائیں لیکن چونکہ بنیادی تعلیم ہی نے اس کے ذہن پر اس کی حرمت نقش کر دی ہے اور وہ اس کے قریب بھی نہیں بھٹکتا اس پر اس کی تعریفات و فوائد کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ لہذا حکیمانہ نظام اسلام نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ قدرت نے چاہا کہ ایک ایسا موقع بھی آجائے جب وہی حلال و جائز خواہشات جنہیں عام حالات میں انسان آزادانہ پورا کرتا ہے۔ روک دی جائیں۔ یہ ہے سخت آزمائش شراب نوشی نہ کرنا آسان ہے مگر جون جولائی کے گرم مہینوں میں دوپہر کے وقت چلیچلاتی دھوپ و حرّت میں برف کے پانی کا ٹھنڈا گلاس شدید پیاس کے باوجود نہ پینا مشکل کام ہے۔ کیونکہ اختیار ہے کہ طلب پوری کر کے مگر فرض شناسی کا احساس مانع ہے۔ چنانچہ یہ وہ ناقابل فراموش چیز ہے جس سے انسان کی ہر خواہش اس کے قابو میں نظر آتی ہے۔ اور تکرار عمل اور استمرار سے یعنی مسلسل مشق سے یہ خوبی انسانیت کا امتیاز بن جاتی ہے۔

روزہ جہاں انسان کو اپنے نفس پر غالب و معاشرتی و اقتصادی منفعت

روزی کرتا ہے وہاں اس سے ایک اور احساس شریف پیدا ہوتا ہے اور یہ احساس اجتماعی معاشرہ کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے یہ ہے غرباء کی تکالیف اور ان کے دکھ و درد کی قدر کرنا۔ مالدار کو گول کو جھوک کا کیا احساس ہوگا کہ جھوکے کی امداد کرنا ضروری سمجھیں۔ لہذا شریعت نے چاہا کہ ہر سال ایک موقع آجائے جب افراد کو عملاً جھوکے کی تکلیف کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ محتاجوں کے حقوق کی پاسداری کریں۔

انفرادی فوائد | الغرض یہ فوائد روحانی تھے روزہ کے مادی فائدے بھی ہیں جسکے روحانی فوائد روحانیت و مبادت و نزول کیلئے مفید ہیں مادی فوائد دو قسم سے ہو سکتے ہیں ایک خود روزہ دار کیلئے اور دوم اجتماعی حیثیت کے فوائد روزہ دار کیلئے روزہ کا پہلا مادی فائدہ یہ ہے کہ جسم انسانی میں جو اکثر

قسم کے فاسد مادے جمع ہو گئے ہیں روزہ کے سبب سے وہ تحلیل ہو جاتے ہیں جیسا کہ اطباء کی رائے میں فاقہ اکثر امراض کا مستقل علاج ہے اور بعض صورتوں میں نافع ہے۔ معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اس کا اعتدال پر رہنا صحت انسانہ کیلئے بہت ضروری ہے معدہ کی مشین سارا سال رواں دواں رہتی ہے۔ لہذا ایک ماہ اس کے لئے آرام و راحت کا موقع پیدا کرتا ہے اگر روزہ میں اعتدال سے کام لیا جائے تو تجربہ سے ثابت ہے کہ ماہ رمضان کے بعد معدہ میں از سر نو ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے اور نظام معدہ پہلے کی نسبت بہت درست ہو جاتا ہے۔

پھر یہ کہ روزہ دار کو محنت و مشقت کی عادت پڑتی ہے قوت برداشت میں اضافہ ہوتا ہے سرد و گرم حالات کا مقابلہ کرنے کی مہارت پیدا ہوتی ہے۔

اجتماعی فائدے اجتماعی لحاظ سے روزہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کی معاشی و اقتصادی حالت بہتر ہوتی ہے جب وہ کچھ وقت خود دلوشن سے رکے گا تو لامحالہ وہ اخراجات باقی بچیں گے بشتر طیکہ آداب روزہ ہر جہت سے منجھوڑ ہیں اور چٹپٹاری افطاریوں اور ثقیل سحر خوری سے اجتناب کیا جائے (بیچت دہائی امور میں صرف کی جاسکتی ہے۔

روزہ مساوات کا مظاہرہ ہے کہ مال دار اور فقیر برابر نظر آتے ہیں تکبر و نخوت دور ہوتی ہے اور منکسر المزاجی پیدا ہوتی ہے غریب و مساکین سے ہمدردی کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ فرض شناسی کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ روزہ میں روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ مادی فوائد بھی ہیں اور یہ مغروضہ غلط اساس پر قائم ہے کہ اسلام نے روزن کا حکم صادر کر کے مادیت کو نظر انداز کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو دیگر مذاہب کی طرح اسلام بھی مہوم وصال پر کار بند رہتا یعنی دو دن یا اس سے زیادہ کا روزہ کہ درمیان میں افطار نہ کیا جائے مگر چونکہ اسلام کو مادیت کا لحاظ ہے لہذا اُس کا روزہ صبح سے رات تک کی مدت سے آگے نہیں بڑھتا ہے۔

رعایت جس طرح حالتِ سفر میں چار رکعتی نماز کو دو رکعت کر دیا گیا اس طرح

مادی پہلو کے پیش نظر شریعت نے مسافر کو روزہ سے بری قرار دیا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دین نے یہ رعایت اس وقت کی دشوار پوں کو سامنے رکھتے ہوئے دی تھی جبکہ سفر سخت و مصوب تھا۔ لیکن آج کے دور میں سفر آسان ہو چکا ہے۔ آرام وہ سوار یاں اور تمام ممکنہ سہولیات میسر ہیں۔ مگر خیال قطعاً درست نہیں ہے۔ اولاً تو مفروضہ خدا کے علم کی نفی پر انحصار کرتا ہے اور دین پر ضرب کاری لگاتا ہے۔ کیونکہ خدا کو علم تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ لوگوں کے سفر میں آسانیاں ہو جائیں گی۔ دوم یہ کہ احکام میں استحکام کی بجائے لچک پیدا ہوتی ہے جو کسی الہامی دین کے لیے نقص ہے۔

پھر یہ کہ درحقیقت ایسے لوگ اس زمانہ قدیم کے سفر کا اپنی روزمرہ زندگی کے سفر کو سامنے رکھ کر موازنہ کرتے ہیں لہذا پرانا سفر انہیں مشکل اور تکلیف دہ نظر آتا ہے لیکن اگر اسی زمانہ کی بود و باش و معاشرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان لوگوں کی سفری زندگی کا ان کی روزانہ زندگی سے تطابق کریں اور اپنے سفر کو اپنے حالات موجودہ کی ہم آہنگی میں دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ پرانے زمانہ کا سفر ان کے عہد کے لحاظ سے وہی نسبت رکھتا ہے جو ہمارے سفر کو ہمارے زمانے کیسے تھا اس لیے اگر ان کے نظام عادت اور قوت برداشت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا سفر رعایت کا مستحق ہے تو ہماری پریشانی زندگی کے اعتبار سے ہمارے سفر کو بھی یہی حق حاصل ہے اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس طرح آج کل ہمارے سفر کا معیار مختلف ہے اور سفر کے بھی مختلف درجے ہیں اول درجہ دوم کلاس تھرو کلاس وغیرہ اسی طرح گذشتہ دور کے طرز سفر کے مطابق اس زمانے میں بھی درجہ بندی ضرور تھی۔ صاحبان ثروت و امانتینا اُس طرح سفر کرتے تھے جو اُس وقت کے لحاظ سے بالکل پر آرام سمجھا جاتا تھا۔ اگر قصر کا حکم محض تن آسانی اور شفقت کی وجہ سے دیا گیا ہوتا تو اس میں یہ تفریق ضرور ہوتی کہ غریب جو زحمت کے ساتھ سفر کریں وہ اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن محسّر لوگ جو راحت و آرام سے سفر کرتے ہیں وہ ان مراعات کے حقدار نہیں ہیں جبکہ ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ عمومی طور پر حکم نافذ کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مبینہ مفروضہ غلط محض ہے۔ دراصل یہ حکم اُس

ذاتی ناگواری اور بے اطمینانی کو مد نظر رکھتے ہوئے دیا گیا ہے جو سفر کا طبیقی نتیجہ ہے یہی فطرت کا تقاضا ہے اور اسلام فطرت کا ہم نوا ہے نیز یہ کہ روزہ دار کے لئے یہ رعایت بھی اس کے مادی مفادات کے تحفظ کا ثبوت میں ہے۔

اہم اعتراض مذہب دشمن طبقہ روزہ کے حکم پر اعتراض کرتا ہے کہ ایک مہجو کا پیاسا شخص دن بھر کام نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس حالت میں جسمانی محنت اس کی صحت کے لئے مضر ہے ایک مزدور جب اپنی صحت بحال نہ رکھے گا تو اقتصادی بد حالی کا شکار ہو جائے گا۔

ایسا سوال کرتے وقت انسان خیال کرتا ہے کہ ایک مزدور جو کڑی دھوپ میں بوجھ اٹھاتا ہے یا کوئی اور سخت مشقت والا کام کرتا ہے اور اس کے برعکس خود مائل اپنی حالت کو اس مزدور کی نسبت آرام وہ تصور کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ محنت کش مزدور کا بہت سخت کام ہے لہذا اسے مزدور کیلئے روزہ ایک زائد تکلیف محسوس ہوتا ہے لیکن اگر اس بارے میں تھوڑا سا سوچا جائے تو معلوم ہوگا جو شخص جس پیشہ کو اختیار کر لیتا ہے اور اس کو اپنے نظام زندگی کا جزو بنا لیتا ہے تو اس کی قوت برداشت اسی کے لحاظ سے بڑھ جاتی ہے ہم جس وقت سخت گرمی کے دن کار یگر وں کو دیکھتے ہیں کہ وہ سخت نمازت آفتاب میں دھوپ میں کھڑے دیوار بنا رہے ہیں اور مزدور ایٹیس کارڈ ھوڑ ھوڑ کر لارہے ہیں تو یقیناً اگر ہم ایک پھیرا ایسا لگا دیں تو فوراً پیاس سے بے تاب ہو جائیں اور ٹھنڈے پانی کی طرف لپک جائیں جبکہ ان پیشہ وروں کو ایسی کوئی بے تابی نہیں محسوس ہوتی اور بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ لہذا ان کے اختیار کردہ کسب معاش کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ روزہ نہیں رکھ سکتے جس طرح کہ ہمیں غیر پیشہ وروں کو ایسی غیر معمولی مشقت کی حالت میں روزہ رکھنا تکلیف دہ ہوگا۔

اگر مختصری مزدور نے روزہ رکھا اور روزہ سے بالفرض اس کی صحت پر بُرا اثر پڑے لگا تو ایسی صورت میں اس پر تکلیف روزہ ساقط ہوگی جس طرح کہ عام آدمی کا اندیشہ مرض روزہ سے میری ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ لہذا ایسی صورت

میں اقتصادی بد حالی اور مالی مشکلات کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں یہ تو جب پیدا ہوتے جب انہیں مجبور کیا جاتا کہ اگر صحت پر برا اثر پڑنے لگے تو وہ روزہ رکھے جائیں اور اپنا کام ترک کر دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

ایک مہینہ کے روزے کیوں ضروری ہیں

روزہ کے وجوب کو قرآن مجید نے مخصوص مہینہ کے ساتھ محدود کیا ہے۔ یہ خصوصیت اور مصلحت خداوندی ہماری ناقص عقل سمجھنے سے قاصر ہے تاہم ضرور کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی۔ جسے سروسٹ سمجھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر رمضان نہیں تو کوئی اور مہینہ ہوتا۔ لیکن یہ امر توجہ کا طالب ہے کہ آخر کسی ایک مہینہ کا تعین کیوں ضروری ہوا۔

لہذا جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں تو روزہ کے وجوب کے لیے کچھ صورتیں خیال میں آتی ہیں پہلی صورت یہ کہ روزہ کے لئے کوئی زمانہ خاص نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی تعداد مقرر ہوتی بلکہ کہا جاتا کہ جس کو جتنی قدرت ہو جتنا کسی کا دل چاہے روزے رکھ لے۔ دوسری صورت یہ چلو تعداد مقرر کر دی جاتی مگر زمانہ کی قید نہ لگائی جاتی سال بھر میں کسی بھی وقت روزوں کو پورا کر لیا جاتا یکمشت یا جدا جدا تیسری صورت یہ کہ تعداد بھی مقرر ہوتی اور کیفیت بھی مگر خاص ماہ رمضان کی بشرط عائد نہ کی جاتی۔ چنانچہ اب ہم ان صورتوں کا جائزہ لے کر دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں تک مقصد تشریح کے مطابق ہیں۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ کسی قانون کا بنیادی مقصد نظم و ضبط ہوتا ہے پھر اس ضبط و نظام کے ساتھ فرض کا احساس قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے ہمارے دین کا یہ منفرد پہلو ہے کہ یہ انفرادی زندگی میں بھی مداخلت کرتا ہے اور معتدل پابندیاں عائد کرتا ہے یہی خصوصیت اس نظام کو دیگر دساتیر و مذاہب پر فتح یاب کرتی ہے کہ عام قوانین صرف اجتماعی اور خارجی امور پر پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ایسے قوانین کا دباؤ مادی اسباب کا مہربون منت ہے۔

لیکن اسلام کا قانون براہ راست فرد کے دماغ و دل اور ضمیر پر اپنی گرفت مضبوط کر کے اسکی ذاتی انفرادی حیات اور عادات و اعمال کو اپنا مطیع بنا لیتا ہے اس اطاعت کے احساس کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ دین کی جانب سے کچھ دباؤ طبعیت پر بطور ایک ڈیوٹی کے عائد رہے اور اس کے ساتھ اس میں ہم رنگی ایک جہنتی ہوتا کہ اجتماع افراد اس کے ذریعہ سے ایک ہی رشتہ میں منسلک نظر آئیں چنانچہ جب آپ اسلام کے کسی بھی فرض پر غور کریں گے تو ایسا مسادیا نہ رنگ خصوصی اہتمام کے ساتھ پائیں گے لہذا جب ہم اس اہتمام کو مد نظر رکھ کر مندرجہ بالا صورتوں کو زیر بحث لاتے ہیں تو ان خصوصی مقاصد کے اعتبار سے ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

پہلی صورت کہ روزوں کی کوئی تعداد مقرر نہ ہوتی اس لئے ناقص اور ناقابل قبول ہے کہ فرض کا احساس جس کیلئے طبعیت پر ایک دباؤ پڑنے کی ضرورت ہے بالکل نہیں پایا جاتا۔ جب معاملہ ہماری مرضی سے وابستہ ہو گیا۔ تو ظاہر ہے ہم سے ہر کوئی اپنے لئے کم سے کم مقدار واجب سمجھتا ایسی صورت میں نہ ہی نظم و ضبط قائم رہتا اور نہ ہی جماعتی ہم آہنگی اور مساوات کیونکہ کوئی روزہ رکھ رہا ہے کوئی نہیں کوئی پانچ روزے رکھتا کوئی دس اور کوئی ایک ہی لہذا نہ کوئی قانونی پابندی ہوتی اور نہ ہی فرض شناسی کا مطلب و مکمل ایک نوعی مرضی کا سودا ہوتا اس سے نہ ہی روحانی فائدے حاصل ہوتے اور نہ مادی جو کہ تشریح صوم کے اصل مقاصد ہیں۔

صورت دوم یہ کہ تعداد مقرر ہوتی مگر کیفیت معین نہ ہوتی۔ اس سے تعداد مقرر ہونے سے فرض کی شان تو پیدا ہو جاتی مگر کیفیت معین نہ ہونے کی وجہ سے ضبط و نظام قائم نہ رہتا اور افراد کی ہم آہنگی نظر نہ آتی یعنی کوئی ایک ساتھ رکھ رہا ہے کوئی الگ الگ کوئی ایک وقت میں کوئی دوسرے وقت میں۔

تیسری صورت کہ کیفیت معین ہو جاتی مگر زمانہ خاص نہ مقرر ہوتا۔

اس میں بھی اولہ ذکر دونوں جو ہر مفقود ہیں۔ نہ ہی ضبط و نظام ہے نہ افراد کی کیفیت
اب سب تیس روز سے تو رکھ رہے ہیں مگر کوئی سوال میں کوئی شعبان میں
اور کوئی کسی دوسرے زمانہ میں۔ اس میں وہ اجتماعی شان نہ نظر آتی جواب
ماہ رمضان میں پیدا ہو جایا کرتی ہے۔

پس موجودہ اجتماعی شان کی وجہ سے روزہ کا فرض باوجود ناخوشگوار ہونے
کے خوشگوار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ سب ایک رنگ میں ہیں بلکہ روزہ نہ رکھنا
ناگوار لگتا ہے کسی دوسرے زمانہ میں جب قضا و نذر وغیرہ کا روزہ رکھا جاتا ہے
وہ اتنا رنج پرور و فرحت بخش نہیں محسوس ہوتا ہے جتنا رمضان کا روزہ اور
اس بات کو روزہ دار کا دل بھی سمجھ سکتا ہے۔

اس تفصیلی بحث کے بعد اب اس سوال کی طرف لوٹیں کہ آخر ایک ماہ
ہی گزرے کیوں فرض ہوئے آخر ہفتہ میں ایک دن کا روزہ رکھ کر بھی مہینہ
مادی و روحانی فوائد حاصل ہو سکتے تھے بلکہ اس طریقہ سے انسان آسانی سے
اپنے روزمرہ کی کاروائیاں جاری رکھ سکتا تھا۔ کیونکہ ہفتہ واری روزہ تو ہمارے
خون و معدہ کی اصلاح کر سکتا ہے جبکہ ایک ماہ کا مسلسل روزہ رکھنا دماغی
اور جسمانی تنفک کا باعث ہو سکتا ہے۔

روزہ پر یہ اعتراض گذشتہ صورتوں کی نسبت مٹھوس دکھائی دیتا ہے کیونکہ
اس صورت میں احساس فرض بھی ہے، نظم ضبط اور ہم آہنگی بھی موجود ہے
لیکن اس میں ایک بہت بڑی خرابی ہے یہ ایک فطری و مشاہداتی حقیقت ہے کہ
ایک چیز جو قریبی وقفہ میں بار بار آئے اور چلی جائے طبیعت اس کی عادی ہو
جاتی ہے۔ پھر اس کی نہ ہی وہ خصوصی اہمیت رہتی ہے اور نہ ہی اس سے مطلوبہ
اثر حاصل ہوتا ہے اگر ہفتہ واری روزہ کا حکم دے دیا جاتا تو شروع میں تو
کچھ عرصہ اس سے معدہ و خون کا نظام اصلاح حاصل کرتا لیکن بعد میں جب
طبیعت اس کی عادی بن جاتی تو روزہ ان مقاصد کیلئے بے ناکامیاب
ثابت ہوتا۔ اب ضرورت ہوتی کہ ہفتہ میں دو دن فائدہ کیا جائے اور

یوں ہی اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ یہاں تک انسان اپنے معدہ کی خرابی سے پریشان ہو جاتا۔ لیکن حکماء کے نزدیک اگر طویل مدت کے ساتھ تکرار ہو تو چونکہ پہلا اثر عرصہ طویل کی وجہ سے زائل ہو چکا ہوتا ہے لہذا دوبارہ پھر ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسا پہلے ہوتا تھا۔ گیارہ مہینوں کا کام کیا ہوا معدہ جب ایک ماہ آرام کرتا ہے۔ تو پھر وہ ایک نئی زندگی اور روح سے معمور ہو جاتا ہے اور اس سے جسمانی نظام پر ایسا اچھا اثر پڑتا ہے کہ گویا از سر نو اس کی تجدید ہو جاتی ہے اس کے علاوہ روحانی فوائد ہیں وہ بھی ہفتہ واری روزہ سے حاصل نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر ہفتہ میں ایک بار اس کی عادی ہو جانے کے بعد طبیعت اس میں کوئی کلفت اور ناگواری محسوس نہ کرے گی۔ اور وہ اتوار یا جمعہ کی تعطیل کے مثل ہر ہفتہ ایک رسمی دن بن جائیگا۔

اس کے علاوہ یہ تسکیم بھی صورت میں کہ روزہ روزہ سے انسان کے کاروبار اور دعاغی کاموں میں

روزہ پر طبی اعتراض

کی ہو جاتی ہے موجودہ حالت میں اس کمی کا معاوضہ گیارہ مہینہ کی مسلسل جہد سے ہو سکتا ہے لیکن اگر ہر ہفتہ میں ایک دن بھوکا پیاسا رہنے کو کہا گیا ہوتا۔ جیسا تجویز ڈیر بجٹ سے ظاہر ہے تو پھر انسان کوئی کام جم کر نہ کر سکتا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روزہ سے کمزوری بڑھ جاتی ہے ضعف پیدا ہوتا ہے اور مختلف بیماریوں کے جراثیم کو ایسا ضعف قبول کر لیتا ہے جیسا کہ طبیعوں کی رائے میں ضعف مرض سے خطرناک ہوتا ہے۔ لہذا طبی لحاظ سے روزہ ضرر رساں ہے۔ مگر اس شبہ کو مشاہداتی دلیل سے دور کیا جاسکتا ہے کہ حالیہ تحقیقات سے یہ بات منظر عام پر آتی ہے کہ طبقہ روحانیت یعنی علمائے مذاہب کی عمریں دوسرے لوگوں سے طویل ہوتی ہیں جبکہ یہ لوگ زیادہ تر ریاضتوں کے پابند ہوتے ہیں جو جسمانی حیثیت سے ناوانائی کا باعث ہوتی ہیں۔ اکثر ایسے لوگ جو کثرت سے روزے رکھتے ہیں لمبی عمر پاتے ہیں۔

ترکِ نفس

الغرض اس طویل بحث کا نفس مضمون یہ حاصل ہوا کہ روزہ ترکِ نفس کیلئے ہے اسی لئے آئمہ معصومین علیہم السلام نے تاکید فرمائی ہے کہ روزہ کی حالت میں انسان اپنے دل و زبان و نگاہ پر ہر حصہ جسم کا احتساب قائم رکھے اور اپنے طرز زندگی اور آئین معاشرت میں ایسی پابندی کرے کہ اس کا روزہ اپنی روحانی حیثیت کا منظر آتم ثابت ہو سکے چنانچہ امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان آنکھ اور جسم کی کھال ہر چیز روزہ دار ہو مطلب یہ ہے کہ کان اُن آوازوں سے علیحدہ رہیں جن کو کان رگاکر سننا شرع نے حرام قرار دیا ہے جسم کی کھال ایسی چیزیں چھونے دس کر کے سے باز رہے جو ناجائز ہیں اس طرح دیگر اعضاء جسم قیود و حدود کے پابند رہیں آخر میں آپ نے فرمایا تمہارے روزہ کا دن مثل تمہارے بغیر روزہ کے دن کے نہ ہو یعنی تمہارے ہر شعبہ زندگی پر روزہ کا اثر نمایاں ہونا چاہیئے۔

روزہ کو دیگر عبادات سے ایک خاص امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ نے فرمایا روزہ مجھ سے مخصوص ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ ظاہر ہے کہ ہر عبادتِ خداہی کے لئے ہوتی ہے مگر دیگر عبادات میں دید و شنید کی گنجائش ہے مگر روزہ اگر ہوگا تو وہ خداہی کیلئے ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں نہ دکھانے کا عمل ہے اور نہ سنانے کا اس میں حرکات و سکنات نہیں جو دیکھی جاسکیں ذکر و قرأت نہیں جو سنا جاسکے یہ تو مخصوص چیزوں کے ترک کرنے کا حکم ہے اور ترک قابل دید نہیں اسی کا نتیجہ ہے اللہ نے کہا کہ اس کا بدلہ میں دوں گا حالانکہ ہر عبادت کا بدلہ ہی دیتا ہے مگر دوسری عبادتوں کی ظاہری صورت کا معاوضہ دوسروں سے مل سکتا ہے مگر روزہ کا معاوضہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اور جو روزے نیابت کے طور پر رکھے جاتے ہیں تو ان میں اُہرت لی جاتی ہے جس کا ثواب اس کو ہے جو روزہ رکھتا ہے۔ اور اس کا ثواب دینے والا خداہی ہے۔

ہم نے ابتدا میں عرض کیا ہے روزہ خدا نے اس لئے فرض کیا ہے کہ لوگ متقی بن سکیں اس لئے کہ اسلام کی تعلیمات سے ہدایت صرف متقین ہی

کو حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے شروع میں اعلان کیا ہے وہ تقیوں کی ہدایت کرتا ہے اور اسی لئے قرآن ناطق کو امام المتقین "کہا جاتا ہے۔ لہذا اگر روزہ صحیح نہیں ہو گا۔ تو تقویٰ کا حاصل ہونا مشکل امر ہے پس اس قدر اہم فرض کی بجا آوری میں یہ احتیاط اشد لازمی ہے کہ روزہ کو اسی طریقے سے پورا کیا جائے۔ جس طرح کے خدانے حکم دیا ہے اور اس کے رسولؐ نے اس پھر مل کر کے دکھایا ہے اگر ہم اس کے خلاف محض کھانا پینا ترک کر دیں اور اللہ کے حکم اور اس کے رسولؐ کی سنت کو نظر انداز کر دیں تو وہ روزہ نہیں بلکہ محض خالی پیٹ رہنا ہو گا۔

وقت افطار جب ہم اس احتیاط کی پاسداری کرتے ہوئے حکم روزہ رکھتے ہیں تو ارشاد خداوندی یوں ہے کہ **ثم اقموا الصیام الی الیل** "پھر پورا کرو روزوں کو رات (ہونے) تک۔"

اس حکم سے بالکل صاف ظاہر ہے روزہ کی انتہا یعنی وقت افطار رات شروع ہونے کے وقت تک ہے۔ لہذا جب تک رات نہ ہو جائے افطار درست نہیں بلکہ قصداً مخالفت قرآن ہے قرآن مجید کے مقابلہ میں کوئی دوسری چیز بطور حجت پیش نہیں کی جاسکتی۔ آیت میں الی الیل "موجود ہے اب اگر کوئی مذہب اس حکم کے خلاف اپنا روزہ قرآنی وقت سے قبل کھول لیتا ہے تو وہ دراصل روزہ توڑ دیتا ہے۔"

مذہب اہل سنت والجماعت نے محض روایت تقیوں کی ضد اور مخالفت میں اس قرآنی حکم کی بھی پرواہ نہیں کی ہے اور برابر اپنے روزے رات کی بجائے دن ہی میں افطار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر خدا کا حکم وقت مغرب کو ساعت افطار قرار دینا ہوتا تو آیت میں اللہ تعالیٰ "الی المغرب" فرماتا نہ کہ "الی الیل" مگر بھائی لوگ اپنی قدیم روایت پر آنکھ بند کر کے عمل کئے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ خود علمائے اہل سنت نے اس کا اقرار کیا ہے صحیح وقت افطار بعد از مغرب ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ "حضرت عمر اور عثمان نماز

مغرب کے بعد روزہ افطار کرتے

(نقہ عمر ص ۱۱، روایت ۲۵۱)

اب غور فرمائیے حضرات عمر و عثمان نے "الی اللیل" کا مفہوم تو یہ سمجھا کہ نماز مغرب کے بعد روزہ افطار کیا جائے لیکن یار لوگوں نے نہ صرف قرآن و سنت کی مخالفت کی بلکہ سیرتِ شیعین کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور ایسا یہ جھوٹ گھڑ لیا کہ نماز مغرب کے بعد روزہ افطار کرنے والوں کے روزے مکروہ ہو جاتے ہیں۔ شاید یہ بات بناتے وقت اُن کو عملِ خلفاءِ ربانہ رہا کہ جھوٹ کا حافظہ کمزور ہوتا ہے چلیے صاحبِ اگر شیعوں کے روزے مکروہ ہیں تو پھر آپ کے خلیفوں کے روزے کیوں مکروہ نہیں؟ حالانکہ حضرت عمر عثمان جو کچھ عملِ رسول کو جانتے تھے لہذا انہوں نے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا ہی سنتِ رسول سمجھا اور مکروہ دالی بات اُن کے علم نہیں تھی۔

کراہت یا ضیاع اب میں یہ کہتا ہوں کہ بالفرض آپ کی بات ناں لی جائے کہ بعد از مغرب روزہ کھولنا مکروہ ہے تو یہ صورت اتنی خطرناک نہیں ہے کیونکہ اس کراہت کا ازالہ حالتِ روزہ میں نماز پڑھ کر ثواب حاصل کر کے ہو جاتا ہے کیونکہ جو نماز روزہ سے پڑھی جاتی ہے وہ بغیر روزہ کے نماز سے افضل ہوتی ہے لیکن اس طرف تو صرف مسکروہ ہونے کا خوف ہے جبکہ آپ کا عمل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا تو ہی خدشہ ہے اور عقلاً فیصلہ کیجئے۔ اپنے سارے دن کی ریاضت کو دس بارہ منٹ کی خاطر برباد کر دینا زیادہ خطرناک ہے یا صرف کراہت سے شہیم ہونا۔ یقیناً "عقل سلیم کا فیصلہ یہی ہو گا۔ کہ اپنی عبادت کو ضائع نہ ہونے دیا جائے اور کراہت کی پرواہ کئے بغیر روزہ کو پورا کر دیا جائے۔

پس چونکہ سنی حضرات چند منٹ کی بے صبری میں خلافِ قرآن و سنت و عملِ خلفاء اپنے روزے رات شروع ہونے سے پہلے کھول لیتے ہیں لہذا اُن کا یہ عمل اطاعتِ خدا اور رسول کے موافق نہیں ہے اس لیے اُن کی طرز پر رکھا ہوا روزہ سببِ تقویٰ نہیں ہو سکتا ہے جبکہ

ان کے ہاں تقویٰ بھی خوف و ڈر ہے جس سے آدمی کو دور بھاگنا چاہیے۔ جس مذہب کا ہر رکن اور عقیدہ کتاب و سنت کے خلاف ہو اس پر نجات کی امیدیں باندھنا ہوائی قلعہ تعمیر کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے یہ ایسا موضوع مسک ہے ہے کہ جسے نہ ہی عقل قبول کرتی ہے اور نہ ہی نقل اس کی تائید کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اس جماعت کیشر سے لوگ باہر آرہے ہیں اور اپنے نئے نئے مذہب پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ کبھی غلام احمد پرویز صاحب کبھی حکیم ابوالکلام آزاد کا یہ ظاہر ہوتا ہے تو کبھی مخالفت حدیث اہل قرآن جماعت سرگرم عمل ہو جاتی ہے الخضر جو بن جو بن مذہب میں خامیاں اور کمزوریاں نظر آتی جاتی ہیں افتراق بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

آج ایسے لوگ بھی ہیں جو اسلام کے پورے لٹریچر کی کو نا قابل قبول کہہ رہے ہیں پوری تاریخ اسلام یکسر کالعدم قرار دیتے ہیں اور تمام محدثین و فقہاء مفسرین کی مساعی جلید کو زوال اسلام اور وبال دین سمجھتے ہیں۔ دراصل یہ روش مذہب سنیہ کی شکست کی برہان قاطعہ ہے۔

اس کے برعکس بعد از وفات پیغمبر شیعان اہل بیت ثقلین رسول کو ہدایت کا شیع و منار اعتقاد کرتے چلے آ رہے ہیں اور ان کا عقیدہ صرف رسمی جوش اور اور فطری مذہبی لگاؤ کا رد عمل نہیں ہے بلکہ حقائق اس عقیدہ کو ثابت کرتے ہیں کہ تحقیق کائنات کے جملہ مادی اور روحانی مسائل کا واحد حل تمام امراض کا شافی علاج ہر قسم کی الجھین دور کرنے کا صحیح طریقہ اور تمام گمراہوں سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ دنیا تمسک بالثقلین کے حکم رسول مقبول کو خلوص نیت سے قبول کرے اور اس دعویٰ کو راقم عاجز نے اپنی تصنیف ”صرف ایک راستہ“ میں تفصیل اور شواہد علوم مزوجہ سے پایہ ثبوت کو پہنچایا ہے۔

کسی مذہب کے غیر الہامی ہونے کی اولین دلیل اس کا محرف و لچکدار ہونا ہوتا ہے اور جب ہم رسول دین کے احکام میں غیر رسول افراد کی ذاتی رائے و تنقید اور تغیر و تبدل کی گنجائش پاتے ہیں تو اس کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں اول یہ کہ ہم خدا کے حکم کو اپنے فہم و تدبیر سے کمتر خیال کرتے ہیں دوم یہ کہ ہمارے خیال میں یہ جارت مخائب شارع ہے کہ ہم جزئیات و کلیات میں حسب ضرورت رد و بدل کر سکتے ہیں

اور یہ دونوں ہی خطرناک اور ناقابل تسلیم ہیں کیونکہ خدا اور اس کے رسول کو جاہل و غیر مذہب تسلیم کرنا حرج کفر ہے دین میں غیر معصوم کی مداخلت تسلیم کر لینا اس امر کا اعتراف کرنا ہے کہ دین ناقص اور قابل اصلاح ہے لہذا ایسا نامکمل اور قابل ترمیم و اضافہ مذہب ہدایت کیلئے کافی نہیں ہو سکتا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ دین کو جامع و کامل و تمام، ناقابل رد و بدل خلوص نیت سے مانا جائے محض زبانی کلامی جامعیت کا دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرورت کے وقت لادینی پر لیبل دین لگا کر اصل دین کی لڑائی کرنا پڑے جیسے آج کل اسلامی سوشلزم کی اصطلاح رائج ہو چکی ہے بہر حال یہ بات تو خفا زیر بحث آگئی۔ ہمارا موضوع گذارش ہے کہ صحیح دین اسلام دہی مذہب ہو سکتا ہے جس پر وقیداً سے آج تک عمل ہوتا رہا ہو اور زمانہ رسول سے یکساں تک اس میں کسی امتی نئے کوئی قطع و برید نہ کی ہو جب ہم اس طریق کار سے تحقیق کرتے ہیں تو عقائد و ارکان یا اصول و فروع کے لحاظ سے صرف مذہب شیعہ امامیہ ہی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کا مذہب متواتر اور مخرف ہے یہ ایک ایسی منفرد دعویٰ ہے کہ شیعہ کے علاوہ دوسرے کسی اسلامی فرقہ کو نصیب نہیں ہوتی ہے نام سے لیکر ہر کام تک اسے کتاب و سنت کی تائید و تصدیق حاصل ہے لہذا متواتر و مخرف کا امتیاز حق شناس کی رہبری کرنے کیلئے باطل کافی ہے کہ وہ مخرف کو ترک کر دینے پر آمادہ ہو جائے اور متواتر کو قبول کرے ہم نے گذشتہ بیان میں ثابت کیا ہے کہ مذہب سنیہ کا ہر رکن غیر متواتر اور تبدیل شدہ ہے جیسا کہ وضو، اذان، نماز اور روزہ میں ہر حکم میں عہد رسول کے عمل اور آج کے جاری شدہ عمل میں اختلاف ہم نے ان روزے کے کتب اہل سنت و الجماعتہ ثابت کیا ہے لہذا باطل سیدھی بات ہے کہ حضور کی اطاعت کلی واجب ہے۔ کیونکہ ان روزے قرآن اطاعت رسول ہی دراصل خدا کی اطاعت ہے اس لئے سنت و عمل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کر کے کسی اُمتی شخص کی اتباع کرنا غیر معقول اور ناجائز ہے جبکہ ایسی بدعات مذہب سنیہ میں لاتعداد ثابت ہیں جس چوں کہ مذہب شیعہ اس نقص سے قطعاً محفوظ ہے اس لئے دین الہی کا صحیح راستہ یہی مقدس مذہب ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ وہ مالی عبادت ہے جو ہر عاقل و بالغ مسلمان پر واجب ہے جو اپنے مال میں سے خرچ کرنے پر قادر ہو۔ اور وہ مال بقدر نصاب شرعی ہو اور سال بھر سے ایک حال میں رکھا رہا ہو اور تمام سال میں اس پر صرف کرنا ممکن ہو قرآن مجید میں اس عبادت کا ذکر کم و بیش پچاس مقامات پر کیا گیا ہے۔ اور اکثر جہاں نماز کا تذکرہ و حکم ہے وہاں زکوٰۃ کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ اسی لئے احادیث میں ہے کہ جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ نہ دے تو اس کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ زکوٰۃ کا جو ضروریات دین اسلام سے ہے اور جو شخص عداً اس کا منکر ہو وہ علمائے اسلام کے نزدیک کافر ہے۔ زکوٰۃ کی تفصیلات میں بیان ہوا ہے کہ مال پر زکوٰۃ کا نکلنا مال کو بڑھانا ہے اور نقصانات سے محفوظ رکھنا ہے۔ صاحب زکوٰۃ کی عمر، ناموری، شہرت و سخاوت کو زیادہ کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت کسے ہیں، اور شرعی معنی میں بھی پاکیزگی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ سے تطہیر الٰہی مراد ہے۔ چونکہ جب تک زکوٰۃ ادا نہ کی جائے، مال طہر نہیں ہوتا ہے۔ اور ادائے زکوٰۃ کے بعد مال بھی طہر اور انسانی ذہن بھی، بخل و طمع، حرص اور اس سے پیدا شدہ کٹافتنوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ان کے مال سے زکوٰۃ لو اور اس کے ذریعہ انہیں پاک و صاف کر دو۔

خداوند تعالیٰ کی ذات غنی ہے اور اسے کسی ذیوی مال کی احتیاج نہیں ہے۔ دراصل یہ حکم اسلام نے مادی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نافذ کیا ہے۔ زکوٰۃ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ محتاج و ضرورت مند لوگوں کی مدد و کفالت ہوتی ہے۔ اور معاشرہ میں کوئی فرد ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔ اور اگر بلاشبہ صاحبان نصاب اپنے مال سے وہ حق دینا تہذاری سے نکالیں جو خداوندِ عالم نے ان کے ذمہ مقرر کیا ہے، تو

سارے مسلمانوں کی زندگی آرام و سکون سے بسر ہو سکتی ہے۔ اور اسلامی معاشرہ میں کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہوتا ہے جو فقر و فاقہ میں مبتلا ہو۔

اسلام کا کوئی بھی حکم ایسے ہی کہے کہ اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو وہ ہر پہلو سے معتدل و متوازن ثابت ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ہی کو لے لیں۔ اسلام نے اس رقم کے آٹھ مصارف مقرر کئے ہیں۔ اور ان آٹھ میں سے سات مصارف کا تعلق افراد سے ہے اور ایک کا تعلق زناہی و اجتماعی امور سے ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

”صَدَقَةُ زَكَاةٍ سِتُّ مِائَاتٍ كَاسٍ حَقٌّ لِّهَا، اور محتاجوں کا اور اس کے کارندوں اور ان لوگوں کا جن کی تالیف و تالیف کی ضرورت ہو اور غلاموں کی رہائی کے لئے اور مقروض کے اٹلے قرض کے لئے اور خدا کی راہ میں امور خیر کے لئے اور مسافروں کے لئے“

زکوٰۃ سے بڑی حد تک ماضی نامہاری کو متوازن سطح پر لایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہر سال دولت کا ایک حصہ امیروں کے ہاتھوں سے نکل کر غریبوں کو پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر اس سے امیر و غریب کا فرق نہیں مٹتا ہے مگر ایک حد تک کی ضرورت ہو جاتی ہے اور دراصل انسانی فریضہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں جمع ہونے کی بجائے افراد میں تقسیم ہوتی رہے اور سرمایہ داری کی طرف جھکاؤ پیدا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ ”تَاكُفُّوْا كُفُوًا كَثِيْرًا“ کہ دولت تمہارے دو دشمنوں ہی کے ہاتھوں میں نہ رہے“

زکوٰۃ کو چیزوں پر واجب ہے جبکہ وہ حد شرعی تک پہنچ جائیں یعنی مال کی واجب الزکوٰۃ مقدار گیارہ مہینے بغیر تغیر و تبدل کے رہی ہو۔ اور بارہواں مہینہ شروع ہو گیا ہو۔ سکہ وار سونا جبکہ مینا و دینار طلائی ہوں یا اسی مالیت کا کوئی اور طلائی سکہ ہو۔ عموماً پاکستانی حساب سے یہ مقدار ۱۰ تولہ اور ڈیڑھ ماشہ کے برابر ہوتی ہے۔

۱۰ سکہ وار چاندی جبکہ ۲۰ سکہ وار ہوں۔ یا اسی قیمت کا کوئی اور نقری سکہ ہو۔ علما نے درہم کے وزن میں اتفاق نہیں کیا ہے۔ تاہم مشہور قول یہ ہے کہ

لے وہ غیر مسلم جو آزمائش کے اوقات مسلمانوں کی امدادیں۔ اس حکم میں شامل ہیں

۳۴

پاکستانی وزن کے مطابق یہ مقدار ۳۳ تولہ کے قریب ہے۔

۳ اونٹ اگر ۵ یا زیادہ ہوں، تو ان پر زکوٰۃ ہوگی۔

۴ گائے یا بھینس اگر ۵ یا زیادہ ہوں، تو ان پر زکوٰۃ کا دینا واجب ہوگا۔

۵ بھیڑ، بکری، دنبہ اگر چالیس یا زیادہ ہوں، تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۶ گندم، مین، سو صاع یعنی ۲۱ من بیش سیر تقریباً اس سے زیادہ

۷ جو - ایضاً -

۸ خرمے - ایضاً -

۹ مویز (منقہ)، ایضاً

نصاب :- مال کی وہ مقدار جس پر زکوٰۃ دینی واجب ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل

یہ ہے کہ، مین، دنبہ یا سوٹا۔ اس کے بعد ہم نصاب چار دینار طمانی کا ہے ۲۱ فیصد کے

نصاب سے اسی طرح پورے نصاب پر زکوٰۃ بننے کی اور جو مقدار باقی بچے گی، اس پر زکوٰۃ

فردری نہیں ہے۔ یہی حساب چاندی کا ہے کہ پہلا نصاب دو سو درہم اور اس کے بعد جو

چالیس درہم تقریباً اور ان کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا ہے

جانوروں کے نصاب علیحدہ علیحدہ ہیں ان کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کریں۔

نیرنگہ کا نصاب ایک ہی ہے مگر اس کی زکوٰۃ مختلف ہے

بعض لوگوں نے زکوٰۃ کی اس قلیل مقدار پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ ان کا خیال یہ

ہے کہ یہ اتنی کم مقدار ہے جو نہ ہی امیری و غریبی کا درمیان فی خصلہ کم کرتی ہے، اور

نہی اس سے کسی کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ امام جعفر صادق نے اس کا اعتراض

کا جواب یوں دیا ہے کہ۔

”اللہ نے دولت مندوں کی دولت میں فقیروں کا اتنا ہی حق مقرر کیا ہے جو ان

کی ضروریات کی کفایت کرتا ہے۔ اور اگر یہ جانتا کہ اس سے محتاجوں کی حاجت روائی نہیں

ہو سکتی تو وہ اس کی مقدار زیادہ کر دیتا۔ بلکہ اگر اللہ جانتا تو مالک کے مال میں فقیر کا حصہ

برابر کا مقرر کر دیتا۔ مگر وہ ذاتِ مادل ہے۔ اور اس کی ملکیت یہی ہے کہ اس نے صاحب

مال کا حصہ زیادہ رکھا کیونکہ یہ مال اس کی سعی و محنت کا ثمرہ ہے اور اس طرح اگر

غریب و محتاج کا اس میں حق ہے تو مالک کی بھی ضروریات ہیں۔ جہاں غریب کی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے، اللہ نے اس کا حق مقرر کیا ہے، وہاں مالک کی محنت و صرفہ اور حق ملکیت کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

لیکن جہاں مالک کی محنت و صرفہ کم ہوتا ہے، زکوٰۃ کی مقدار زیادہ رکھی ہے۔ چنانچہ گنہگاروں کی فصل اگر بارانی ہو تو مالک چونکہ آب پاشی کی محنت اور اس کے مصارف سے بچتا ہے اس لئے فقیر کا حصہ بڑا قرار دیا ہے۔ اور اگر فصل آب پاشی کے ذریعہ ہو تو چونکہ مالک آب پاشی کے اخراجات بھی برداشت کرتا ہے اس لئے فقیر کا حصہ بڑا قرار دیا گیا۔

اسی طرح اُن مویشیوں کے بارے میں جنکی پرورش کا بوجھ مالک پر ہوتا ہے فقیر کا حق قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن جو صحراؤں اور چراگاہوں میں اپنا پیٹ خود پالتے ہیں اُن میں فقیر کا حق مقرر کیا گیا ہے۔ الغرض قدرت نے مالک کے صرفہ اور محنت اور فقیر کی احتیاج میں ایک نسبت عادلہ قائم کر کے زکوٰۃ کی مقدار مقرر کی ہے۔ ایک طرف فقیر کو بقدر کفایت ملتا ہے اور دوسری جانب مالک پر اتنا ہی بوجھ ہوتا ہے جیسے وہ ناکوار نہیں سمجھتا ہے۔

چونکہ لوگ اس فریضہ کو اہمیت نہیں دیتے۔ زکوٰۃ میں جیلے بہانے کر کے خود برو کرتے ہیں، لہذا اسلام کا اصل مقصد زکوٰۃ خاطر خواہ نتائج برآورد نہیں کر سکا ہے۔ اگر احتیاط و دیانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے تو طبقاتی تفریق کم ہو کر معاشی حالت قابو میں رہ سکتی ہے۔ پھر یہ ہے کہ یہ مقدار واجب ہے جبکہ مستحبی زکوٰۃ کی حد بندی نہیں ہے۔ جیسے حالات ہوں۔ ان کے مطابق صدقات و خیرات سے عزیزوں، یتیموں اور دینی بھائیوں کی خیر گیری کرنا انسانی فرائض میں داخل ہے۔

زکوٰۃ ایک شرعی فریضہ ہے۔ لہذا اس میں نیت تقرب اور ادائے فرض کا تقاضہ کارفرما ہونا چاہئے۔ اور اس عمل کو احسان نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ ایک اجتماعی حق ہے جو حقداروں کو ملنا ہے۔

حضور کے زائد مبارک میں زکوٰۃ کا نظام اجتماعی تھا جو کارندوں کے ذریعہ جمع کی جاتی تھی۔ پھر معینہ مصارف پر اسے صرف کر دیا جاتا تھا۔ وصولی زکوٰۃ میں اسلام سختی و تشدد کی تعلیم نہیں دیتا ہے کہ اس مالی عبادت کو لوگ جبری ٹیکس یا غزہ بھتہ سمجھنے لگیں۔ لہذا سنت یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میرے ذمہ زکوٰۃ نہیں ہے اسے دوبارہ مذہب پوچھا جائے۔ زکوٰۃ کو ان ہی مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اور اسے دیگر مدوں میں خلط ملط نہیں ہونے دینا چاہئے۔

زکوٰۃ کے معاملہ میں فریقین میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہے۔ اگرچہ کچھ فقہی مباحثے ہیں، لیکن ان کی تفصیل کتب فقہ میں مرقوم ہے۔ جہاں ان کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

بعض علماء کے نزدیک نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور زیورات بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ علماء کے اختلافات ہیں۔ لہذا چونکہ ہم مذہبی مجتہد ہیں اور مذہبی فقیہ، اس لئے یہ معاملہ علمائے کرام ہی کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ اس پر اپنا فتویٰ صادر فرمائیں۔ اپنی رائے یہ ہے کہ زیورات اس لئے مستثنیٰ ہیں کہ وہ مسکوک نہیں ہیں، اور نوٹ کاغذ ہیں۔ حالانکہ جتنی مایست کے وہ کاغذ ہیں، اتنا ہی سونا حکومت کے خزانہ میں ہوتا ہے۔ جس کی ادائیگی کی وہ عندالطلب ضمانت دیتی ہے جیسا کہ نوٹوں کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ نوٹ مال و دولت میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں؟ یہ امور علماء کی توجہ کے لئے لکھے ہیں۔ کہ وہ اس مسئلہ کے ہر گوشہ پر غور فرما کر اپنا حتمی فیصلہ ظاہر فرمائیں۔ یہ ایک ضمنی اختلاف ہے اور اتنا اہم نہیں ہے کہ اسے معرض بحث بنایا جائے۔

نوٹ: میرے معزز رفیق جناب ڈاکٹر ندیم الحسن نقوی صاحب فرزند ارجمند سداکار ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ نقوی مدظلہ نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ عبادت کو سائنس کے اثبات کی روشنی میں قارئین کی خدمت میں پیش کروں۔ ان کی گراں قدر فرمائش سے قبل کتاب ہذا کا تین چوتھائی حصہ

لکھا جا چکا تھا اور ناشران کتاب کی رائے یہ تھی کہ صرف اختلافات پر بحث کر کے اپنے مذہب کو کتب فریق مخالف سے پیش کیا جائے۔ تاہم مجھے دندوں مشورے بسر و چشم قبول ہیں۔ میں نے ہر فرع کی ابتدا میں تمہیداً مادی پہلو پر مختصراً اظہار خیالی کیا ہے اور اختلافات کو اہمیت دیتے ہوئے اپنے مذہب کی وکالت ٹھوس براہین کے آئینہ میں کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر صاحب محترم کی رائے تقاضائے دقت کے عین مطالبی ہے۔ لہذا فروع دین حصہ دوم میں ہم اپنے فروع دین سائنس اور فن کی کسوٹی پر پرکھیں گے اور اس حقیقت کو ثابت کریں گے کہ ہمارے مذہب کا ہر حکم مروجہ سائنس کے رہنما اصولوں کی شکا سی کرتا ہے اور تمام مذاہب کی عبادات کے مقابلہ میں صرف مذہب امامیہ اثنار عشریہ ہی کی عبادات تمام مادی و روحانی تقاضے پورا کرتی ہیں۔



خمس

واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسہ والمرسول ولذی
القرنی والیتامی والمساکین وابن السبیل لا (سورة الانفال ۱۳۰ پ)
”اور جان لو جو کچھ تمہیں غنیمت سے حاصل ہوا اس میں کا پانچواں حصہ (۱/۵)
خدا کے لئے ہے اور رسولؐ اور (رسولؐ کے) قرابت داروں اور یتیموں
اور مسکینوں اور پروریوں کے لئے ہے“

خمس کا حکم | آیت منقولہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ غنائم میں خدا نے
تاکیدی حکم کے ساتھ خمس دینا یعنی پانچواں حصہ ادا کرنا،
اپنے لئے یا اپنے رسولؐ اور اس کے رشتہ داروں کے لئے فرض قرار دیا ہے
لیکن ہم دیکھتے ہیں موجودہ اسلامی مذاہب میں اس کی پوری پابندی صرف مذہبی
اسی میں کی جاتی ہے اور اس خدا و رسولؐ کے حصہ کو ادا کرنا مذہب شیعہ میں اتنا ہی
ضروری ہے جتنے دیگر ارکان، اس کے برعکس مجھے یہ جان کر تعجب ہوا ہے کہ ایک
واضح قرآنی حکم کو مذہب شیعہ میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ نہ ہی خدا کے حق کی
پرہیز گاہ کی کٹی ہے اور نہ ہی اس کے رسولؐ کے حق کی۔ چنانچہ قبل اس کے کہ ہم
اپنے خیالات کا اظہار کریں ہم اس مسئلہ پر مشہور عالم اہل سنت جناب شمس العلماء
مولوی شبلی نعمانی کا بیان درج کرتے ہیں۔

اعتراف شبلی

”ایک بڑا معزز الابرار مسئلہ خمس کا ہے، قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔
واعلموا انما... الخ“ جو کچھ تم کو جہاد کی لوٹ میں آئے اس کا پانچواں حصہ
خدا کے لئے ہے اور پیغمبر کے لئے اور رشتہ داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے
اور غریبوں کے لئے اور مسافروں کے لئے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس میں رسول اللہ کے رشتہ داروں کا بھی حصہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس جو صحابہ میں ”دریائے علم“ کہلاتے تھے۔ نہایت زور کے ساتھ اس آیت سے خمس پر استدلال کرتے تھے حضرت علیؑ نے اگرچہ مصلحتاً بنو ہاشم کو خمس میں سے حصہ نہیں دیا لیکن رائے ان کی بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حقدار ہیں۔ (کتاب الخراج ص ۱۸ روایت محمد بن اسحق)

یہ صرف حضرت علیؑ و عبداللہ بن عباسؓ کی رائے نہ تھی بلکہ تمام اہل بیت کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعیؒ اسی مسئلہ کے قائل تھے اور اپنی کتابوں میں بڑے زور و شور کے ساتھ اس پر استدلال کیا ہے۔

(الفاروق حصہ دوم ص ۵۵)

علامہ شبلی نعمانی کے اس اعتراف کے بعد مسئلہ خمس پر مزید بحث کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ بحر علم صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، باب مدینۃ العلم علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور تمام اہل بیت کا یہی مذہب تھا کہ خمس میں رسول خدا کے رشتہ دار حقدار ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس رائے کی مخالفت اہل بیت کی مخالفت ہوگا۔ لیکن چونکہ مذہب اہل سنت والجماعت کا منشور ہی ایسا ہے کہ اُسے ہر عمل میں قرآن و سنت و اہل بیت رسولؐ کی مخالفت کرنا منظور ہے لہذا خدا کا یہ حکم بھی اس زور پر آگیا۔

جس طرح دیگر احکام کو روٹنے خصوص کے باوجود قیامی اجتہاد کی نذر کر دیا گیا۔ اسی طرح رسولؐ کی اولاد کا چیخ بھی پامال کیا گیا۔ غالباً اس غصہ کی وجہ اقتدار کا استحکام تھا کہ اہل بیت کو مالی لحاظ سے لاغر رکھا جائے اور اس پالیسی کے نفاذ سے حکومت و متعدد سیاسی فوائد حاصل ہوئے جن کا بیان خارج از موضوع ہے۔ مجھے تو یہاں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ خمس فرع دین ہے۔ اور یہی مذہب قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مولوی شبلی نعمانی صاحب کے بیان ہی سے ہم نے اوپر نقل کیا کہ ائمہ اربعہ میں سے امام شافعیؒ بھی اس مسئلہ کے قائل تھے۔

خمس کی نفییت میں کئی احادیث کتب فریقین میں موجود ہیں۔ بیشمار خمس اور

اور احکام خمس تحفۃ النوام اور دیگر کتب فقہی تفصیل سے درج ہیں۔ یہیں یہاں چند امور بدیہ ناظرین کرنا مقصود ہیں۔ اولاً یہ کہ ”ذی القربی“ یعنی رسول مکے کون سے رشتہ دار خمس کے حقدار ہیں۔

ذی القربی | قرآن مجید میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۲۶ کے الفاظ یوں ہیں۔

وَأَتْ ذَا الْقَرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تَبْذُرْ أَمْوَالَهُمْ بِالْهَرَبِ ۚ إِنَّهُمْ رِزْقٌ مُّزِيدٌ ۚ
قرابت داروں اور محتاج مسافروں کو ان کا حق دے دو اور فضول خرچی مت کرو۔
چنانچہ کتب اہل سنت میں ذی القربی کی تشریح اس طرح مرقوم ہے۔

ابن جریر نے حضرت علی بن حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ایک شامی مرد سے پوچھا۔ تو نے قرآن پڑھا ہے؟ بولا ہاں! آپؑ نے پوچھا کیا تو نے سورہ بنی اسرائیل میں وَاَتْ ذَا الْقَرْبَىٰ حَقَّهُ نہیں پڑھا ہے؟ اس نے عرض کیا یقیناً آپؑ یہ قرابت دار ہیں جنکے حق دینے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ پھر بنی اسرائیل بن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے ناظر کو بلایا اور فدک عطا فرمایا۔ یہی روایت ابو بکر مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ تفسیر درمنثور علامہ حانظہ جلال الدین سیوطی جلد ۱ ص ۱۷۱، ۱۷۲، مطبوعہ مصر۔ نیز دیکھئے مواہج النبوة طامین۔ اسی طرح مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ

”ذی القربی“ میں سے آپؑ مرن بڑا شہد بنو مطلب (عبدالمطلب) کو حصہ دیتے تھے۔ بنو نوفل و بنو عبد شمس حالانکہ ذی القربی میں داخل تھے۔ لیکن آپؑ نے باوجود طلب کرنے کے بھی کچھ نہیں دیا۔ چنانچہ اس واقعہ کو علامہ ابن قیم نے زاد المواد میں کتب حدیث سے تفصیل نقل کیا ہے۔ (زاد المواد جلد ۲ ص ۱۶۱)، (انفادوق حصہ دوم ص ۱۵۵) پس علمائے اہل سنت کے بیانات سے ثابت ہوا کہ خمس کے حقدار بنی ہاشم و اولاد عبدالمطلب ہیں۔ اور حضورؐ نے ان ہی کو ذی القربی میں داخل فرمایا۔

چنانچہ علامہ شبلی نے اسی حقیقت کو مزید تقویت اس طرح پہنچائی ہے کہ ”ان

واقعات سے اولاً یہ ثابت ہوا کہ ذوی القربیٰ کے لفظ میں تعمیم نہیں ہے یعنی تفصیص ہے (دورہ بنو نوح اور بنو عبد شمس کو بھی آنحضرتؐ حصہ دیے کیونکہ وہ لوگ بھی آنحضرتؐ کے قرابت دار تھے۔ (الفاروق حصہ دوم ص ۵۱)

عملی عمر | مولوی شبلی کے بقول حضرت عمرؓ نے بنی ہاشم سادات کا یہ حق بحال رکھا۔ چنانچہ شبلی لکھتے ہیں کہ: ”حضرت عمرؓ نے جہاں تک صحیح

روایتوں سے ثابت ہے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا حال بحال رکھا۔ لیکن وہ دو باتوں میں ان کے مخالف تھے۔ ایک یہ کہ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ خمس کا پورا پانچواں حصہ ذوی القربیٰ کا حق ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مصلحت اور ضرورت کے لحاظ سے کم و بیش تقسیم کرنا خلیفہ وقت کا حق سمجھتے تھے۔ برخلاف اس کے عبداللہ بن عباس وغیرہ کا دعویٰ تھا کہ پانچواں حصہ پورے کا پورا خاص ذوی القربیٰ کا حق ہے۔ اور کسی کو اس میں کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں قاضی ابوبوسفؒ صاحبینے کتاب الخراج میں اور نسائی نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے

عرض علینا عمر بن الخطاب ابن نزع من ال خمس ایمننا ونقضی منه عن منخر منا فایمننا الا ان یسلم لنا وانی ذلک عابنا۔

عمر بن خطاب نے یہ بات ہم لوگوں کے سامنے پیش کی تھی کہ ہم لوگ خمس کے مال سے اپنے بیواؤں کا نکاح اور قرضوں کے قرض کے سداف لے سکیں، لیکن ہم مجز و س کے تسلیم نہیں کرتے تھے کہ سب ہمارے اہل ہمارے دیا جائے۔ عمرؓ نے اس کو منظور نہ کیا۔

اور روایتیں بھی اس کے موافق ہیں۔ صرف کئی کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ذوی القربیٰ کا حق سناٹ کر دیا۔ لیکن کئی بہت ضعیف الروایت ہے۔ اس لئے اس کی روایت کا اعتبار نہیں کر سکتا۔ (الفاروق حصہ دوم ص ۵۱ تا ۵۲)

وکیل حضرت عمرؓ بن خطابؓ شبلی نعمانی کے مندرجہ صدر بیان سے حسب ذیل تصریحات حاصل ہوتی ہیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ خمس کو حق سادات بنی ہاشم تسلیم کرتے تھے۔

(ب) حضرت عمرؓ کے راسے میں خمس کا پورا پانچواں حصہ رسولؐ کے قربات داروں کا حق نہ تھا۔

(ج) حضرت عمرؓ فردت و مصلحت کے لحاظ سے خمس میں کمی بیشی کر لینا خلیفہ وقت کا حق سمجھتے تھے۔

(د) عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ ۱/۵ حصہ پورے کا پورا خاص ذی القربیٰ کا حق سمجھتے تھے اور کسی کو اس میں تصرف کا مجاز نہیں دیتے تھے۔

(ه) حضرت عمرؓ نے نبی ہاشم کے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا۔

(س) حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ذی القربیٰ کا حق ساقط نہیں کیا تھا۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ نتیجہ بلا دشواری وضع کیا جاسکتا ہے کہ زائد رسولؐ مقبول میں خمس کا پورا پانچواں حصہ ذی القربیٰ کا ہو کر نہ تھا۔ تبھی تو حضرت عمرؓ نے بقول حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہ نبی ہاشم کے سامنے خمس کی بات پیش کی اور نبی ہاشم نے حضرت صاحب کی اسی تجویز کو نہ مانا۔ لہذا حضرت عمرؓ نے ان کی رائے کو قبول نہ کیا۔ اگر انھیں ۱/۵ حصہ کو سادات کا حق قرار نہ دیتے تو پھر نہ ہی حضرت عمرؓ کو کس مشاورت کی ضرورت پیش آتی اور نہ ہی نبی ہاشم حضرت عمرؓ کی بات سے اختلاف کر کے پورا حصہ لینے پر اصرار کرتے پس بخوبی ثابت ہوا کہ زائد رسولؐ میں خمس ۱/۵ حصہ سادات نبی ہاشم کا تھا۔ اس میں رد و بدل یقیناً بعد از رسولؐ ہوا۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سادات سے انکار تو نہیں کرتے تھے مگر اس میں کمی بیشی کو بحیثیت خلیفہ جائز سمجھتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ نص قرآنی اور عمل رسولؐ کی موجودگی میں خلاف قرآن و سنت حضرت عمرؓ کا ایسا اختیار استعمال کرنا صرف حضرت عمرؓ کا ذاتی خیال یا فعل ہو گا۔ چونکہ حضرت عمرؓ ہی صاحب وحی تھے اور نہ ہی ان کو سنت تبدیل کرنے کا حق حاصل تھا۔ لہذا ان کے ذاتی اجتہاد کو نصوص کی موجودگی میں کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ اگر حصہ مذکورہ میں کمی بیشی کرنا درست ہوتا تو نبی ہاشم کو اس بارے میں ضرور معلوم ہوتا اور وہ کبھی بھی پورے حصہ کا تقاضہ نہ کرتے اور اگر حضورؐ نے ایسا فرمایا ہوتا کہ میرے بعد حاکم کی مرضی پر یہ بات منحصر ہے کہ

پورا دے یا کچھ کم زیادہ کر دے تو بھی حضرت عمر کو حاکم جانتے ہوئے بنی ہاشم اپنے حصہ کو طلب نہ کرتے۔ اگر بنی ہاشم مصر رہتے تو حضرت عمر کو چاہیے تھا کہ فرمان رسولؐ سے ان کی تسلی کر دیتے کہ خلیفہ اس ال میں رد بدل کرنے کا مجاز ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ایسی کوئی حدیث بنی ہاشم کے سامنے پیش نہ فرمائی۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ رائے خالصتہ حضرت عمرؓ کی ذاتی رائے تھی۔ جو حجت قرار نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ نہ ہی آپ معصوم خلیفہ تھے اور نہ ہی منصوص۔ اسی لئے امام شافعیؒ نے بڑی دیدہ دلیری سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ ہمیشہ پانچواں حصہ دیتے تھے

مولوی شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو ذی القصر بنی کے غیر معین حق سے ہرگز انکار نہ تھا۔ اور شبلی صاحب کے بقول جمن کو قرامت داروںؓ رسول کا حقدار اس لئے بنایا گیا تھا کہ حضورؐ تبلیغ احکام اور مہات رسالت کے انجام دینے کی وجہ سے معاش کی تدابیر میں مشغول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ضرور تھا کہ ملک کی آمدن میں سے کوئی حصہ آپ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اس کے بعد شبلی لکھتے ہیں۔

”اس بنا پر آنحضرتؐ اور ذوی القصرؓ کے لئے جو کچھ مقرر تھا۔ وقتی ضرورت اور مصلحت کے لحاظ سے تھا۔ لیکن یہ قرار دینا کہ قیامت تک آپ کے قرابت داروں کے لئے پانچواں حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور گوان کی نسل میں کسی قدر ترقی ہو اور گودہ کتنے ہی دولت مند اور غنی ہو جائیں تاہم ان کو یہ رقم ہمیشہ ملتی رہے گی۔ ایسا قاعدہ ہے جو اصول تمدن کے بالکل خلاف ہے۔ کون شخص یقین کر سکتا ہے کہ ایک سچا بانی شریعت یہ قاعدہ بنائے گا کہ اس کی تمام اولاد کے لئے قیامت تک ایک معین رقم ملتی رہے۔ اگر کوئی بانی شریعت ایسا کرے تو اس میں اور خود غرض برہمنوں میں کیا فرق ہوگا۔ حضرت علیؓ و عبداللہ بن عباسؓ جو شخص کے مدعی تھے۔ ان کا بھی یہ مقصد ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ یہ حق قیامت تک کے لئے ہے جبکہ جو لوگ آنحضرتؐ کے زمانے کے باقی رہ گئے تھے ان ہی کی نسبت ان کو ایسا دعویٰ ہوگا۔ (الفاروق حصہ دوم ص ۱۵۵)

لے سارے بنی ہاشم و اولاد عبدالمطلب حضورؐ کے زیر کفالت نہ تھے۔ یہ بات شبلی کی خود ساختہ ہے

غیر معقول غدر

شبلی کا غدر بظاہر معقول نظر آتا ہے لیکن اگر تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو اس سے پیدا شدہ نتائج انتہائی خطرناک صورتحال سامنے لاتے ہیں۔ کیونکہ ایسا تصور کرنے سے اولاً علم خدا کی نفی ماننا پڑتی ہے کیونکہ جو یہ خدا نے یہ حکم قرآن میں دیا تو مدت مقرر نہیں کی اور نہ ہی عمل رسولؐ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مالی حالات میں حضورؐ نے اس حصہ میں کوئی رد و بدل فرمایا ہو۔ البتہ بعض احادیث ایسی ضرور موجود ہیں کہ افراد کو ان کی ضروریات کے مطابق عادلانہ تقسیم کیا گیا۔ اگر وقتی ضرورت اور مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے واضح احکام میں تبدیلی کرنا درست مان لیا جائے تو پھر اسلامی شریعت کا کوئی حکم بھی ایسا نہ رہے گا جسے تبدیل نہ کیا جائے۔ لہذا یہ صورت حال دین کو ناقص ثابت کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ کیونکہ اسلام کی اختیازی خوبی یہ ہے کہ اس کے احکام ناقابل تبدیلی ہیں، ہمہ گیر و عالمگیر ہیں۔ ہر وقت کا تقاضا ہیں۔ علامہ شبلی نے اپنے مددِ وحی کی وکالت میں دین کی حیثیت ہی کو کو نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ جس دین کے احکام میں استحکام نہیں ہوتا۔ اس کے الہامی ہونے پر شبہ کیا جاسکتا ہے جبکہ اسلام ایک ایسا الہامی دین ہے جس کے کسی حکم میں نہ ہی کوئی نقص ہے اور نہ ہی کبھی اسی طرح اسلام کے سارے احکام قیامت تک قابلِ عمل ہیں۔ اور اللہ نے دین کو مکمل و جامع کر کے یہ واضح اعلان کیا ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اگر شبلی کا یہ کلمہ مان لیا جائے کہ مصیحت اور وقتی ضرورت کے لحاظ سے خلاف قرآن و سنت دینی احکام میں قطع و برید کر لینا درست ہے تو ایسا مفروضہ دین اسلام کے الہامی و مکمل ہونے پر ضرب کاری ملگاتا ہے۔

دوم یہ کہ آخر یہ ضرورت حق ذوی القربی کے بارے میں کیوں پیشیں آتی ہے۔ عام و کوۃ کے معاملہ میں اس توضیح کو کیوں پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ نظر ہے کہ خمس کا حق مستحق افراد سادات ہی کا ہوگا۔ اور دولت مند و غنی افراد اس کے مستحق نہ ہوں گے۔ سوم یہ کہ حقیقت ہے کہ غریب و یدیر کا فرق زمانہ کے ساتھ ساتھ جاری ہے۔ لہذا یہ کہہ کر کہ اس حصہ کو مقرر کرنا ہے اصول تمدن کے خلاف ہے۔ خلاف حقیقت ہے۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ نبی کے رشتہ داروں کی آبادی اتنی تناسب سے

بڑھی ہے جس طرح کہ دیگر لوگوں کی۔ سادات میں صاحبانِ ضرورت افراد بھی ہیں اور مفلس و محتاج بھی۔ چنانچہ خدا رحیم کہ رازق و علیم ہے، نے آئندہ نسلوں کی مالی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے اولادِ رسولؐ کا یقین اور کثرتِ قرار دیا جو نکلے اور اولادِ رسولؐ پر صدقات و زکوٰۃ حرام ہیں لہذا تم میں انکا حصہ مقرر کر کے خدا و رسولؐ نے ایسا عادلانہ عادلانہ فیصلہ کیا ہے کہ اصولِ تمدن میں خسرانِ تحسین کا استحقاق محفوظ رکھنا ہے۔ زمانہ رسولؐ کی پوری بائش و معاشرت اور آبادی کو نظر میں لایئے اور آج کا رہن سہن ضروریات اور آبادی پر غور کیجئے۔ آپ کو تناسب کے لحاظ سے کوئی فرق نظر نہ آئے گا۔ جب اسلام کا بنیادی معاشی اصول یہ ہے کہ ضرورت سے نا ضل رقم پر فسرر اسلام کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ اس کی حیثیت ایمین کی سی ہے۔ تو پھر یہ کہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا کہ ایسا کرنا ظورِ غرض پر سمجھوں کے موافق ہوگا۔ محض طیڑھی و کالت کا نتیجہ ہے۔ اسلام نہ ہی جمع دولت کی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی کسی فرد کو محتاج پسند کرتا ہے۔ لہذا جب بلا استثنیٰ کوئی مومن اپنی ضرورت کے علاوہ مال و دولت کا حقدار ہی نہیں ہے۔ تو پھر حضور پر ایسا قیاس کرنا انتہائی نامعقول بات ہے۔ کیونکہ خمس صرف مستحق افراد ہی کا حق ہوگا۔ نہ کہ دولت مند رشتہ داروں رسولؐ کا کہ جن کو احتیاج نہیں۔ پس ایسے نامعقول عذرات کی اڑ میں رسولؐ کی ضروریات کو نظر انداز کرنا دراصل رسول کریمؐ اور خدا کے حقوق کو غصب کرنا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس مذہب میں خدا اور رسولؐ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ اور اس کے برعکس ایک عام احمی کے اجتہاد کو سنت کا مقام دے دیا جائے اُس کی بنیاد وحی کی ہدایت ہر استوار نہیں ہو سکتی ہے۔

نوٹ :- اسلامی احکام کی بنیاد وحی الہی پر ہے۔ لہذا خدا نے تمام مصلحتوں اور وقتی ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اپنے قوانین نازل کئے ہیں۔ جہاں جہاں گنجائش کا امکان تھا۔ واضح احکام ہیں۔ دیکھئے نماز کہ مسافر پر کمی کر دی۔ بیار کو اور مجبور کو اشارے سے بڑھنے کی اجازت دی۔ وضو کی بجائے تیمم کے احکام ہیں۔ روزہ میں مسافر و بیار کو چھوٹ دی۔ اسی طرح زکوٰۃ کا انتصاب ہے کہ جیسی دولت و کسی شرح۔

الغرض کوئی بھی فرض لیں جلد تقاضے پورے کئے گئے ہیں۔ اگر خمس کے حکم میں یہ گنجلت رکھنا مقصود ہوتا کہ وقتی ضروریات کے تحت اس کے حصہ میں کمی زیادتی کی جاسکتی ہے تو خود ضرور اس کی وضاحت فرمانا یا حضور کوئی ایسا حکم ارشاد کرتے۔ لیکن اگر افسانہ وحی کے مقابلہ میں اپنی ناقص عقل کو رہنما مان لے اور قیاس کے مطابق ضرورت و مصلحت واضح کرنا شروع کر دے تو سارا دین محرف ہو جائے گا۔ مثلاً یہ کہ

پہلے زمانے میں دوپہر کا وقت فارغ ہوا کرتا تھا۔ لوگ صبح سویرے دھندے پر لگ جاتے تھے۔ لیکن آج کل دوپہر کا وقت معروف ٹائم ہے۔ لہذا وقتی مصلحت یہ ہے صبح کی نماز کی دو رکعتیں ظہر کے وقت ادا کی جائیں اور صبح چونکہ فرصت ہوتی ہے۔ لہذا وہاں چار رکعت نماز پڑھ لی جائے۔

لیکن یہ تبدیلی تعدد اور رکعات کوئی مسلمان بھی وقتی مصلحت تسلیم کر کے گواہ نہیں کریگا۔ کیونکہ یقین سنت سے ثابت ہے۔ پس چونکہ مذہب سنیہ کے نزدیک اسلامی احکام لچکدار ہیں اور انہیں ضرورت کے مطابق اپنی مرضی سے بدلا جاسکتا ہے۔ اس لئے یہ مذہب غیر مستحکم اور غیر مدلل ہے۔ جیسے دیگر الفاظ میں محرف مذہب کہا جاسکتا ہے۔

دور جدید میں مسلمان خمس پر ایک اعتراض وارد ہے کہ پرانے زمانہ میں غنائم قابل تقسیم ہو سکتی تھیں۔ لیکن دور جدید میں اموال غنیمت بدل چکی ہے۔ اور ان کی تقسیم ممکن نہیں ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز، سمندری جہاز وغیرہ اور اگر ان آلات حرب کو کسی طرح تقسیم کر بھی دیا جائے تو یہ مفید ثابت نہ ہوگا۔ اسی طرح ان کی قیمت کا بٹوارہ بھی ناقابل عمل ہوگا۔ چنانچہ ان دشواریوں کی بحت و شرعی حل ہم اس کتاب کے حصہ دوم میں پیش کریں گے۔

لہذا جب ہم مذہب سنیہ اور شیعہ کا موازنہ کرتے ہیں تو اس منتر ل پر پہنچتے ہیں کہ سنی مذہب نہ ہی احکام قرآن پر کار بند رہتے کا محتاط ہے اور نہ ہی اسے سنت رسول کے اتباع کی پابندی کرنے کا لحاظ ہے۔ اسے عمل اہل بیت کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات سیرت اصحاب بھی قابل حجت نہیں ہے۔ جیسا کہ مسلمان خمس میں ہم نے آیات قرآن، سنت رسول، عمل اصحاب اور مذہب اہل بیت کی روشنی میں مولوی شبلی کی زبانی خمس کو

حق مساوات ثابت کیا۔ لیکھی سنی حضرات اس حق کو آج تک فرو گذاشت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور نبی کے حق کا غاصب جس منہز کا مستحق ہے اُس کو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کے برعکس مذہب شیعہ شروع سے جس کی ادائیگی متواتر کرنے کی تعلیم دے رہا ہے خدا کے مقرر کردہ حصہ میں وہ کمی بیشی کرنا صحیح نہیں سمجھتا ہے اور اولاد رسول کے حقوق کی پاسداری کر رہا ہے۔ پس یہ مذہب یقیناً بہتر ہے کہ اس پر نہ خدا کے حکم میں تبدیلی کا الزام دیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی اسے ظنی مذہب کہا جاتا ہے۔ یہی مذہب پاسدار سنت رسول ہے کہ آج تک اولاد محمد کے حق کو اسی طرح تسلیم کرتا ہے جس طرح خدا اور رسول نے حکم دیا ہے۔

لہذا جو شخص خدا اور محمد کی نبوت پر ایمان لائے کا عہد کریگا۔ عقلاً اسے اطاعت رسول کو عمل امت پر ترجیح دینا پڑے گی۔ پس کوئی بھی حکم جو قرآن اور سنت نبوی کے خلاف ہوگا۔ ایک صحیح العقیدہ مومن کیلئے واجب الاتباع نہیں ہے۔ خواہ وہ حکم کیسی ہی عظیم الشان ہوتی ہی کا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رسول سے کسی عیزتی و غیر معصوم حضرت کی شان بلند نہیں ہے

ج

ابتدا سے آج تک اس دنیا سست و بے شمار مفکرین و مدبرین نے انسانی زندگی کی اصلاح کیلئے اپنے اپنے نظریات و تحریکات روئناس کر دیں۔ اپنے ادراک فہم کے مطابق مشاہدات و تجربات کی روشنی میں مرتب کردہ رہنمائی و رہبری کے اصولوں کا مجموعہ علوم الناس کے سامنے پیش کیا۔ آج بھی ایسے نظریات دنیا کے مختلف گوشوں میں رائج ہیں۔ لوگ ان مروجہ نظاموں کے تحت اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے تہذیب و تمدن اور فلاح و بہبود کیلئے کوشاں ہیں۔ موجودہ رائج نظاموں میں آج کل ایک طرح کی دوڑ بھاری ہے، ہر نظام انسانی مسائل حل کرنے کا دعویدار ہے چنانچہ مختلف نظریات کے حامیوں کے درمیان اس بارے میں آگے دن مباحثے جاری رہتے ہیں۔ بلکہ اس وقت تو ہر نظام زندگی اپنی افادیت سائنس و فن کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے دنیا کی کثیر آبادی نے مذہبیات و اعتقالات کو یا تو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا ہے یا پھر محض حفظ آثار و قدیمہ کی طرح محض مذہب کو ضمیمہ حیثیت دے رکھی ہے۔ ایسے لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب ہی سرگرمیاں انفرادی دائرہ میں محدود رکھی جائیں اور اجتماعی کردار کیلئے نئے اخلاقی ضابطے متعین کئے جائیں جو جدید ترین تقاضوں اور متغیر حالات کیلئے مفید ہوں۔ اس ہی سے ملتا جلتا نظریہ بعض مسلمانوں نے قائم کیا ہے کہ احکام شریعت میں بوقت ضرورت تبدیلی کر لینا درست ہے۔ حالانکہ یہ خیال بھی قابل توجہ ہو سکتا ہے جب کسی نظریہ کی اساس خدائی الہام اور وحی ربانی پر نہ ہو۔ لیکن اگر ہدایت منجانب خدا کا دعویٰ ہو تو یہ مفروضہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہے۔

ایسا گروہ جو مادی زندگی کے آگے کچھ بھی نہیں سمجھتا ہے بڑی جرات سے مواد جزا و سرائے تدوین و تکوین اور وجود خالق کائنات کے تصورات کو غیر محقول

بلکہ ادیان کہتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ سب ضروریات ہیں اور اس دور میں فنون میں ان سے چھٹکارا پانا ہی نجات ہے۔

دعویٰ اسلام | ایسے حالات میں مسلمانوں کا نظریہ اسلام اس دعویٰ کے ساتھ پیش کرنا کہ یہ ایسا نظام حیات ہے جو جملہ مسائل پر حاوی ہے۔ فلاح و بہبود اور معاشرت و حکومت کی متوازن و معتدل قدریں پیش کرتا ہے انفرادی اور اجتماعی مشکلات حل کرتا ہے۔ مادی و روحانی الجھڑیوں کو سلجھاتا ہے۔ ہر دکھ ہر درد ہر بیماری کا علاج تجویز کرتا ہے اور ہر جسمانی، فزیکی اور روحانی مرض کا شافی علاج ہے فی الحقیقت یہ دنیا کے سامنے مختلف نظریات کی موجودگی میں بہت بڑا چیلنج ہے اور جن حضرات نے میری کتاب ”حرف ایک راستے“ ملاحظہ فرمائی ہے ان کو یاد ہوگا اس میں ہم نے اسی دعویٰ کو ناقابل تردید اثبات کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جب ہم دنیا کے سامنے یہ چیلنج پیش کرتے ہیں تو سب سے پہلی رکاوٹ جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ خط ارض پر ہم کوئی ایسی اسلامی ریاست بطور مثال پیش کرنے سے تاصر ہیں جہاں صحیح اسلامی نظام نافذ ہو۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ نقشہ دنیا پر اس وقت جتنی بھی مسلمان حکومتیں موجود ہیں ان میں بیشتر داخلی خلفشاریں مبتلا ہیں۔ اور کسی نہ کسی طریقہ پر موجودہ غیر اسلامی نظریات میں سے کسی ایک کی طرف ضرور جھکی ہوئی ہیں۔ زیادہ تر مسلم مملکتیں اقتصادی، سائنسی اور فنی اعتبار سے پسماندہ ہیں اور ان کی ثقافت اور تمدن پر خارجی اثرات بڑی حد تک نمایاں نظر آتے ہیں سماجی حالات تو رہے ایک طرف عموماً اخلاقیات بھی ناگفتہ بہ ہیں۔

لیکن دراصل یہ ساری کشمکش ان غیر خدائی نظریات کی اپنی پیدا کردہ ہے اور مدعیان اسلام محض اپنا راستہ چھوڑ کر ان راہوں پر چلنے کا مزہ چکھ رہے ہیں اگر مسلمان دوسروں کی پیروی کرنے کی بجائے اپنے نظام کو اپنائیں تو کوئی وجہ نہیں تمام قومیں ان کی قیادت عظمیٰ کو تسلیم نہ کریں کیونکہ اسلام کا

ایک حکم حیات انسانی کے تمام گوشوں پر واضح روشنی ڈالتا ہے اور ایسے عمدہ نتائج برآمد کرتا ہے کہ دنیا کا کوئی نظریہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں صرف حج کے عالمگیر اجتماع ہی کی مثال لیجئے کہ یہ فریضہ خصوصی توجہ کے قابل ہے جب ہم اس اسلامی رکن کی نوعیت اور اہمیت پر غور کرتے ہیں تو لاتعداد پوشیدہ حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ حج کے معنی زیارت و حاضری کے ہوتے ہیں چونکہ یہ فرع دین چند مخصوص مقدس مقامات پر حاضر ہو کر ہی ادا ہوتی ہے اس لئے اسے حج کہا جاتا ہے۔ حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے جس طرح حج کی ظاہری صورتیں متعین ہیں اسی طرح ظاہری صورتوں میں وہ حقائق مستور ہیں جو ان صورتوں سے مقصود ہیں یعنی جس طرح دیگر عبادات مادی و روحانی فوائد کی حامل ہیں اسی طرح حج کے بارے میں بھی اسلام نے مادی اور روحانی ضروریات کا مکمل لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان جو دنیا کے کسی بھی گوشہ میں کیوں نہ ہو اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو اسے زندگی میں ایک مرتبہ حرمین شریفین پہنچ کر حج کے مناسک ادا کرنا کیوں ضروری ہے اور اس یکتا حکمت پوشیدہ ہے؟

مناسک حج کی حکمتیں

اس سلسلہ میں پہلی بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے حقیقی مساوات کہ نظام اسلام انسان کو ایک ہی رنگ میں رنگین دیکھنا چاہتا ہے اور اجتماعی مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ ارضی تعصب، انسانی منافرت، نفاتی نفرت اور آرائشی و ملبوسی تکبر کی راہیں سد و دھرتا ہے۔ ملاخطہ فرمائیں کہ ایک ہی وقت میں مختلف نسلوں اور جذباتیوں والوں کو اپنے اپنے زمرے میں اپنے روایتی لباس اتار کر ایک پوشاک میں یکساں انداز میں معینہ ارکان ادا کرتے ہیں۔ یہ اہتمام اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اسلام کسی قسم کی تفریق کا دار و دار نہیں ہے۔ وہ تفریق و تفرقہ متا کر مختلف اقوام کو ایک ملت واحدہ کے نظریاتی

رشتہ سے منسلک کرتا ہے اور اخوتِ اسلامی کی عملی تعلیم دیتا ہے۔
 (لہذا ایسی احادیث گھڑنا کہ اختلافِ اُمت کے لئے رحمت ہے دراصل اسلام کی تعلیمات کو بگاڑتا ہے اور پھر اسلامی قوانین میں لپک کو مان کر ان میں اضافہ و تراہیم کی گنجائش تسلیم کر لینا نظریۂ اسلام کو کھوکھلا کر دینے کے مترادف۔ اگر احکامِ اسلامیہ مستحکم نہ ہوتے تو پھر حج میں کم از کم اپنے طرز معاشرت کے مطابق لباس استعمال کرنے کی اجازت ہو جاتی یا عبادات کو اپنی زبان میں ادا کرنا جائز ہو جاتا۔ کیونکہ وقتی تقاضا ایسا ہی ہے کہ زمانہ رسول میں اسلام عربوں تک محدود تھا بعد میں فتوحات ہوئیں اور عجمی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا لہذا اگر دعائے ملے عربی کی بجائے زبانِ عجم میں ادا کر دیئے جاتے تو نیت بھی نیک ہوتی اور مفہوم بھی ایک ہی ہوتا لیکن ایسی اجازت کا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ تکمیلِ دین کے بعد کسی حکم میں ذرہ برابر تبدیلی کرنا تحریفِ دین ہے)۔

دین و دنیا

دوم یہ کہ حج کے ارکان کی ادائیگی کے دوران کئی دعائیں بارگاہِ الہی میں پیش کی جاتی ہیں مثلاً سعیِ صفا و مزدہ میں کہا جاتا ہے ”ربنا اتقنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار“ یعنی اے ہمارے رب ہماری دنیا اور آخرت کو بہتر بنادے اور عذاب کی آگ سے بچائے رکھ اس مختصر سی دعائیں اسلام کا بنیادی متبع نظر برسرِ عام آجاتا ہے کہ اسلام ربوبیتِ الہیہ کا پرچار کرتا ہے کہ پروردگار ذاتِ خداوندی ہے اور وہ دنیا و آخرت دونوں زندگیوں کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اسلام تعلیم دیتا ہے کہ مادی خوشحالی کیلئے ضرور کوشش کی جائے لیکن اس طرح کہ روحانی تقاضے پورے ہوتے رہیں کیونکہ مادہ و روح میں جدائیِ شتمہ حیات ہے پس حسنتِ دنیا اور حسنتِ آخرت دونوں اہم ہیں پھر آتشِ عذاب کا تذکرہ ہے تاکہ تمام افراد کو یہ بات معلوم رہے کہ اس کے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا اور عمل کے مطابق جزا و سزا ملیگی۔ جب پڑتاں کا خوف رہے گا تو یقیناً تمام امورِ خیانت سے پاک ہوں گے۔

نظارہ حشر | سوم میدانِ عرفات کا وقوف ہے کہ حاجی وہاں استغفار اور

اور دیگر عبادات بجالاتے ہیں یہ نظارہ منظر روزِ حشر پیش کرتا ہے فرق یہ ہے کہ یہاں گناہوں کو یاد کر کے بخشش طلب کی جاتی ہے اور وہاں حساب لیا جائیگا۔ اس اجتماع میں مسلمان اپنی اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہیں اور آئندہ کیلئے ان خالیوں کو دور کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

عالمی کانفرنس اور سہ ماہی | اسلام بین الاقوامی سطح پر یہ ایسا عظیم الشان اجتماع بلاتا ہے کہ فرد کو اپنی اپنی کوتاہیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور نئے صالح عوارض کے ساتھ آئندہ زندگی گزارنے کا عہد کیا جاتا ہے۔ یعنی اس میدان میں انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر خود اپنی ذات کے اعمال کی بہتر آواز کرتا ہے اور پیدا شدہ نقائص کو دور کرنے کا وعدہ کرتا ہے جس کے نتیجے میں عام معاشرت پر انتہائی خوشگوار اثر پڑتا ہے اور بڑے مفید نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

عمل پہم | چہارم سی درمیان مفاد مردہ کیلئے کہ وہاں اسلام سلسلے کو شش کی تعلیم دیتا ہے اور اس کا پیغام ہے کہ بہت مردوں مدد خدا یعنی انسان کو یا دوسرے ہونا چاہیے ہزاروں سال پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ اپنے فرزند ارجمند کیلئے پانی کی تلاش میں بھاگتی ہیں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی طرف جاتی ہیں اور پانی ڈھنڈھتی ہیں یہی حکیمانہ سبق ہر مسلمان کو دیا گیا ہے کہ انسان جسے المقدور کوشش جاری رکھئے نتیجہ خدا کے ہاتھ ہے اور وہ ذات کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتی چنانچہ بی بی ہاجرہ کی سعی خدا نے کامیاب فرمائی حضرت فریخ علیہ السلام کی ایڑیوں کی برکت سے اللہ نے چشمہ آب زم زم جاری فرما دیا خدا کو یہ سعی ایسی پسند آئی کہ یہ سنت جاری کر دی۔

احسان شناسی | بی بی ہاجرہ کی اس کوشش کو خدا نے جو سنت قرار دیا عام فہم لوگ اس پر نگاہ تعجب ڈالتے ہیں حالانکہ اسلام نے یہاں بھی عظیم الشان رہنمائی فرمائی ہے کہ دستور اسلام یہ

کہ کسی بھی فرد کو رائی برابر عمل بھی ضائع نہ ہو۔ چنانچہ اسلام بھلائی میں اٹھائے گئے ہر قدم کی حفاظت کرتا ہے اور اسے آئندہ نسلوں کیلئے نقش راہ قرار دیتا ہے۔ محض پیغمبرؐ کی پیاس بجھانے کی خاطر ان کی والدہ نے اس خلوص و توکل کے ساتھ تلاش اب شروع کی خدائے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ اور بی بی کے عمل کو شعائر اللہ میں جگہ دے دی اور تاقیات اس واقعہ کی یاد منانا ضروری قرار دیدیا گیا۔ یعنی تعلیم اسلام یہ ثابت ہوئی کہ اسلام پر خلوص کا پلور کی یاد کو محفوظ کرتا ہے اور اس کی تعلیم احسان فراموشی ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی کارنامہ (خواہ وہ معمولی ہو یا غیر معمولی) راہ حق میں سرانجام دیا جائے تو آئندہ نسلیں اس کا تذکرہ کریں۔ بلکہ اسلام احسان شناسی کی تلقین کرتا ہے اور گزشتہ واقعات کو عبرت کی نشانیاں اور ہدایت کی ستارے بنا کر دیتا ہے۔ پس ایسے تمام واقعات جن میں اسلامی تعلیمات کی عملی تشریح ملتی ہے۔ ان کو یاد رکھنا اور بار بار دہرانا منافی اسلام نہیں بلکہ عین اسلام ہے اور کائنات کے تمام واقعات میں سے صرف اور صرف ایک ہی واقعہ ایسا ہے جس میں حقیقی اسلام کی پوری تعلیم عملاً دکھائی دیتی ہے اور یہ واقعہ کہلاتا ہے جسے بھولنا دراصل اسلام کو بھول جانا ہے یہ ایک ایسا نچتر، ٹھوس اور سچا دعویٰ ہے کہ جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا ہے۔

مرکزیت و اتحاد پنجم یہ کہ بیت اللہ کا طواف کرنا بھی عالم اسلام کے مرکزی گھوموں۔ یہ گھوم چکر کا منشا ہی نہیں ہے بلکہ خدا سے عہد کرنا ہے کہ ہم بیت اللہ کو کو اپنا مرکز تسلیم کرتے ہیں یعنی ہر حاجی عملاً یہ اظہار کرتا ہے ہم خدا کے بیت کو مرکز ہدایت اور نقطہ اتحاد و اجتماع تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بھی سلی اتحاد قومی تنظیم اور یقین محکم کی عملی تشریح ہے جسے اسلام بین الاقوامی سطح پر دنیا کے سامنے تجویز و مشاہدہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔

اہل بیت یہاں امر مطیف یہ ہے کہ "بیت" کیلئے اہل بیت کا وجود لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اہل بیت کی عصمت و طہارت کا اعلان کیا ہے اور رسولؐ نے انہیں ہدایت و نجات کا وسیلہ قرار دیا ہے خدا لامکان

ہے اور جس گھر میں گھر والا نہ ہو۔ وہ گھر اجاڑ ہوتا ہے۔ لہذا اہل بیت رسول کے قلعہ کو عین کعبہ میں پیدا کر کے خدا نے تمام دنیا کو مرکز اتحاد کی نشاندہی فرمائی ہے۔

تبرہ چھٹی بات رمی جبرائیل ہے یعنی تین شیطانوں کو کنکریاں مارنا جس سے یہ یاد تازہ ہوتی ہے شیطان سیرت افراد سے ہر طرح دور رہنا چاہیے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے شیاطین سے بے زاری کا اظہار علانیہ کرنا ضروری ہے یہ امر خاص توجہ چاہتا ہے کہ رمی کے وقت تین شیطانوں سے نفرت کا عملی مظاہرہ کیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ شیطان کے روپ تین ہی ہیں اور میں ہر صورت اور ہر ممکن طریقہ سے ان تینوں صورتوں سے تبرہ کرنا ہے۔ دل و نیت سے بھی اور سنگباری کے عمل سے بھی۔

ایشاء و قربانی ساتویں بات مہی میں قربانی جس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ منشاء خدا کو پورا کرنے کیلئے اگر آزمائش کی گھڑی آجائے تو صبر و شکر کے ساتھ ہر قربانی پیش کر دینا چاہیے اور ایسے عاشقان خدا کی یاد کو ہر سال تازہ کرنا زندہ قوموں کی نشانی ہے اگر اصل نشانی دستیاب نہ ہو سکے تو نقلی نشانیاں پیش کرنا بھی ضروری ہے کہ خاصان خدا کے کارناموں کو یاد رکھنا اور ان سے سبق حاصل کرنا بھی ہدایت کی عمدہ راہ ہے۔

الغرض جب ہم حج کے کسی بھی رکن کا جائزہ لیں تو ہمیں لاتعداد مادی اور روحانی حکمتیں نظر آتی ہیں۔ اجتماع حج کا تجربہ آپ مختلف علوم کی تحت بھی کر سکتے ہیں ایک طرف سیاحت و تاریخ سے متعلقہ بہت اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں تو دوسری طرف شہرت و سیاسیات کے کئی امور حل ہو جاتے ہیں روحانی اعتبار سے حج کے ارکان کی ادائیگی سے اللہ اور بندہ کے رشتہ کی تجدید ہوتی ہے اور مادی لحاظ سے لاتعداد معاشرتی اور اقتصادی مسائل کا حل معلوم ہوتا ہے۔ جہاں دینی اعتقادات کو تقویت ملتی ہے وہاں دنیوی یگانگت، باہمی اتحاد اور متفقہ لائحہ عمل کا سبق بھی حاصل ہوتا ہے اور ان امور کی اساس پر تمام سیاسی، معاشی، علمی، عملی، ثقافتی و سماجی اقدار کی ترقی کا انحصار ہے۔

عظیم ذات خداوندی ہے کہ اس کی عظمت میں کوئی دوسرا شریک
عظمت خالق نہیں ہے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو حج سے عظمت خدا کا

کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ حاجی صاحبان بلا امتیاز غریب و امیر، گور و کالا، جوان و پیر
 خدا کے عظیم کے دربار میں محض و انکسار سے حاضر ہوتے ہیں۔ خدا کی عظمت و بزرگی کا
 اظہار باوجود باندہ تبلیہ و تکبیر کے نعروں سے کرتے ہیں اور یہ محض رسنا اور تقلید نہیں کیا
 جاتا ہے بلکہ خلوص نیت اور قلب سلیم سے عظمت مآلک کا اعتراف ہوتا ہے کیونکہ کسان
 ذکر سے قلبی غفلت از خود دور ہو جاتی ہے یعنی اعلائے کلمۃ الحق صدق دل اور
 اقرار زبان سے کیا جاتا ہے اور اس کا کامل طریقہ یہی ہے کہ جہت سے یک رنگی اور
 مکمل اتحاد و تنظیم قائم رہے۔

اسلام امن و سلامی کا پیغام دیتا ہے لہذا اپنے عالمگیر اجتماع میں ہر فرد کو امن
 کے رنگ و سفید کامیاب پہناتا ہے اور وہ بھی انسان کے سہل ہوئے کپڑوں میں کبتر و
 زیبائش کا پہلو ہوتا ہے جبکہ اسلام امن اور سادگی کا سبق دیتا ہے۔

کسی عظیم کی عظمت کا اظہار اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اس سے
الحاظ نسبت منسوب ہر شے کی تعظیم کی جائے چنانچہ شعائر اللہ کی تعظیم بحال

لائی جاتی ہے کہ نسبت محترم ہے اور دراصل ان کی تعظیم خدا ہی کی تعظیم ہے پیر، راہ حق
 میں کسی غیر خدا چیز (خواہ وہ شبیبہ ہی کیوں نہ ہو) کا احترام اس لئے ضروری ہے کہ نسبت
 محترم ہے۔ جب ہم شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے کہ خاں
 خدا کی نشانیوں کا احترام کرنا شرک نہیں بلکہ عین تہراب ہے۔

حج میں ایمان اور عمل دونوں کو ہم آغوش ہونے کا موقع
ایمان و عمل ملتا ہے شخصی تضاد جو ایمان و عمل سے بسا اوقات پیدا

ہو جاتا ہے حج کے موقع پر دور ہوتا ہے۔ یعنی اعمال ایمان کے مطابق بجالانے کی مشق
 ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ عام حالات میں انسان اعمال کے بارے میں تساہل برتتا
 ہے مگر حج کے موقع پر تمام افراد خلوص قلبی سے اور خضوع و خشوع سے
 اعمال بجالاتے ہیں اسلامی عقائد کے مطابق اسلامی اعمال احتیاط سے کئے

جاتے ہیں یہ مشقِ سختی سے جاری رہتی ہے کیونکہ کوتاہی اور تغافل کے باعث کفارہ کی سزا جھکتنا پڑتی ہے دوسرے الفاظ میں یوں کہئے نظم و ضبط اور اصول و قواعد کی پابندی کی عادت پیدا ہوتی ہے جس کے اثرات آئندہ زمانے میں دور رس نتائج پیدا کرتے ہیں اور معاشرہ میں تنظیم و اتحاد کے ابدار جوابدہ بن جاتے ہیں ناقص عقل قیاس و رائے ذہنی سے بالکل الگ رہنے کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اتباعِ وحی کے اسخ العقیدگی جنم لیتی ہے دینی احکام کی اطاعت کلی کا جذبہ کار فرما ہو جاتا ہے اور فہم ضعیف کی رائے ناقابلِ اتباع معلوم ہوتی ہے۔

یادگار | بوند (دوستی) کا شمار بھی شہداء اللہ میں ہوتا ہے ایک صورت میں یہ حقیقت بھی مضمر ہے کہ جو چیز خدا کے عظیم کے نام پر قربان ہوتی ہے تو خدا اس پر اپنی تجلی رحمت نازل کرتا ہے اس پر آپ ان حیوانی نفس کو قیاس فرما سکتے ہیں جو اپنی حیوانیت کو خدا کے نام پر قربان کرنے کے بعد از خود شعائر اللہ بن جاتے ہیں۔ اس سے نفس انسانی کی تکمیل کا رازج کے موقع پر آشکار ہوتا ہے کہ وہ رحمت ہر انس سے کاتذکرہ بلند کرتی ہے جو اس کی راہ میں قربان ہو خواہ وہ حیوان ہو انسان اس لئے عاشقانِ خدا کی یاد کو تازہ رکھنے کا سبق ملتا ہے لہذا اگر حینِ راہِ خدا میں شہید ہو کر معنیِ ذبحِ عظیم ہیں اور ذرا الجناح اس میدانِ عشق میں راہِ خدا پر اپنے قدم بڑھاتا ہے تو دونوں کو محجول جانا مقصدِ حج کے خلاف ہے پس واقعہ کر بلا کو سر سال منانا اور راہِ حق کی یادگاروں کی تعظیم کرنا بالکل حج کی طرح مستحب ہے اور چونکہ حج اس سبق کا پیش خیمہ اور ابتدائی درس ہے۔ لہذا بنیادی طور پر فرض قرار دیا گیا ہے کیونکہ ابتداء حج ہے اور انتہا یاد کر بلا ہے جیسا کہ اقبال نے فرمایا۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی ہے حسین اور ابتداء ہے تمثال

الغرض حج کیلئے دور دراز کا سفر کر کے جمع ہونا بلا مقصد نہیں ہے اس سفر میں ہنگامی حالات کی پوری تربیت دی جاتی ہے تاکہ فرد مسلم ہر حالت کا مقابلہ جو انفرادی

سے کر سکے، اسلام نے عبادت کا یہ بظاہر عجیب و غریب طریقہ اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ مسلمان اس کے ذریعہ روحانی و باطنی ترکیب نفس، لطف تقویٰ اور قوت اتحاد حاصل کر سکے، تعصب و تنگ نظری اور نفرت کا خاتمہ کرے اپنے اندر انکساری آثار اور مروت کے جذبات پیدا کرے ہر صاحب ایمان میں یقین محکم پیدا ہو کہ وہ صرف ایک ہی مالک حقیقی کا بندہ فرمانبردار ہے۔ اقتدار اعلیٰ اسی بادشاہ حقیقی کے لئے ہے اور اس کے قانون کی پابندی ہر طرح واجب ہے سارے مسلمانوں کے مابین سیاسی علمی فکری اور تمام مادی و روحانی مسائل ایک ہی ہیں اور سب کو مل کر اتحاد و اتفاق سے انہیں احکام خالق کی روشنی میں حل کرنا ہے۔

رسم قربانی پر اعتراض اکثر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے حج کے موقع پر جو قربانی کی رسم جاری کی ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ بعض مولیٰ شیوں کی نسل کشی اور گوشت کا ضائع کرنا بے سبب واصل اس میں اسلام نے مادی فوائد مد نظر رکھے ہیں اولاً یہ کہ اسلام ہر مسلمان کو شجاعت و بہادر بنانا چاہتا ہے لہذا قربانی کروا کر کشت و خون کے خوف کو رفع کرتا ہے اور مسلمانوں کو تربیت دیتا ہے کہ اگر میدان جہاد میں ہتھیاروں سے دشمن کے سامنے خونریزی کی نوبت آجائے تو انیسان اس سے مانوس رہے اور خون سے خورندہ نہ ہو جائے۔ بلکہ ثابت قدمی سے معرکہ کارزار میں کفار و مشرکین سے مقابلہ کرے۔

مادی حفاظت ارض بطحا کو خون کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہاں اس قدر خون زمین میں جذب نہ ہو تو اس خطہ کی آب و ہوا کے خطرناک ہونے کا امکان ہے یہ خون ہر سال زمین کی پیاس بجھاتا ہے اور ماہرین کی حالیہ تحقیق کے مطابق اگر قربانی کا خون اس زمین پر نہ گرے تو چند ہی سالوں میں ارد گرد کا علاقہ مختلف وباؤں کی زد میں آسکتا ہے لہذا انسانیت کی بھلائی کی خاطر اسلام نے ایک ایسا موقع پیدا کر دیا ہے کہ عوام الناس ان وباؤں سے محفوظ رہیں اور اگر محض ماہرین کی رائے ہی پر ایسا اقدام کیا جاتا تو اتنی کثیر تعداد اور باقاعدگی سے یہ احتیاطی تدبیر کبھی عمل میں آتی جیسا کہ حج سے

ہے اسی طرح گوشت کا تعفن جو بظاہر فضا کو بدبو دار بناتا ہے دراصل ہوائی کثافتوں کو فضا سے دور کرتا ہے اور یہ بات بھی دور حاضرہ کے ماہرین نے ثابت کی ہے کہ اس وادی کے لئے اس پیدا شدہ گیس کے نتائج بہت مفید ہیں اور اس بدبو کے لحم سے ضرر جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔

ہم اس کتاب کے حصہ دوم میں انشاء اللہ مکمل شواہد اور اثبات سائنسی سے جملہ ارکان حج کو عین مقضیٰ بنی نوع انسان ثابت کریں گے تاہم یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ حج کا فریضہ عالمگیر حیثیت سے انسانی فلاح و بہبود کا روشن منار ہے۔

شیعوں پر الزام جب ہم حلقہ اسلامیہ میں شامل نہیں محضے تو سننا کرتے تھے کہ شیعہ لوگ حج بیت اللہ نہیں کرتے ہیں۔ لیکن جب ذرا ہوش کے ناخن نکلے تو معلوم ہوا کہ شیعوں کے نزدیک حج کرنا باطل اسی طرح واجب ہے جس طرح دیگر مسلمانوں کے لئے ہے مگر ایک محققانہ ذہنیت کے تقاضے کے تحت یہ ضرورت پیش آئی کہ آخر شیعوں پر حج الزام بلاوجہ کیوں محضہ پا گیا ہے جبکہ سنیوں کے مقابلے میں شیعوں کے اعمال حج بھی کچھ طویل ہیں۔ کھوج نکالنے کی کوشش کی ایک صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت شیخؒ تو حج کو آپ کی طرح فرع دین تسلیم کرتے ہیں پھر ان پر حج نہ کرنے کا الزام کیوں ہے؟ انہوں نے مجھے جھٹلا کے جواب دیا کہ بھئی یہ رافضی لوگ مدینہ شریف میں حضرات شیخین کی زیارت کو پسند نہیں کرتے۔ اور وہ صاحبان نہ ہوتے تو اسلام نہ پھیلنے پاتا لہذا ان کا حج کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔

حج سنیہ بس سمجھ آگئی کہ حضرت صاحب کے مذہب میں حج زیارت قبور شیخین ہے نہ کہ حج بیت اللہ کیسے اگر یہی حج ہے تو پھر تو واقعی شیعہ اس رکن کو نہیں مانتے اس لئے خاموش رہے اور مزید تکرار کرنا مناسب نہ سمجھا دونوں مذہب کے اعمال حج کا موازنہ کیا۔ چنانچہ دونوں میں دو بڑے اختلاف نظر آئے ایک عمرہ شیعہ اور دو سر طواف نساء و نماز طواف نساء ہے۔

عمرہ شیعہ چونکہ دیگر ارکان اسلام کی تحقیق میں مشاہدہ کر لیا تھا کہ مذہب اہل سنت

میں ہر فرع دین میں خدا و رسول کے مقررہ طریقہ کے خلاف قیاس کی رہنمائی سے رد بدل کیا گیا ہے اور اس کے متعدد ثبوت ہم گذشتہ بیان میں ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں لہذا ان اختلافات پر کوئی خاص تعجب نہ ہو کیونکہ یقیناً قرہ ہی تھا کہ اس فرع میں بھی بعد از رسول اُمت نے اپنی دالست کے مطابق ترمیم و اضافہ ضرور کیا ہو گا چنانچہ گذشتہ کے عین مطابق یہی بات سامنے آئی کہ شیعہ حج سے پہلے عمرہ تمتہ کرنے کے عامل ہیں اور سنی حضرات اس کی پرواہ نہیں کرتے یعنی ابتدا ہی ادھوری کرتے ہیں یہاں ہم کوئی مفصل بحث نہیں کریں گے اور اس عمرہ کی ضرورت و اہمیت پر مکمل اظہار خیال اس کتاب کے حصہ دوم میں کریں گے جہاں سائنسی پہلوؤں سے اس اختلاف کی حیثیت پر بحث کر کے اپنے موقف کو باقاعدہ ثبوت تک پہنچائیں گے۔

عمرہ مذکورہ کو سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتب اہل سنت سے ثابت کرتے ہیں اور یہ ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ آنحضرت کے حج شریف میں یہ عمرہ شامل تھا لیکن بعد میں اس کو اعمال حج سے خارج کر دیا گیا۔ لیکن ہم پھر وہی بات دہراتے ہیں کہ کسی اُمت کی ممانعت کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ہوا اور کوئی بھی غیر نبی شخص اس کا مجاز نہیں ہے کہ شریعت کا ملہ میں تبدیلی کر سکے لیکن کتب میں تحریر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اس عمرہ تمتہ کو بند کر دیا جیسا کہ علامہ اہل سنت ابن قیمؒ اپنی کتاب زاد المعاد میں حضرت عمرؓ بن خطاب کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

”دو تمتہ تھے جو رسول اللہ کے زمانے میں رائج تھے لیکن میں انہیں بند کرتا ہوں ایک تمتہ حج اور دوسرا تمتہ النساء“

(زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۷۳)

پس صحیح طریقہ حج جو رسول اللہؐ نے تعلیم فرمایا اس کے مطابق شیعہ آج تک سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہوئے عمرہ تمتہ بجالاتے ہیں جبکہ غیر شیعوں نے رسولؐ کی سنت پر حضرت عمرؓ کے حکم کو ترجیح دیکر خود ہی تارک سنت ہوئے کا ثبوت

لے حج قرآن و حج افراد کیلئے عمرہ بعد میں کیا جاتا ہے۔

فرام کیا ہے۔

طوافِ نساء حضرت عمرؓ نے اس متعلق کچھ کی ممانعت کیوں فرمائی اس کا تفصیلی بیان ہم کتاب ہذا کے حصہ دوم میں سپرد قلم کر کے ایک اتہائی گہری سیاسی چال پر سے پردہ اٹھائیں گے۔ اسی کے تحت طوافِ نساء کو ترک کیا گیا لہذا اس کی سبکل بحث بھی ہم ملتوی کرتے ہیں کیونکہ اگر یہاں ان امور کو زیر بحث لاتے ہیں تو کتاب کے ضخیم ہونے کا خدشہ ہے البتہ یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اگر احرام باندھنے کے بعد حاجی پر اس وقت تک عورت حلال نہیں ہوتی ہے جب تک طوافِ نساء و نماز طوافِ نساء ادا نہ کرے۔ پس احتیاط لازم ہے کہ حج کے بعد حرام سے اجتناب کیا جائے مذہبِ سنیہ کے نزدیک طوافِ نساء و نماز طوافِ نساء ضروری نہیں لیکن اگر کوئی ادا کرے تو خطا کار بھی نہیں ہے لیکن مذہبِ شیعہ کے مطابق انہیں ترک کر دینا عورتوں کو حرام قرار دینا ہے لہذا احتفظ با تقدم کے تحت یہ ادا کرنا بجا لانا ہر صورت میں بہتر ہے کیونکہ بجا لانے کی صورت میں کسی خطا کا خدشہ نہیں ہے جبکہ ترک کی صورت میں احتمالِ حرمت نساء ہے۔

اضامِ پرستی اور حج فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان حج بیت اللہ فرض و واجب ہے اور اس حکم میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ چند اختلافات اعمال کے سلسلہ میں ہیں لیکن اسلام کے اس رکن پر غیر مسلموں نے خوب نکتہ چینی کی ہے خصوصاً صنم پرست طبقہ نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ باوجود اسلام بت پرستی کی مخالفت کرتا ہے لیکن دراصل مسلمان بھی بوجہ مسجد و حجر الاسود کے بت پرست ہیں اور خانہ کعبہ کی دیواروں و عمارت کی پرستش کرتے ہیں جو سنگ پرستی میں داخل ہے اس اعتراض کا جواب پراہن عقلیہ سے عرض کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اول گزارش یہ ہے کہ اطاعت خدا معرفت و عبادت خدا کا نتیجہ ہے اور یہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کیونکہ حسنِ حسن اور قبیح قبیح کو عقل تدبیراً قبول کرتی ہے جیسے دلائل و آثار علوی و سفلی سے موجد موجودات اور خالق مخلوقات کے

وجود کو معلوم کرنا اسے واجب بالذات اور جامع جس صفات کمالیہ و جمالیہ تسلیم کرنا اور تمام بُری صفات سے منفرد سمجھنا وغیرہ۔

چنانچہ ارشاد خدا ہے کہ اُنھیں بھیجے لیئے اللہ کا ذکر کرو اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ کعبہ کی ہر طرف توجہ کرو کیونکہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں اور ہر طرف اللہ موجود ہے اس لئے کہ ہر فرد اثر ہے موثر موجود کا اور اس لئے ضروری ہے کہ ہر وقت اثر مستلزم موثر ہو۔ اور اس معرفت پر تمام علماء و حکماء اتفاق ہے لیکن اطاعتِ سمعی اُن معارف و عبادات کو کہتے ہیں۔ جن کی حقیقت و کیفیت کا ادراک عام عقل ناقص کرنے سے قاصر ہے جب تک کہ ان کے بارے میں انہام و تفسیم کی جا رہے ہیں تو یہ صرف اہلِ برحق ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ خدا خود ہر ایک انسان سے خطاب نہیں کرتا ہے اور خدا کی طریقہ حکمت سے پُر ہے کہ وہ اپنے احکام اپنے منتخب بندگان کے ذریعے عوام الناس تک بھیجتا ہے۔ لہذا جب ہم احترامِ کعبہ کے بارے میں تعلیم حاصل کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام ذوی الاجسام اشیاء سے پہلے زمین کعبہ کو پیدا کیا۔ چونکہ عام قارئین کے موافق یہ صالح کو اپنی پہلی صنعت عزیز ہوتی ہے لہذا صالح کائنات کو بھی ارض مقدس محبوب ہوئی اسے مسنون و محرم قرار دیکر اہل جہان کے لئے قبلہ و کعبہ قرار دیا۔ اور یہ رواج عام سلاطین و نبیائیں بھی پایا جاتا ہے کہ بعض مساکین کو مسنون و مزین قرار دے لیتے ہیں لہذا خدا نے اپنی پہلی صنعت کو مقامِ عظمت دیا اور اس ارض شریف کا نام بیتِ الحرام بلدا الامین، مکہ و مکہ رکھا یہی وجہ ہے کہ یہ مقام مخطمہ ہمیشہ سے زیارت گاہ اور مقصدِ رجا اور اسلام نے ہر صاحب استطاعت پر اس کی زیارت فرض قرار دیکر اس کی عظمت کو اور بلند کر دیا۔ تاکہ خدا کی پہلی صنعت بطور یادگار قائم رہے۔

اگر یہ الزام لگایا جائے کہ حجرِ اسود کی پوجا کی جاتی ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسا کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ اگر حجرِ اسود کو معبود سمجھا جاتا تو پھر خانہ کعبہ میں صرف اس سمت کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی جدھر یہ پتھر ہے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مکہ کے رہنے والے لوگ اپنے مکانات کے اطراف اربعہ میں جس طرف چاہیں نماز

جبرہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے چاروں طرف میں ہر سمت کار ہے والا اپنی محاذی جہت کی طرف سجدہ کر سکتا ہے اگر مخصوص حجر الاسود اور دیواروں ہی کی عبارت اسلام کو مقصود ہوتی تو پھر ہر طرح حجر الاسود کی سمت اور دیوار کعبہ کی جہت کو ملحوظ رکھا جاتا۔ حتیٰ کہ جو لوگ بلند پہاڑوں یا ریزین نہ خانوں میں سجدہ کرتے ہیں ان کا سجدہ بھی فضائے کعبہ کی جانب ہوا کرتا ہے نہ کہ عمارت کعبہ کو یا حجر الاسود کو پس اگر مقصود اسلام حجر الاسود کی عبادت ہو تو ان جگہوں پر رہنے والے عابدوں کا سجدہ صحیح نہ ہوتا۔

علم خیرافیہ کے اصولوں کے مطابق یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ کراہت کا مرکز اور مسلمانوں کا قبلہ فضائے کعبہ ہے جو چاروں طرف سے اپنے محاذ میں ہو سکتا ہے برائے عظیم المذبحہ تحت الاقدام میں واقع ہے لہذا اس برائے عظیم میں مقیم مسلمانوں کا سجدہ بھی عمارت خانہ کعبہ یا حجر الاسود کی طرف نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ محل وقوع کے اعتبار سے انہیں اوپر کی طرف سجدہ کرنا پڑے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام کا مقصد عمارت یا پتھر کی پرستش ہرگز نہیں ہے اگر بالغرض محال نعوذ باللہ من ذلک غبار کھانا کعبہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور حجر الاسود کو اکھاڑ کر کسی اور جگہ لے جایا جائے تب بھی سمت قبلہ میں تبدیلی کرنا درست نہ ہو گا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو جب قرآن مجید نے حجر الاسود کو فہ میں نصب کیا تھا۔ تو مسلمان اپنی سمت قبلہ بدل لیتے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ تقدس کعبہ و حجر الاسود بطور معبود نہیں ہے بلکہ بمطابق اتباع و اطاعت معبود برحق ہے۔

پس عام فہم النظار میں ہمیں حج کو ایک رٹینک سمجھنا چاہیے یہ ایک ہی نوعیت کا مہم میں کبھی صفاء و مردہ پر دوڑا کر سہاڑی محاذات کے نشیب و فراز سے واقفیت کروائی جاتی ہے اور کبھی رمی میں نشانہ بازی کی مشق پکٹی کی جاتی ہے کبھی ہتھیاروں سے قربانیاں دلو کر کشت و خون کا خوف دور کیا جاتا ہے اور علامہ مقامات تجربہ بنائے جاتے ہیں کہ کاری ضرب کس جگہ لگا کر دشمن کا کام تمام کیا جاسکتا ہے۔ الغرض جب باریک بینی سے ہم حج کے مہم کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ ساری باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا رسول و فوجی دہائی مشق کروائی جاری ہے اسکا مفصل اور ترتیب دار بیان ہم ان شاء اللہ حصہ دوم میں ہدیہ ناظرین کریں گے۔

جہاد

ہر صاحب ایمان یہ تسلیم کرتا ہے کہ میدان جہاد میں قتل ہونے والا مومن شہید اور اللہ کی راہ میں استقامت سے لڑ کر زندہ رہنے والا غازی اور مستحق ثواب عظیم ہوتا ہے جس کے دل میں ایمان کی محبت موجزن ہوگی وہ میدان جہاد سے ہرگز نہیں بھاگے گا۔ کیونکہ اُسے اپنی جان سے زیادہ خدا اور رسول کی محبت ہوتی ہے لیکن جس کے دل میں ایمان نہ ہو اُسے خدا اور رسول سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اپنی زندگی محبوب ہوتی ہے۔ وہی شخص میدان جنگ سے فرار اختیار کرتا ہے جس کا ایمان کمزور ہو اور اُسے دین سے دنیا پیاری ہو۔ ایسے افراد بزدل و ملعون ہیں لہذا اسلام میں جہاد سے فرار ہر لحاظ سے مذموم ہے۔

جہاد کے اسلامی اصول

جہاد اسلام کا رکن اعظم ہے اس کی فضیلت میں بہت احادیث رسول و ائمہ ہوائی ہیں اور قرآن نے معرکہ جہاد میں جان قربان کرنے والوں کو ”زندہ“ قرار دیا ہے اور انہیں مردہ کہنے پر پابندی عائد کی ہے اور بشارات دی ہے کہ شہید رزق حاصل کرتے ہیں اسلام کے بنیادی قوانین قرآن مجید میں درج ہیں چنانچہ جہاد بالسیف جن اصولوں پر ہونا چاہیے وہ ان دو آیتوں سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۵) لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ السَّرْحَةُ مِنَ الْعَنِ (سورۃ البقرہ) پ

یعنی دین (کے معاملہ) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت کھلم کھلا گمراہی سے مسیر ہوگی ہے۔
(ب) وَاقْتُلُوْهُمْ حَتّٰی تَقْتُلُوْهُمْ وَاَوْسَرُ وَهْمًا مِنْ حَتّٰی اَوْسَرُ وَهْمًا
وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (سورۃ بقرہ) پ

یعنی ”قتل کرو ان کو کفار مکہ کو جہاں پاؤ۔ اور ان کو کفار مکہ کو ان کے گھروں سے

نکال دو جس طرح انہوں (کفار مکہ) نے تم کو نکالا تھا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ بُرا ہے۔
 اذ لکر آیت مجیدہ میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا اصول بتایا گیا ہے کہ
 زبردستی دسکتی ہے مذہب کو مت پھیلاؤ بلکہ غیر مسلموں کو اپنے اعمال و افعال سے
 اپنی طرف متوجہ کرو تا کہ وہ اپنی عقل سلیم سے دیکھ لیں کہ حق کہاں ہے اور باطل کدھر
 ہے کیونکہ جب وہ تمہارے اقوال و کردار سے متاثر ہو کر کلمہ حق پڑھیں گے تو ان کا
 دین نجات دلا سنا ہو گا۔ لیکن اگر تم ہتھیارا استعمال کر کے ان کو جبر سے مسلمان کر دو گے
 تو اسلام حلت سے نیچے نہ اترے گا۔ محض زبانی مسلمان ہونے کا اظہار ہو گا۔ اور ایسے
 لوگ خواہ کتنے ہی گردہ دگر وہ تمہارے دین میں آجائیں گے۔ وہ دل کے کھوٹے
 ہی رہیں گے اور ہر وقت تھاک لگائے رہیں گے اور کسی بھی وقت خطرناک
 ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ جو لوگ فتح مکہ کے بعد غریح در غریح لالچ
 و خوف و حراس کے باعث مسلمان ہوئے وہاں رسول کے بعد اسی طرح گردہ در
 گردہ خارج ہو گئے۔

قصص بعض غیر مسلموں نے اسی بات کو دلیل بنا کر غرورات رسول پر
 سخت تنقید کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے خود اپنے
 اصول کو توڑ کر کفار مکہ پر سختیاں کی۔ حالانکہ اس اعتراض کو دوسری آیت نے رفع
 کر دیا ہے کہ مکہ کی فتح میں اصول قصاص استعمال ہوا ہے جو صرف کفار ان
 مکہ سے مخصوص ہے اور کوئی دوسرا غیر مسلم اس سے مراد نہیں ہے کیونکہ حکم ہے کہ
 جس طرح کفار ان مکہ نے تم پر سختیاں کی تمہیں کچھ چھوڑنے پر مجبور کیا اور تم پر جو رستم
 کے پہاڑ توڑے تم بھی ان سے انتقام لو کیونکہ اگر ان کی فتنہ آرائی کو نہ کچلا گیا تو یہ
 اسلام اور مسلمانوں کے لئے انتہائی سنگین صورت حال پیدا کر دے گا۔ لہذا تم بھی
 اسی طرح ان کو قتل کرو جس طرح انہوں نے تم سے مقابلہ کیا ہے اور اسی طرح ان کو گلوں
 سے نکال دو جیسے انہوں نے عالم بے بسی پر یہیں شہر بدر کیا۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ ان کفار سے ابتداء ہی سے مسلمانوں کو روزم آرائی تھی
 محض قلیل عرصہ کے لئے صلح حدیبیہ کی وجہ سے خاموشی ہوئی لیکن جب ان کفار

نئے عہد شکنی کر کے معاہدہ کو خود ہی توڑ ڈالا تو وہی پرانی جنگ کے سے حالات پیدا ہو گئے۔ ایک طرف تو پہلے ہی اسلام پر ان کے ظلم و ستم کم نہ تھے دوم انہوں نے معاہدہ کو توڑ کر مسلمانوں کو دعوت جنگ دی اور بار بار مدینہ پر چھوٹے بڑے حملے کرنے لگے۔ چنانچہ خدا نے انہیں مناسب مواقع امن عطا کرنے کے بعد انہیں مکہ مکرمہ کی طرف توجہ دے کر بلایا۔ لیکن اس حکم سے قطعاً یہ بات مقصود نہیں ہے کہ بلا وجہ ہر غیر مسلم سے جہاد کیا جائے کیونکہ پوری آیت مفصل و مخصوص سے چنانچہ ہمارے اس خیال کی تائید خود اس روایت سے بھی ہوئی ہے جو صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے کہ ”وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ“۔ ان (کفار مکہ) سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ نہ رہے اور دین سارا اللہ کے لیے ہو جائے، تو ان عمر نے کہا کہ یہ آنحضرت کے دور مبارک میں تھا جب اسلام کم تھا آدمی اپنے اپنے مذہب کی بنا پر فتنہ میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ لوگ اس کو قتل کر دیتے تھے۔ اب جب اسلام ترقی کر گیا تو کوئی فتنہ نہ رہا۔

قابل غور امر یہ ہے کہ یہ آیت اسی سلسلہ کی ہے جو ہم نے اوپر اصول قصاص کے متعلق درج کی ہے۔ ہمیں کی ضمیر کا زان ہلکے کی طرف راجع ہو رہی ہے بلکہ اسی میں ہے کہ ان کافروں سے مسجد حرام کے قریب مت لڑو و مزید یہ کہ اگر وہ اپنی شرارت سے باز آجائیں تو اللہ غفور الرحیم ہے چنانچہ اسی مضمون کی آیت سورہ انفال میں ہے کہ ”اے رسول ان کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا اُنکو، معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اپنی حرکات کو جاری رکھیں گے تو پہلے لوگوں کی طرح جو طریقہ جاری ہو چکا ہے وہی برتا جائے گا۔ یعنی معلوم ہوا کہ اسلام انہی گھڑی تک یہ مرتع دیتا ہے کہ نہایت تنال و جدال تک نہ آئے آپ حضرات پر انتظار پڑھ جائے کسی جگہ یہ حکم نظر نہیں آئے گا کہ تم لوگ غیر مسلمان اقوام کے ممالک پر چڑھائی کرو جبکہ وہ کوئی وجہ مخالفت پیدا نہ کریں۔ البتہ مکہ کے کافروں کے تنال بیان کر کے یہ حکم دیدیا کہ اگر کوئی غیر قوم تم پر زیادتی کرے تو ان پر امن و دوستی سے قابو پانے کی تمام راہیں معدود ہو جائیں تو پھر ایسی جماعت سے لڑنا

درست ہوگا۔ اور یہ جنگ بطور قصاص ہوگی نہ کہ جارحانہ حملہ ایسی لڑائی مستحب الہی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اسلام کسی بھی صورت میں کمزور ممالک پر نہیں ان کے کمزوری کی وجہ سے حملہ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا ہے اور اس کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں۔ جب ہم اسلام کا حکم جہاد مندرجہ بالا دونوں آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو اس میں ہرگز تضاد نہیں پاتے۔

لیکن جب ہم اس اسلامی دین کا مطالعہ مزید

مذہبِ سنّیہ کا جہاد

اہل سنت کی روشنی میں کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں جہاد کے معنی وہ نہیں ہیں جو قرآن و صاحبِ قرآن کی امر اور نہی چنانچہ مذہبِ سنّیہ میں جس عمل کو جہاد کا جام پہنا یا گیا ہے اسے عموماً سنہرے فتوحات سے شناخت کیا جاتا ہے ان فتوحات کی تعریفات سے رفیع الشان پل باندھ جاتے ہیں اور فتوحات کو حضراتِ سنّیہ کی عظمت و احسان کی دلیل جمیل سمجھا جاتا ہے۔ فخر سے کہا جاتا ہے کہ انتقم الامم ان کنتم مومنین سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ مومن کامل تھے جب ہی تو سب پر غالب آگئے۔

اعتقاد اور عمل میں بہت وابستگی ہے اور ایک پر دوسرے کا اثر ضرور ہوتا ہے لہذا یہ خوش فہمی اسی وابستگی کا نتیجہ ہے کہ ظاہر بین نگاہیں اور غور و فکر سے خالی وہاں ان فتوحات و وسعتِ حدود و سلطنت کے باعث بے بزرگوں کو آسمانِ اسلام شمس و قمر اعتقاد کرتے ہیں یہ فتوحات جن پر بھائی لوگ خوشی سے بھڑے نہیں سماتے ہیں۔ ظاہراً آنکھوں کو ضیق کرتی ہیں۔ لیکن اگر بنظرِ عمیق دیکھا جائے تو یہ کاواے باعثِ رنج و افسوس ہیں ہم نصیبی کتب میں مدارس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں کہ اسلام کو مشرق سے مغرب بٹھا پھیلا یا کہ مشرق و وسطیٰ و یورپ میں اسلام نے مشعلِ علم روشن کی فلسفہ یونان اہل یورپ کو مسلمانوں ہی کی بدولت حاصل ہوا۔ علوم ریاضی، ہیئت و جغرافیہ وغیرہ میں مسلمانوں کے کارنامے اب تک داد و تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ وہلی غریبا طے اندلس۔ بیجا پور کی عمارتیں اپنی اداسی سے مسلمانوں کی عظمت رفتہ یاد دلا رہی ہیں لیکن ہمیں تصویر کا انٹارخ بھی دیکھنا

ہے کہ ان فتوحات نے ہمیں کیا دیا۔ اور کیا لیا؟ چنانچہ اس پر مفصل روشنی ہم اسی باب میں آئندہ ڈالیں گے۔

فتوحات ملکی سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں ان فتوحات ملکی اور یلغار خارجی کے بارے میں دنیا کی تاریخ سے ہم کو کیا سبق ملتا ہے جو حضرات تاریخ بینی کے شوقین ہیں انہوں نے اس فلسفہ تاریخ پر غور فرمایا ہوگا کہ کسی قوم کے لئے فتوحات ملکی کبھی باعث ترقی ثابت نہیں ہوئی ہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی شاندار فتوحات ہمیشہ قوموں کی بربادی کی منزل کا پہلا زمینہ ثابت ہوئی ہیں۔ ظاہراً تو فتوحات طاقت و عروج کی نشانی دکھائی دیتی ہیں لیکن دراصل یہ ایک دیک ہے جو کسی قوم کی جڑیں لگتا ہے اس کی مثال اس مریض کی سہی ہے جو سہل کے مرض میں مبتلا ہے کہ جس کے چہرہ کی رونق و چمک اس مرض کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے دیکھنے میں وہ توانا و طاقتور معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کے قدم تیزی سے قبر کی طرف بڑھے جا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں جنگ سے نجات حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے اور ہر طرف امن کا مطالبہ جاری ہے۔

جنگ کے نتائج جنگ میں فاتح و مغلوب دونوں مصائب کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک جانب قحط و قلتِ گرائی و بے چینی زوالِ سلطنت کا باعث بنتی ہیں تو دوسری طرف بے چینی و غاباری اور انتقامی جذبات جنم لیتے ہیں یہ قدرتی رد عمل ہے کہ سپاہی قوم ہو یا فرد جلد ہی تھک جاتا ہے اور پھر جنگی صعوبات کا معاوضہ عیش و عشرت سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے مفتوح قومیں اپنا بدلہ لینا چاہتی ہیں فاتح قوموں کے بدن میں سکت نہیں ہوتی دفاعی و دفاعی امور کو نظر انداز کر کے جنگی تیاریوں میں ساری توجہ مرکوز کر دی جاتی ہے منافرت بڑھتی ہے۔ انسانی اخوت و ہمدردی کے جذبات و زندگی اور سنگدلی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔

ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں لڑائیوں کے یہی نتیجے برآمد ہوئے ہیں فاتح اقوام پر جنگ کے اثرات اور بھی شدید ہوتے ہیں کہ اولاً ان کی نیند میں حرام ہو جاتی ہیں کیونکہ ہر وقت یہ کھٹکا رہتا ہے کہ محکوم قوم کسی بھی وقت انتقام لینے

کی تدبیر کر سکتی ہے اعتماد دھروں نہ قائم نہیں رہتا ہے فاتح اقوام میں حرص و دولت پیدا ہو جاتی ہے اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو کر بالآخر خود ہی زوال کا سبب بن جاتی ہیں جیسا کہ ہمیں تمام فاتحان عالم کا حشر تاریخ میں اسی طرح ملتا ہے مثلاً سکندر ہینی بال شامین، نپولین، ولیم، ہٹلر وغیرہ تمام فاتحوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اتنی لمبی چوڑی فتوحات اور وسیع مملکتوں کا نتیجہ اسکے سوا کچھ نہ ہوا کہ ان کے مرتے ہی خانہ جنگی چھڑ گئی مغلوب غالب آ گئے، اور سلطنتیں تباہ و برباد ہو گئیں۔

سکندر اعظم جس سے مولوی شبلی نے حضرت عمر کا مقابلہ کر کے فخر کیا ہے بہت بڑا فاتح ہوا ہے لیکن یونان اور اہل یونان کی بربادی کا باعث یہی تھا کہ اس کے مرنے کے فوراً بعد اس کی فتح کردہ بے ڈول سلطنت اس کے بعد سنبھل نہ سکی اور مختلف جزیلوں میں بٹ گئی اور خوب خونریزی ہوئی الفرض یہ کہ فتوحات سے فاتح اقوام کا کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے بلکہ جلد ہی یا دیر سے یہی فتوحات مفتوحین کے زوال کا سبب بنی ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم مملکتوں کی فتوحات کے مضامین پر ہمارے بیان کریں ہم اسلامی شریعت میں جہاد کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

غلط قیاس سننی مسلمان جن فتوحات کو جہاد سے تعبیر کرتے ہیں جب ان کو یہ جنگیں اسلامی شریعت اور قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوتی ہیں تو پھر حسب عادت احکام قرآن کو اپنے قیاس کے تابع کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ جہاد سے متعلقہ منقولہ بالا دونوں آیات کے متعلق ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مسلمان کو زور تھے تو آیت لا اکفرہ فی الدین نازل ہوئی اور جب مسلمان طاقتور ہو گئے تو پھر یہ آیت جہاد و اقاتلو ہمیں حجت لقمہ موہی نازل ہوئی۔

برادران اہل سنت والجماعت کی یہ بات ہمارے لئے باعث تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا طرز عمل ایسا ہی ہے کہ جیسا موقع پایا مطلب براری کے لئے ویسی بات کہہ دی کبھی جسنا کتاب اللہ کہ حدیث سے انکار کیا اور جب مطلب حاصل ہو تو ”لا نوہت“ کی حدیث منسا کر کتاب اللہ کا انکار کر دیا۔ غالباً جیسی ذہنیت ان

حضرات کی ابھی ہے ویسا ہی یہ رسول اللہ اور خداوند عظیم کو سمجھنے ہیں کہ معاذ اللہ حضور بھی ایسے ہی مطلب پرست تھے کہ جب کمزور تھے تب تو نرمی کا سبق دیا اور جب اس نرمی کے نتیجے میں حاصل قوت ہوئے تو اپنے پرانے طریقے کو جس کی بدولت قوی ہوئے ترک کر دینے کی تعلیم دی اور معاذ اللہ اب سختی کا حکم دیدیا کہ غیر مسلم جہاں ہو ختم کر دو ایسی امین کس قدر افسوس ناک ہیں کہ کسی ممدوح کی غیب پوشی کی خاطر وحی صادق اور رسول امین کی حیثیت کو ملحوظ نہ رکھا جائے یہ کسی غلط تالیف قرآن ہے جو کہی گئی ہے کہ ایک نہایت عمدہ اصول اخلاق و مذہب کو خراب کر دیا گیا ہے۔

نسخ اصول | جیسا کہ روزہ فرس کیا گیا۔ لیکن مریض کی حالت مرض کو نظر رکھتے ہوئے یا سفر کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے مریض و مسافر کے لئے یہ حکم ساقط کر دیا گیا۔ لیکن ایسے احکام و قوانین جو بنیادی بلکہ اصولی حیثیت رکھتے ہیں ان کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً یہ کہ اسلامی اصولی یہ ہے کہ امانت میں خیانت نہ ہونے پائے کوئی بھی لمحہ ایسا نہ ہو گا کہ اسلام یہ حکم دے کہ لوگوں کی امانتیں ہضم کر لو چنانچہ اسی طرح اسلامی شریعت کا یہ دستور یہ حکم ہے کہ دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے ہر شخص اپنی مرضی سے دین پسند کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس اصولی حکم کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

امام راعب اور جہاد کی تعریف | امام راعب نے جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے کہ "الجهاد استفسار في مدافعته العدو یعنی بھرپور قوت سے حملہ آور دشمن کی مدافعت کرنا جہاد ہے اور اسلامی فقہ و شریعت میں بھی جہاد اسلامیہ یہی ہے کہ دشمن سے دفاع کیا جائے یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسول کی جنگوں میں دشمن پر پہل مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ حضرت حیدر کرار علیہ السلام کا دستور جنگ یہ تھا کہ خود دشمن پر پہلے حملہ نہ کرتے تھے پہلے وہ حملہ کرتا آپ اسے رد کرتے اور پھر خود حملہ کرتے اور یہی حکم حضرت امیر

اپنے لشکر کو دیا کرتے تھے۔

اسلامی شریعت کا جہاد | مولوی شبلی نعمانی نے سیرت النبی حصہ اول میں اسلامی شریعت کے جہاد کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

”اسلام کا اصلی مقصد تبلیغ و دعوت ہے اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سب راہ نہ ہو تو اسلام کو نہ تو اس سے جنگ ہے (نہ) اس کے رعایا بنانے کی ضرورت ہے صرف مبادہ صلح کافی ہے جس کی بہت سی مثالیں اسلام میں موجود ہیں لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر مکرستہ ہو اور اس کو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو

مداقت کے لئے تلوار کا حق میں لینا پڑتی ہے اور اس کو اپنے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے خیر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا مفتوحہ ملک تھایا

لہذا جب ہم اس معیار جہاد پر عراق و شام مسلمانوں کی لشکر کشی کو جائز سمجھتے ہیں تو یہ جنگیں

معیار جہاد اور فتوحات | جہاد تو درکنار خلاف اسلام طرزیان ثابت ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ علماء کے اسلام نے شریعت پر غور و خوص کے بعد اس لشکر کشی کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس یورش سے جو ممالک فتح ہوئے انہیں غصب شدہ جائدار سمجھ کر ناجائز تسلیم کیا ہے جیسا کہ علامہ اہل سنت والجماعہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

”بغداد کی زمین کے متعلق علماء کے اقوال کا ذکر اس کے خرید و فروخت کی کراہت کی نسبت ان سب علماء کا قول ہے کہ بغداد وار غصب ہے ان کی جائیداد (اراضیات مکانات) کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۷۷)

مفتوحہ اراضیات کی تقسیم | اسلام ارضی فتوحات کی تعلیم نہیں دیتا اس کا سب سے روشن ثبوت یہ ہے کہ قرآن

سنت اور فقہ اسلامیہ کے مطابق غنیمت کا چار حصہ خدا کو لے کے لیے ہے اور باقی چھ مجاہدین میں تقسیم ہونا چاہیے یہ سوال حضرت عمر کے دور میں اٹھا کر مفتوحہ اراضیات

سبیل سلیمان

سیرۃ النبیؐ باب بیست و نہم

بھی اسی قاعدے کے مطابق لشکریوں میں تقسیم کر دی جائیں بمقرّرہ قاعدے کے مطابق ایسا ہی ہو جانا چاہیے تھا مگر اس معاملہ میں حضرت عمرؓ نے اپنی عادت تاویل کو کام میں لاتے ہوئے اس مطالبہ کو رد کر دیا۔ سطح نگاہ سے دیکھنے پر حضرت عمر کا یہ فیصلہ معقول و صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا جاتا تو بہت سی خرابیاں پیدا ہو جانے کا امکان تھا۔ مثلاً یہ کہ اگر مفتوحہ زمینیں اہل لشکر میں تقسیم کر دی جاتیں تو کئی افسر و جرنیل ان اراضیات پر قابض ہو کر چھوٹے چھوٹے بادشاہ بن جاتے اور مرکزیت بحال نہ رہتی یہ بیوادرہ یقیناً موجب فساد ہوتا۔ چنانچہ جو قاعدہ قرآن مجید نے عدنانم کی تقسیم کا مقرر کیا ہے۔ اس سے صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ اراضیات اس میں شامل نہ تھیں۔ کیونکہ اسلام فتوحات اراضی کی اجازت ہی نہیں دیتا ہے اگر ایسی اجازت ہوتی تو قائد مذکورہ میں ان کو مطلقاً علیحدہ کر دیا جاتا کیونکہ اس بارے میں خاموشی بے جا تھی اس لیے کہ بہت اہم معاملہ تھا ملک کے ملک فتح ہو سکتے ہیں اور کئی ہزار منزل میل کا علاقہ مفتوحہ اراضی بن سکتا ہے۔ لہذا اس کے لیے ضروری تھا کہ بہت واضح قانون مقرر کیا جاتا۔

اس بات کا بھی امکان تھا کہ کوئی دشمن حکومت اسلامی مملکت پر حملہ آور ہوتی مسلمان دفاعی جہاد کر کے اُس دشمن پر غالب آجائے اور اس سلطنت پر قبضہ کر لیتے تو ایسی صورت میں پھر کیا طریقہ اختیار کیا جاتا چنانچہ اس مفروضہ کا حل ہم سنت رسولؐ سے تلاش کرتے ہیں اور بقول شبلی اسلام کے پہلے مفتوحہ ملک خیبر ہی کے واقعات سے پیش کرتے ہیں، علامہ طبرہری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ۔

و رسول اللہ صلعم نے اہل خیبر کو ان کے قلعوں و طبع و تسلیم میں محصور کر لیا جب انکو اپنی ہلاکت کا یقین ہوا۔ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہماری جان بخشی کریں۔ اور ہمیں یہاں سے جلا وطن کر دیں آپ نے اس پر عمل کیا۔ اس سے قبل آپ نے ان کے مواضعات شتی، نطاۃ کتبہ اور ان

دو قلعوں کے علاوہ اور تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا جب اہل فدک کو اہل خیبر کی اس درگت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی رسول اللہ صلعم سے یہی درخواست کی کہ آپ ان کی جان بخشی فرما کر ان کو جلا وطن کر دیں۔ اور وہ اپنی تمام جائیداد آپ سے لئے چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپ نے اسے منظور کر کے اس پر عمل کیا۔

اس مصالحت کے لئے بنی حارثہ کے محبہ بن مسعود غرقین میں وکیل بنے جب اہل خیبر نے مذکورہ بالا شرائط پر طاعت کر لی تو انہوں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ آپ ان زمینوں کی نصف پیداوار کی ادائیگی پس ہم سے معاہدہ کر لیں۔ کیونکہ ہم دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ان سے زیادہ واقف ہیں۔ اور بہتر طریقے پر ان کو آباد رکھیں گے آپ نے اسے منظور کر لیا۔ زمینیں ان کے پاس رہنے دیں اور یہ شرط کر لی کہ جب ہم چاہیں گے تم کو ان سے بے دخل کر دیں گے۔ اہل فدک نے بھی اس شرط پر صلح کر لی۔ اس طرح خیبر تمام مسلمانوں کی ملکیت عامہ ہوا۔ اور فدک محض رسول اللہ صلعم کا خالصہ ہوا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی۔
(اردو ترجمہ تاریخ طبری مولوی محمد ابراہیم مطبوعہ کن جلد علی حصہ سوم صفحہ ۱۴۱)

اس عبادت سے ثابت ہوا کہ مفتوحہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہو گئی نہ کہ سرکاری زمین بن گئی اور فدک چونکہ مسلمانوں نے فتح نہ کیا تھا۔ لہذا حکم قرآن کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالص ملکیت قرار پایا۔ وہی غنیمت کی تقسیم کا طریقہ جو قرآن نے بتایا اراضیات مفتوحہ پر بھی حاوی ہوا۔ چنانچہ طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ خیبر کی اس آمدنی سے حضور نے خمس کا حصہ بھی لیا۔

واضح ہو کہ ایسے واقعات بہت ہی کم پیش آتے ہیں اور اگر وہ انتظام جو خدا اور رسول نے تعلیم کیا ہے نافذ کیا جائے مسلمان حکومت اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ کسی کو آنکھ اٹھانے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی ہے لہذا الرطائی جھگڑے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ کیونکہ اسلام تو امن و عدل اور

سلامتی و خوشحالی کی نعمتیں لایا ہے اس کے نظام میں بنی نوع انسان کا آپس میں برسرِ پیکار رہنا خلافِ فطرت ہے۔

حضرت عمرؓ کی اس خلافِ قرآن تاویل **آئمہ اہلسنت کا اعتراف**

مانا جیسا کہ امام اہلسنت مالک نے کہا کہ "ارضی مفتوحہ بھی مثلِ عنیت کے ہوتے ہیں اور حکمِ عنیت ان پر حاوی ہے۔ اس حکم میں حاکم کو کچھ اختیار نہیں۔"

نجد بن ادریس شافعی کہتے ہیں کہ حاکم

کے لیے ان مفتوحہ زمینوں کو روک رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ ان کے فتح کرنے والوں پر تقسیم کر دے (تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۱ ص ۷۸)

سنت رسولؐ کے مطابق حضرت عمرؓ کی یہ غلطی ایسی مسلم ہو گئی کہ علمائے اہلسنت

ان مفتوحہ اراضیات کو غصب سمجھتے تھے وہاں کا اناج کھانا، وہاں قیام تک کرنا حرام جانتے تھے اور امام اہل سنت والجماعۃ احمد بن حنبل کی رائے اسی طرح تھی۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۷۸)

وکالتِ شبلی

اسن جابرؓ فوج کشی کے بارے میں آئمہ اہل سنت والجماعۃ کی رائے اور پرہیز ہوئی اب مولوی شبلی نعمانی کی وکالتِ صفائی ملاحظہ فرمائیں۔

”حضرت عمرؓ نے خراج کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی اس مرحلہ میں پہلی یہ مشکل پیش آئی کہ امرائے فوج نے یہ اصرار کیا کہ تمام مفتوحہ مقامات صلۃ فتح کے طور پر ان کی جاگیر میں عنایت کئے جائیں اور باشندوں کو ان کی غلامی میں دے دیا جائے حضرت عمرؓ نے عراق کی فتح کے ساتھ سعد بن ابی وقاص کو اہل کی مردم شماری کے لیے حکم دیا سعد نے نہایت جاہل کے ساتھ مردم شماری کا کاغذ مرتب کر کے بھیجا۔ کل باشندوں اور اہل فوج کا موازنہ کیا گیا تو ایک ایک مسلمان کے حصہ میں تین تین آدمی پڑتے تھے اسی وقت حضرت عمرؓ

کی رائے قائم ہو چکی تھی کہ زمین باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے اور ان کو ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا جائے لیکن اکابر صحابہ میں سے عبدالرحمن بن عوف وغیرہ اہل فوج کے ہم زبان تھے حضرت بلال نے اس تذکرہ کی کہ حضرت عمرؓ نے دق ہو کر فرمایا اللہم! کفنی بلا لایحی اے خدا! مجھ کو بلال سے نجات دے حضرت عمرؓ یہ استدلال پیش کرتے تھے کہ اگر ممالک مفتوحہ فوج کو تقسیم کر دئے جائیں تو آئندہ افواج کی تیاری، بیرونی حملوں کی حفاظت، ملک کے امن و امان قائم رکھنے کے مصارف کہاں سے آئیں گے عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ جن کی تلواروں نے ملک کو فتح کیا ہے انہیں کو قبضے کا بھی حق ہے آئندہ نسلیں مفت کیونکر پاسکتی ہیں کئی دن تک یہ مرحلہ رہا حضرت عمرؓ کو دفعتاً قرآن مجید کی آیت یاد آئی۔ جو اس بحث کے لیے نص قاطع تھی یعنی۔ **للفقراء المکھنی الذین اخرجوهم و اموالهم**۔ اے اس آیت کے اخیر فقرے والذین جاؤ من بعدھم سے حضرت عمرؓ نے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے لیکن اگر فاتحین کو تقسیم کر دیا جائے تو آنے والی نسلوں کیلئے کچھ باقی نہیں رہتا حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر نہایت پُر زور تقریر کی اور اس آیت کو استدلال میں پیش کیا تمام لوگ بول اٹھے کہ بے شک آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔ اس استدلال کی بنا پر یہ اصول قائم ہو گیا کہ جو ممالک فتح کئے جائیں وہ فوج کی ملک نہیں ہیں بلکہ حکومت کی ملک قرار پائیں گے اور پچھلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔

(الفاروق حصہ دوم ص ۲۹۷)

مذرج بالا علماء و ائمہ اہل سنت و الجماعت کی آراء اور عبارات مولوی شبلی صاحب سر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) نص قرآنی کی رو سے غنائم میں فاتح فوج کا حصہ ہوتا ہے۔

(ب) امیر دھاکم کو یہ حق نہیں ہے کہ اس حصہ میں کمی کرے۔

(ج) ان غنائم سے منقولہ وغیرہ منقولہ (یعنی اراضیات) سب مال شامل

ہیں (د) مفتوحہ زمینوں میں بھی فتح کرنے والوں کا بچہ حصہ ہے جو انہیں ملنا چاہیے لیکن جب ہم عقل سلیم سے اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر اسلام اراضیات کی ایسی تقسیم کرتا ہے اور باشندوں کو فوجیوں کی غلامی میں دیتا ہے تو یہ غیر معقول بات ہے کیونکہ اسلام تو غلاموں کو نجات دینے اور آزاد کرنے کے لیے آیا ہے اور اتحاد اس کا بنیادی مقصد ہے اور تقسیم سیاست ملکی کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور دیگر اصحاب میں آپس کا اس مسئلہ پر اختلاف ہوا۔

اگر ہم کہتے ہیں کہ اسلام کا منشا ہی ہے تو یہ دین میں ایک کمزور نظریہ پیدا کرنا ہو گا جس پر غیر مسلم شدید نکتہ چینی کر سکتے ہیں وجہ ہے کہ غنائم میں اراضیات کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اسلام کو اس بات کی قطعی ضرورت نہیں تھی کہ سلطنت کی حدود کو فوج کشی و جارحیت سے وسعت دی جائے اگر اسلام کا ایسا حکم قرآن میں موجود ہوتا تو ضروری تھا۔ اس کی وجہ تو اعدائے امت کو آگاہ کر دیا جاتا۔ اور ایسا خلاف عقل حکم اسلام کبھی دیتا۔ اب ہم حضرت عمر کی تاویل پر بھی برج کوڑا چاہتے ہیں۔ جو بظاہر درست دکھائی دیتی ہے یہ تو صاف ظاہر۔

تاویل عمر

ہے کہ یہ تاویل اور حضرت عمر کا طرز عمل تاویل محمدؐ اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ضرور ہے کیونکہ علامہ طبری کے حوالہ سے ہم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے خیبر کی اراضیات کو فوج کی ملکیت قرار دیا۔ اور یہودیوں کو اخراج کا حکم دے دیا۔ لیکن بعد میں باہمی گفت و شنید سے یہ حصہ آمدن کی صورت میں تبدیل کر لیا گیا اور ان کو بدستور قابض رہنے دیا گیا۔ لیکن حضرت عمر کے دور میں اس سنت پر عمل نہ کیا گیا۔ اور جو بات حضورؐ کی سنت کے خلاف ہو گی۔ وہ شریعت محمدیہ نہیں ہو سکتی حضرت عمر کی رائے درست تھی یا غلط اس پر بحث آ رہی ہے تاہم یہ مکمل طور

پر ثابت ہوا کہ یہ تاویل رسول خدا کے طرز علی کے صریحاً مخالف تھی۔

اب ہم شبلی صاحب کے بقول جو آیت حضرت
عمر کو دفعۃً یاد آئی اس پر کچھ غور کرتے

شبلی کی تحریف

ہیں۔ اگر فی الحقیقت حضرت عمر کو دفعۃً یہی آیت یاد آئی تو مجھے یہ کہنے میں
کوئی جھجک نہیں آتی ہے کہ اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے کوئی منکر نماز اس
آیت سے استدلال قائم کرے کہ لا تقربوا الصلاۃ کہ نماز کے قریب نہ جاؤ تو
طرح ایسا استدلال پر قریب ہو گا بالکل اسی طرح آیت مجھ سے مذکورہ
استدلال لانا بھل سے اس لئے کہ آیت کا منقولہ مکرراً غنائم سے تعلق ہی نہیں
رکھتا بلکہ وہ ”غنائم“ سے متعلق ہے۔ لہذا ہم سیاق و سباق کے ساتھ قرآن
مجید کی سورہ حشر سے نقل کرتے ہیں۔

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَ
لَكِنَ اللَّهُ يَسْطَرُ سِهَابَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ مَا آفَاءَ اللَّهُ
عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْمَسَاكِينِ
وَالْإِسْبِيلِ ۚ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ ۝ لِلْفُقَرَاءِ
الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَ
رِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصُّدُوقُونَ ۚ وَالَّذِينَ تَبَوُّوا
الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُوقِهِمْ
حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَ
مَنْ يُوقِ شَمِّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَافِلُونَ ۚ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ
يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا
غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ۝ ۚ

سورہ حشر ۲۵

ان آیات کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ: اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر
 نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ کی عمارت سے (کہ اپنے رسولوں کو
 جس پر چاہئے (خاص طور پر) مسلط فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کرم چیز پر پوری قدرت
 ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے
 دلوائے (جیسے مذک اور ایک حصہ خیر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسول
 کا اور آپ کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ
 (مال نے) تمہارے توں گروں کے قبضے میں نہ آجائے۔ اور رسول تم کو جو کچھ دے
 دیا کریں وہ لے لیا کرو۔ اور جس چیز (کے لے لینے) سے تم کو روک دیا (اور بجموم
 الفاظ یہی حکم ہے انفال اور احکام میں بھی) تم رک جائیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو
 بے شک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت
 مند مہاجرین کا (بالخصوص حق ہے جو اپنے گھر سے اور اپنے مالوں سے خللاً
 جدا کر دئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل دیجی جنت اور رضامندی کے
 طالب ہیں۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے (دین) کی مدد کرتے ہیں۔ اور
 یہی لوگ (ایمان) کے سچے ہیں۔ اور (نیز) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو دارالاسلام
 (یعنی مدینہ میں ان مہاجرین) کے (آئیچھے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں
 جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور
 مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے انصار اپنے دلوں میں کوئی رشک
 نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگر ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی)
 جو شخص اپنی طبیعت کے بجل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح
 پانے والے ہیں اور ان لوگوں کا بھی اس مال فے میں حق ہے جو ان کے
 بعد آئے جو ان مذکورین کے حق میں ادما کرتے ہیں لے ہمارے
 پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان مجاہدوں کو بھی جو ہم سے پہلے
 ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ

ہونے دیجیئے۔ اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔“
 (قرآن مجید مترجم مولوی اشرف علی صاحب تھالوی مطبوعہ حاجی ملک دین
 محمد اینڈ سنز لاہور ۱۹۵۲ء)

کام پاک کی آیت اور ایک مشہور اہل سنت مفسر کا ترجمہ نقل کیا گیا تاکہ مولوی
 شبلی صاحب کی تحریف منہوی آشکار ہو سکے۔ اگر یہ حرکت محض ایک سنی عالم
 ہونے کی حیثیت سے کی گئی ہوتی تو میرے لیے باعث تعجب نہ تھی۔ کیونکہ ایسی
 تحریفات علمائے اہلسنت کی خاص عادت ہے۔ مگر شبلی صاحب پر اس لئے
 افسوس ہے وہ اپنے کو صوفی مورخین میں بھی ظاہر کرتے ہیں۔ لہذا ایک مورخ
 کے لیے ایسی تاریخ بددیانتی ناقابل فراموش ہے بیان قرآن مجید سے پوری
 طرح ثابت ہے کہ یہ آیات ”خے“ سے متعلقہ ہیں جن میں لشکر کا حق مرے
 سے ہے ہی نہیں ہے۔ بلکہ ان اراضیات کا ذکر ہے جو خدا اور رسول کی ہیں۔
 ان کا مصرف بیان ہوا ہے کہ رسول کے قریب دار التیامی، مساکین، مساکین، مساکین
 فقراء، مہاجرین جو کفار کے ہاتھوں گھروں اور ممالک سے محروم ہوئے، انصارین
 جنہوں نے مہاجرین کی اعانت فرمائی اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔
 مسیحی اور صاف بات کو چھوڑ کر مولوی شبلی نے ”وہ لوگ جو بعد میں
 آئے“ کے فقرے کو پکڑ لیا جس طرح منکر نماز نے لاکھوں لوگوں کے
 الفاظ کو پکڑ لیا تھا۔ اور اس سے مراد آئندہ نسلیں لگاؤں تو یہ مراد ہی غلط
 ہے بلکہ اس سے مطلب بعد میں آنے والے مہاجرین ہیں اور اگر بالقرن
 محال یہ مان بھی لیا جائے کہ آئندہ پیدا ہونے والے لوگ مراد ہیں تو
 بھی مال خے میں ان کا ساتھ تو ان درجہ آتا ہے جبکہ زیر بحث وہ زمین ہے جو
 غنیمت میں شامل ہو اور اس میں لشکریوں کا بھی حصہ ہے اور اس حصہ
 مجاہدین کے تذکرہ میں یہ جملہ ہی موجود نہیں کہ مراد اس سے آئندہ نسل ہی جائے
 اگر مولوی شبلی صاحب مقولہ افور فرماتے تو ایسی رائے قائم نہ کرتے
 کیونکہ والذین جاؤا من بعدہم کے جملہ کے نوراً اللہ نے لفظ لا تھوانتا

استعمال کیا ہے یعنی ہمارے بھائی اگر آئندہ نسلیں مراد ہوتی تو "ابائنا" کہا جاتا آپس ثابت ہوا کہ مولوی شبلی صاحب کی مذکورہ رائے غلط ہے۔

سنی علما کی توثیق
علمائے اہلسنت کی کثیر تعداد نے ان بعد میں آنے والے لوگوں سے وہ لوگ مراد لی ہے۔

جو بعد میں مسلمان ہوئے جیسا کہ عبد بن حمید نے مجاہد سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ امام حاکم نے سعد بن دقاص سے ایسی ہی روایت کی توثیق کی ہے۔ ابوبکر ابن مردویہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے اس کی تفصیل تفسیر و منشور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی ج ۱ ص ۱۹۸ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔

المختصر ہم نے مولوی شبلی صاحب کی تاریخی خیانت کا ناقابل نظر انداز نمونہ پیش خدمت کیا جس میں انہوں نے اپنے ممدوح کی حمایت میں کلام حمید کی معنوی تحریف سے بھی خوف نہیں کھایا۔ لیکن دروغ گرا حافظ نہ باشد و کالت حضرت عمر میں مولوی صاحب اسقدر بوکھلا گئے ہیں کہ انہوں نے یہ بات حضرت عمر ہی سے منسوب کر دی ہے کہ آپ جناب نے بھی اسی طرح استدلال کیا تھا اور صحابہ نے اسے قوی سمجھ کر تسلیم فرم کر دیا۔ اگر درست ہے تو پھر ہم بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ -

ابن خاتمہ ہمہ آفتاب است

پس چونکہ ایسا حکم نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی سنت سے ثابت ہے کہ دوسری اقوام پر ان کی مختصر مدت و مخالفت اسلام کے بغیر حملہ کر کے دنیا کے امن و چین کو غارت کیا جائے لہذا ایسی تمام فتوحات منشاء دین امن و سلامتی کے خلاف ہیں کیونکہ ایسی جارحیت عدل و انصاف کے اصولوں کے منافی ہے اور دین اسلام عدل و انصاف اور امن و سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔

جب اسلام تو مسیح پسندی کو پسند ہی نہیں کرتا ہے تو پھر اگر کوئی مسلمان ساری دنیا دس مرتبہ بھی فتح کرے دین میں اس کا کوئی مقام نہیں یہ فتوحات کچھ عرصہ

کے لیے تو باعث افتخار ہو سکتی ہیں لیکن بعد میں تا ابد کلنک کا ٹیکہ بن جاتی ہیں ایک طرف مورخ الزام میں ظلم لکھتا ہے اور دنیا پر نظریہ قائم کر لیتی ہے کہ یہ تحریک تلوار کے زور سے پروان چڑھی تو دوسری جانب داخلی طور پر سخت مضرب جس طرح کہ ان فتوحات کا پہلا اور لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مسلمانوں میں دولت و ثروت بہت زیادہ بڑھ گئی اور فراوانی زر نے سرمایہ داری کے تمام عیوب اہل اسلام میں پیدا کر دیئے۔ یہ وہ جراثیم تھے جن کا اثر ابھی تک بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور مسلمانوں میں سرمایہ دارانہ رجحان پر ہم نے سیر حاصل بحث اپنی کتاب ”صرف ایک راستہ“ میں ہدیہ ناظرین کی ہے۔ یہاں صرف خدشہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھرانے پر اکتفا کرتے ہیں چنانچہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ۔

”جس چیز سے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہارے اوپر دنیاوی دولت و جہات کے دروازے کھل جائیں گے۔ (صحیح بخاری کتاب الجنازات باب الصلوٰۃ علی الشہید ص ۱۸۱)

پس حضور اکرمؐ کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں میں حرص مال پیدا ہو گئی۔ اور اسی کے تحت فتوحات ہوئیں کیونکہ جن ممالک پر فوج کشی کی گئی ان کی طرف سے کوئی مخالفت دین یا خاصیت اسلام پیدا نہ ہوئی تھی محض اُن کی کمزوری دیکھ کر ان کو مغلوب کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اسلام بھی اسلامی طریقہ فتوحات | یہ چاہتا ہے کہ دیگر مذاہب کی طرح

ہر گوشہ میں اس کا پیغام پہنچے اور ہر جگہ اس کا بول بالا ہو۔ بلکہ اسلام کا تو دعویٰ ہی یہ ہے کہ وہ دین حق ہے لہذا حق کی خاصیت غالب ہو کر رہنا ہے۔ نہ کہ مغلوب بن کر اسلئے آواز حق دنیا کے کونہ کونہ تک گونجنی چاہیے۔ مگر اس سلامتی والے دین کا ہر طریقہ امن و آشتی سے منسلک ہے وہ کسی بھی مقام تشدد کو برداشت نہیں کرتا۔ فطرت کا نبض مناس ہے۔ اسے یہ احساس

ہے کہ طاقت کی فتح کبھی دائمی نہیں ہو سکتی۔ کشت و خون قوموں میں نسلی منافرت پیدا کرتا ہے۔ اسلام حقیقت ہے لہذا اُسے معاملہ کو تیز تلوار کند بھی ہو سکتی ہے اسی لئے وہ دنیا میں سے نکالنے سے قبل پوری طرح تدبیر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جب گفت و شنید اور فصاحت و عطا کے ہتھیار پوری طرح آزمائیتا ہے تو پھر میدان کارزار کا رخ تلاش کرتا ہے۔ اسلام کی یہی کوشش جاری رہتی ہے کہ وہ ہر جگہ جائے مگر دلوں کے ذریعہ سے دماغوں کی امداد سے تلوار کے سہارے نہیں چنانچہ شارع اسلام جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو بیع اسلام کے لیے جو تدبیر اختیار فرمائی اور قرآن مجید میں جہاد کیلئے جو احکام درج ہیں اگر ان تعلیم کردہ قواعد و ضوابط پر عمل کیا جاتا تو آج ساری دنیا اسلامی پرچم تلے ہوتی۔ جبکہ جن فتوحات پر ناز کیا جاتا ہے ان کا عالم یہ تھا کہ مسلمان تو جگہ جگہ پھیلے مگر اسلام اپنے وطن و وطن ہو گیا۔ اور یہ تہایت قابل غور بات ہے لہذا اس پر مفصل اظہار خیال ہم اس کتاب کے حصہ دوم میں کریں گے۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ اسلام صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے اور کسی بھی ملک پر بے وجہ دینیہ حملہ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ اس کے نزدیک یہ عمل ظلم و نا انصافی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ظلم خداوندی کا باعث ہوتا ہے لہذا تاریخ شاہد ہے کہ ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کی حالت بدتر ہو گئی۔ حرص و ہوس نے انہیں اس قدر اندھا کر دیا کہ کفر و کفر کے جانشین کو چالیس دن محصور رکھ کر مدینہ رسول میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کسی فرد کی رگ مسلمان بیزار نہ ہوئی اور نہ ہی اخلاقی اخوت کی بنیاد کھلی۔ پھر اسی نشہ سلطنت نے مملکت کے دو ٹکڑے کئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خانوادہ رسول کو انتہائی عالم بے بسی میں بے آب و دانہ وادی نینو میں تھوپیخ کر دیا گیا۔ الغرض دن بدن داخلی و خارجی اعتبار سے نہ ہی دین رمل اور نہ ہی دنیا بس ایک خواب سہانا نختہ۔ جو لوٹ گیا۔

غیر اسلامی فتوحات کے نتائج | ان فتوحات کی بدولت جو اسلام پھیلا اس کی حالت ناگفتہ بہ

ہے دین میں تفرقہ بازی ہو گئی۔ اتحاد، تنظیم اور یقین محکم سب رخصت ہو گئے کبھی مملوکیت اور کبھی غلامی مقدر ٹھہری۔ یعنی یہ کہ خیال اچھا آغاز حقیقی ہوا اور عبرتناک انجام نہایت ہوا۔ لہذا جس عمل کا نتیجہ یہی بد ہو اس پر فخر کرنا بے وقوفوں کی جنت میں رہنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اسلامی دستور تبلیغ | اسلامی دستور حکیمانہ میں تبلیغ و نشر و اشاعت دین کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں۔

(۱) دین میں کسی پر زبردستی نہیں ہے لاکہ فی الدین۔

(۲) ایک جماعت ایسی موجود نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے امور نیک کی ترغیب دے اور امور بد سے روکے۔

(۳) ولتكن سنكرا متا، يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر (دین کو لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور خوبصورت و غلط (عقل و دلائل) کے ذریعہ دعوت دو۔ اور انتہائی شائستگی سے منظرہ کرو تمہارا پروردگار اُن لوگوں کو بھی جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور اُن سے بھی بخوبی واقف ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔

ادع الى سبيل ربك بالحق كرتہ والموعظۃ الحسنۃ و جادلہما الٰہی ہی احسن من ان مر بک هو اعلم من ضل عن سبیلہ و هو اعلم بالمہتدین)

چنانچہ سرور کوئین نے ان ہی قرآنی اصولوں پر عمل کر کے دکھایا دوسرے ممالک میں حضور نے تبلیغ و فو دیجیے۔ اور اُن میں ایسے افراد کو شامل کیا جو علم و عمل میں نمونہ تھے۔ اکثر لوگ اُن پاکباز نفوس کی زیارت ہی سے متاثر ہو کر اسلامی

خصائل کے گردیدہ ہو جاتے تھے پس دراسی عمدہ بحث اُن کو کلمہ پڑھوا سیتے کے لئے کافی ہوتی تھی۔ ان اسلامی تبلیغی جماعتوں کو حضورِ خصوصِ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ لڑنا نہیں ہے۔

ہمارا چیلنج ہے کہ آج جو لوگ دعوتِ اسلام کو اس طرح پیش کرنے کے حامی ہیں کہ اسلام قبول کرو؟ "جزیہ ادا کرو؟" یا لڑائی کرو؟ کا حکم اگر زبانِ رسولؐ سے کسی مرفوع حدیث سے ثابت کر دیں جس کے راوی ثقہ ہوں تو ہم اُن کی حمایت کرنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ حضورؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کبھی ایسا سکھتہ شاہی حکم نافذ نہیں فرمایا ہے۔ لہذا یہ نظریۂ قطعاً باطل ہے۔ بلکہ دینِ حق پر سخت اتہام ہے۔

اگر بعد از رسولؐ مسلمان حکومتیں اس سنتِ محمدیہ پر عمل پیرا ہوتیں تو اسلام دنیا کی تمام اقوام کے قلوب کو مسخر کر چکا ہوتا۔ صحیح اسلام وہی ہوتا ہے جو بدل قبول کرے جان بچانے کی خاطر باجزیہ سے بچ جانے کے لئے کلمہ پڑھ لینا اور بات ہے

اور محاسنِ دین و بشریت کی معرفت حاصل کر کے ایمان لانا دوسری سعادت ہے پس خلوص و محبت والے اسلام کی حکومت پائیدار اور مستقل ہو گئی۔

اور زبردستی والے اسلام کی حالت ہر وقت مشکوک رہے گی۔ زبان کلمہ پڑھے گی، بھی لیکن ذہنیت سے تحلیل جاہلیتِ مخونہ ہو سکے گا۔

آج کا دور عقل و دانش کا زمانہ سمجھا جا رہا ہے۔ اگر ہم اسلام کی یہ تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اسلام یہ سبق دیتا ہے کہ طاقات حاصل کر کے

کمزوروں کو قوت کے بل بوتہ پر مسلمان ہونے کی دعوت دو۔ اگر مان جائیں تو درست ورنہ اُن سے جزیرہ و غنڈہ ٹیکس ہو گا نہ کہ جزیرہ طلب کرو اور انکار

کرنے پر حملہ کر دو۔ تو کوئی صاحبِ ادراک ایسے جارحیت پسند اور مبلغِ تشدد و مذہب کو قبول کرنے پر تیار نہ ہو گا۔ بلکہ اُسی محبت بھرے طریقہ کو لائقِ تماش

تسلیم کرے گا۔ جو خدا اور اس کے سچے رسولؐ نے تسلیم کیا ہے۔ پس نظریہ جہاد از روئے مذہبِ شیعہ بمطابق عقل و فطرت اور قرآنِ سنت ہے۔

آج زمانہ مجبور ہو گیا ہے کہ اس فطری اصول کو تسلیم کرے کہ ہر قوم کو

اپنے ملک میں بسنے کا حق ہے۔ اس کا اپنا طرز حکومت ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہر قوم کی تہذیب، معاشرت، معیشت، زبان، رسم و رواج، خوراک و پوشاک وغیرہ علیحدہ ہوتے ہیں، اور ان امور کی تشکیل و تعیین اس ملک کے عناصر و مناظر قدرت کرتے ہیں۔ مثلاً ملک کی آب و ہوا، جغرافیائی حالات اور قدرتی عوارض ویاں کے باشندوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان ہی امور کے تحت ویاں کے لوگوں کے مزاج، کردار اور بود و باش کے رسومات و رواج وضع ہوتے ہیں۔ اور قدرتا ہر قوم اپنے ہی جیسے لوگوں میں رہنا پسند کرتی ہے عقل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی غیر قوم خواہ وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو ان کی آزادی سلب نہ کرے اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ جس قوم نے بھی اس تعلق سے بے انصافی کی وہ جزو کفر و کفر گزاردار تک پہنچی اور ایسی مثالیں ہم کتاب ہذا کے اگلے حصہ میں درج کریں گے۔ بہر حال ایک ایسا مذہب جو دنیا کو رحم و عدل کی تعلیم دینے کے لئے طلوع ہوا، اس کا نظریہ اس قدر و جسامت ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ محض حدود و مملکت کی وسعت اور دولت و ثروت کی خاطر کروڑ ہوسایوں کو غلام بنا کر ان کے آٹا شے غصب کر لے۔

اسلام کا پروگرام تبلیغ بالکل معقول و فطری ہے عمدہ اقوال و بہترین افعال کے ہتھیاروں سے ملکوں کو فتح کرے تلوار کے زخم سے قلم کا زخم زیادہ کاری ہوتا ہے۔ لہذا اسلام نے اس ہی ہتھیار کو منتخب کیا ہے ہر مسلمان حکومت کو چاہیے کہ سنت رسول کے مطابق تبلیغی دہستے بھیجتی رہے۔ جیسا کہ خود خدا نے یہی طریقہ اختیار کیا اور مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے ورنہ خدا سب سے قوی تھا۔ وہ قوت و زبردستی سے بھی لوگوں کو اپنی راہ پر لاسکتا تھا۔ اس پر امن طریقہ کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بشیر خون بہے ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ قومیں بدستور آزاد و خود مختار رہیں گے۔ مگر ان کا مرکز ایک رہے گا۔ ہر حکومت بظاہر الگ ہوگی لیکن سب کا حاکم اعلیٰ اللہ ہوگا۔ اور سب کا قانون شریعت محمدیہ۔

اکابر اصحاب رسولؐ اور علیؑ کا نظریہ

اس سلسلہ میں ایک بات خصوصی توجہ کے لائق ہے کہ اگر بعد از رسولؐ کے فتوحات منشاء اسلام کے خلاف تھیں تو پھر اکابر اصحاب رسولؐ خصوصاً حضرت علیؑ علیہ السلام نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی؟ اس کا مکمل جواب تو اس کتاب کے حصہ دوم میں لکھیں گے تاہم یہاں اتنی گذارش کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام اور دیگر مخلص اصحاب رسولؐ کی رائے میں یہ فتوحات غیر ضروری بلکہ ضرر رساں تھیں۔ کیونکہ ان حضرات کا خیال تھا۔ جب تک مسلمانوں کے دل میں صحیح طرح اسلام کی تعلیم اور آیات قرآنی کی تائیدیں راسخ نہ ہو جائیں۔ اس طرح کی لشکر کشی نہ کی جائے لیکن یہ درست پالیسی قبول نہ کی گئی۔ خاص طور سے حضرت علیؑ کو تو انتظام سلطنت میں صرف اسی وقت یاد کیا جاتا تھا۔ جب بہت پیچیدہ مسئلے اور اہم مقدمات پیش آتے تھے۔ جن کو خلیفہ وقت سلجھانے سے قاصر رہتے تھے۔ ورنہ جناب امیرؑ کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی تھی۔ جب مشکل حل ہو جاتی تھی تو لا علی لہلک کے نعرے ضرور لگا دیئے جاتے تھے۔ لیکن ایسے موقعے روز بروز نہیں آتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضرت علیؑ کے مشورے لینے کے بعد بھی اُن پر عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ مثلاً جب حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہؓ نے اپنے والد کے ساتھ میں ہرمز کو قتل کر دیا تو حضرت علیؑ نے قصاص خون کا مشورہ دیا۔ مگر اس رائے کو قبول نہ کیا گیا۔ مغیرہ ابن شعبہؓ نے اُم جہیل سے زنا کیا یعنی شہادت مل گئی۔ مگر حضرت عمرؓ تعذیر پر آمادہ نہ ہوئے۔ اسکندریہ کے کتب خانہ کو جلائے سے روکا مگر حاکم وقت نے مانے اسی طرح کے کئی اور واقعات ہیں۔ کہ حضرت علیؑ کی رائے و مشورہ کے خلاف عمل ہوتا رہا۔ چونکہ وہ حضرات اقتدار پر تھے لہذا اپنی عقل و فہم کے مطابق حکومت

چلاتے تھے۔ ہر حال نہ ہی حضرت علیؑ نے ان فتوحات کی حمایت کی اور نہ ہی ان کا ایسا نظریہ تھا۔

جہادِ نبویؐ نبی کی بعثت کا مقصد دینِ حقہ کی اشاعت و نصرت ہے جس کی تبلیغ کے لیے وہ مبعوث ہوتا ہے نبی حفاظت و نصرت دین کے لئے جب مخالفین کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں آتا ہے تو کبھی فرار نہیں کرتا ہے کیونکہ اس کا فرار دین کا فرار ہے اور کفر کی فتح ہے خصوصاً اگر رسالتِ مآبؐ کے لئے جہاد فرض قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے حضورؐ کبھی میدانِ جنگ سے نہیں ہٹے ہیں خواہ شکرِ ثبات قدم رہا! اے پاؤں روٹ گیا! از روئے جہاد سے بھاگنا خدا کا غضب ہے کر پلٹنا ہے اور ہم سورۃ الفاتحہ میں ہر نماز میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں غضب لوگوں کی راہ سے محفوظ رکھ لیکن جب ہم مذہبِ نبیؐ کی راہیں دیکھتے تو ان پر زیادہ تر ان ہی قدموں کے نشانات نظر آتے ہیں جو جہاد میں ثبات قدم نہ رہے اور غضب الہی لیکر پلٹے پس مغضوب علیہم کے نقش قدم پر چلنا قرآن اور سنت کے خلاف ہے اب ہم چند حوالہ جات مشہور کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں جن میں مشہور بزرگوں کا جہاد سے بھاگنا مقرر ہے اور فیصلہ کا انحصار قارئین کے انصاف پر چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کا راستہ جن پر انجام الہی ہوا صراطِ مستقیم ہو گا یا ان کی راہ جو مغضوب ہوئے۔

جنگِ اُحد اور حضرت ابوبکرؓ کا جہاد حضرت عائشہؓ سے

والدہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جب روزِ اُحد لوگ رسولِ مقبولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے حضورؐ کی طرف واپس آنے والا میں تھا۔ میں نے دور سے رسولؐ اللہؐ کو دیکھا پھر ایک شخص نے پیچھے سے آکر مجھے دبا یا ایسا لگتا تھا کہ وہ شخص بھی رسولؐ خدا کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے میں نے مڑ کر جو دیکھا وہ عبیدہ بن

المجروح تھے۔

(روایت اہلسنت: مستدرک علی الصحیحین جزا الثالت المغازی ص ۲۶۲)

حضرت عمرؓ اور معرکہ احد میں زبانِ عمرؓ
 ابن جریر طبری کا سب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز جبکہ حضرت عمرؓ

نے خطبہ میں سورہ آل عمران کی تلاوت

کی وہ اکثر خطبہ میں سورہ آل عمران کی تلاوت پسند کرتے تھے جب آیہ ان الذین تولوا امنکم تک پہنچے تو کہا کہ جب جنگ احد میں ہم کافروں سے بھاگے تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس وقت میری یہ حالت تھی کہ میں پہاڑی بکری کی طرح کودتا پھرتا تھا۔

(روایت اہل سنت: صحیح بخاری، کتاب المغازی پ ۵، منہ فتح الباری، پ ۹)

حضرت عثمانؓ کی احد میں کارکردگی
 امام اہل سنت فخر الدین رازی

اپنی تفسیر کبیرہ میں لکھتے ہیں کہ

”بھاگنے والوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے لیکن وہ شروع لڑائی میں نہیں بھاگے اور دور تک نہیں بھاگے بلکہ پہاڑی ہی پر دوڑتے پھرتے نیز بھاگنے والوں میں حضرت عثمانؓ بھی تھے جو سعد اور عقبہ کے ساتھ دور تک بھاگے اور تین دن کے بعد واپس لوٹے۔“

بخاری نے غزوہ احد میں ابن عمرؓ کا قول لکھا ہے کہ یوم احد عثمان بن عفانؓ بھی بھاگ گئے تھے۔

عمر بن الخطابؓ اور عمرو بن عبدودؓ روزِ احزابؓ

تاریخ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں ہے کہ روزِ خندق حضرت عمرؓ نے عمرو بن عبدودؓ کی آوازِ شناخت کر کے کہا ”یہ تو عمرو بن عبدودؓ ہے مجھے اس دلو عرب کی بے نظیر

شجاعت کا خود تجربہ ہو چکا ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک بار سفر میں میرا اور اس کا ساتھ ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ڈاکو ہمارے قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اس شخص نے قزاقوں کی جماعت کثیر کا مقابلہ کیا۔ مقابلہ کے دوران اسکی ڈھال ٹوٹ گئی تو فوراً ایک اونٹ کے نیچے کی ٹانگ تھام کر اسکو اپنی سپر بنا لیا۔ اور قزاقوں کے دار روکسار پر یہاں تک کہ تمام قزاقوں کو اسی نے مار بھگا یا۔ میں اس کی عظیم الشان طاقت و شجاعت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ (معارف النبوة رکن چہارم باب شہتم در بیان قاتل سال پنجم ص ۱۰۶)

(دراضح ہو کہ ایک تو مسلمانوں پر پہلے ہی سے خوف طاری تھا۔ اس چشم دید واقعہ کی نقل نے انہیں اور حواس باختہ کر دیا ہو گا۔)

بخشش لغزش کا عذر
اب یہ فخر پیش کیا جاسکتا ہے کہ روزِ احد کھتی لہذا اس الزام کو دھراتے رہنا محض بلاوت و کینہ ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے تو گذارش یہ کہ بلاشبہ احد کے دن مسلمانوں کی بے ثباتی کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ لیکن بیعت الشجرہ جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اس میں مسلمانوں نے عہد کیا کہ وہ جہاد میں پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ لہذا ہم اس عہد کے بعد بنی مایاں حضرت نے عہد شکنی کی اُن کا ذکر معتبہ کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں جنگ حنین بیعت رضوان کے بعد ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نقشہ قرآن مجید میں نازل ہوا ہے اور اہل علم حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔ لہذا ہم اس جنگ کے حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مذہب اہلسنت کی سب سے بڑی اور معتد کتاب جسے بعد از کلام خدا کا مقام حاصل ہے میں امام بخاری صاحب نقل کرتے ہیں کہ۔

حنین میں فرار
”الوقادہ سے مروی ہے کہ (روز حنین) مسلمان سپاہی ہو کر بھاگے تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگا۔ دیکھتا ہوں کہ عمر بن خطاب بھی ان بھاگنے والوں میں ہیں۔“

در صحیح بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین لاذعجتکم کثرتکم
جوناث مشتم

مشہور علامہ اہلسنت ملا علی نقی
حسین بن ثابت قدم افراد
کہتے ہیں جو جنگ حنین میں رسول اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ جنگ حنین
کے دن حضور کے ساتھ جو لوگ رہ گئے وہ یہ تھے (۱) عباس و عم رسول (۲)
(۲) علی بن ابی طالب (۳) ابوسفیان بن حارث (۴) عقیل بن ابیطالب
(۵) عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب (۶) زبیر بن عوام (۷) اسامہ بن زید
(باقی سب فرار ہو گئے) انس سے مروی ہے کہ روز حنین آنحضرت نے فرمایا
کہ اب آتش حرب تیز ہو گئی ہے۔ اور اس دن علی بن ابیطالب نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور ہی میں نہایت شدید قتال کیا۔
کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۵۵۹۶، حدیث ۵۵۹۸

اسی طرح کی کثیر تعداد روایات کتب اہلسنت میں مرقوم ہیں کہ وہ لوگ
جن کو مسلمان آسمان اسلام کا آفتاب و مہتاب اعتقاد کرتے ہیں۔ اسلام کی
آزمائشی گھڑی میں بانی اسلام کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو گئے اگر ثابت قدم رہنے
والے افراد اس وقت نصرت دین نہ کرتے تو پھر اسلام کہاں ہوتا یہ نکتہ متابع
غور و فکر ہے۔ اس حقیقت سے انحراف نہیں کیا جاسکتا ہے کہ جہاد سے
فرار ضعف ایمان کی علامت ہوتا ہے اور ثابت قدمی کمال ایمان کی دلیل ہے
عقل سلیم مجبور ہے کہ فیصلہ کرے کہ ناظر اسلام دہی ہستی ہوگی جو مصیبت جہاد
کے وقت رسول کریم کے پہلو پہ پہلو ڈٹی رہی اور مجاہدین والوں کا خیال نہ کیا۔
اگر غزوات و سرایا میں اسلام کی سلطنت کو استیقام نہ ہوتا تو پھر ایسا موقع ہی پیدا
نہ ہوتا کہ لوگ ادھر ادھر کے ممالک فتح کرتے اسلامی جہاد سے حاصل کی گئی حقیقی
فتوحات آج بھی ہمارا سرمایہ افتخار ہیں۔ اٹھرا اسلامی فتوحات نے ہمارے گلے
میں یہ تختی لٹکا دی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

آڑا وقت

انگریزی ضرب المثل ہے کہ۔۔۔
"ADVERSY TRIES FRIENDS" سہارے

اوقات احباب و اصحاب کی آزمائش ہوتے ہیں اسلام کے دوستوں کی شناخت کرتے ہوئے جب ہم اس قائدہ کے مطابق پڑتال کرتے ہیں تو نام نہاد فاضلین کے کردار اس معیار پر پورے نہیں اترتے ہیں۔

پس چونکہ دین میں ناجائز فتوحات ارضی کوئی کارنامہ ہی نہیں ہے بلکہ عدل انصاف کے خلاف فساد فی الارض ہے اس لئے اس کو خوبی سمجھنا اور کسی فضیلت کا سہارا خیال کرنا شرع محمدیہ کے خلاف ہے۔

تنخواہ قرضیہ

صرف ایک بات کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے ہم اس کتاب کے حصہ اول کو ختم کرتے ہیں کہ جہاد ایک رکن اسلام ہے جس طرح نماز، روزہ وغیرہ ہیں اُسے ہر صاحب استطاعت مرد پر واجب کیا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی نمازی نماز پڑھنے کی اجرت یا تنخواہ لینا اپنا حق سمجھتا ہے یا کوئی روزہ دار روزے رکھنے کا شمارہ طلب کر سکتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ و خمس کی ادائیگی پر کمیشن کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ یا حج کرنے کے لئے کسی قسم کی وصولی کا مجاز ہے۔ یقیناً نہیں ہے۔ پس پھر جہاد کرنے والے مجاہد کے لئے مائتہ تنخواہ وصول کرنا کس شرعی اصول کے مطابق ضروری ہے؟ اس امر پر مختصراً "گفتگو ہم نے کتاب" صرف ایک راستہ گئیں کی ہے اور اس کتاب کے حصہ میں تنخواہ دار فوج پر مفصل بحث کر کے ثابت کریں گے کہ اسلام بلاوجہ ارضی فتوحات کا کسی صورت سے بھی حامی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا جہاد بالسیف انتہائی محتاط و معقول ہے۔

الفرض ہم نے فروع دین کی روشنی میں ثابت کیا کہ اہل سنت و الجماعت کے رائج مذہب میں تمام اصول و قواعد و قوانین و ضوابط کا منبع و منبر صرف ایک کلمہ ہے وہ یہ کہ دین کو قرآن مجید اور سنت محمدیہ کے مطابق نہیں بلکہ حکومت کے قطع و برید و ترامیم کی روشنی میں تسلیم کیا جائے اور بادشاہوں

کے وضع کردہ اصولوں اور ضابطوں کو من و عن مان لیا جائے کیونکہ کسی بھی صحت یافتہ پیغمبر صاحب پر تنقید کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہی کلمہ آیت استبدادیت کی بنیاد ہوتا ہے لہذا عطا قابل قبول نہیں شارع علیہ السلام کے نظام احکام کو نظر انداز کر کے کوئی بھی نیا نظام روشناس ہوگا۔ تو وہ خرابیوں اور کشمکشوں کے سوا کچھ بھی ہمیں نہ دے سکے گا۔

اس کے برعکس مذہب شیعوں میں کتاب خدا اور سنت رسول کی پیروی اشد ضروری ہے۔ کسی امتی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ان کے علاوہ تفسیری شے کو باعت ہدایت سمجھے اسی لیے اہل سنت کی توفیق جناب رسول مقبول نے ان الفاظ میں فرمائی۔

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حَبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
جس کی موت محبت آل محمد میں واقع ہوگی اسکی موت میرے طریقے و جماعت پر ہوگی۔

(تفسیر ابن عربی جلد ۲ ص ۷۱۲، تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۷۷)

(تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۳۹، نزہۃ المجالس جلد ۲ ص ۲۲۲ وغیرہ)

پس اہل سنت ہونے کا دعویٰ اسی وقت درست ہوگا۔ جب علماء محبت آل محمد تمام وفات قائم رہے۔ معیار محبت یہ ہے کہ محبوب کے دشمن سے لا تعلق رہے۔ چونکہ مذہب شیعہ میں آل محمد کی محبت علماء واجب ہے اور مذہب شیعہ نے اس محبت کو ضروری نہیں سمجھا ہے اس لیے بقول رسول اصل سنت کے پیروکاران ہی ہیں جو مذہب آل محمد پر قائم ہیں۔ جبکہ مذہب اہل سنت و الجماعت میں محض زبانی کلامی دعویٰ محبت اہل بیت موجود ہے حالانکہ علماء وہ شمر جیسے قاتل و ملعون شخص سے تو روایت لے لیتے ہیں۔ لیکن آل محمد سے ہدایات لینا گوارہ نہیں کرتے ہیں۔ پس ہم اس تنبیہ پیغمبر پر التماس دعا کرتے ہیں۔

اسامہ الانبیاء سید المرسلین دشمن آل محمد کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں
”جو بعض آل محمد میں مرے گا اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیا جائیگا کہ یہ

۱۳۱

لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں اور قیامت کے دن ان کو رحمت الہی سے
 مایوس کر دیا جائے گا۔
 جو لوگ بغض آل محمد میں مرتے ہیں کافر کی موت مرتے ہیں۔ انہیں جنت
 کی خوشبو سے محروم کر دیا جائے گا۔
 (تفسیر ابن عربی جلد ۲ ص ۲۱۲)

سنی مذہب کیوں چھوڑا؟

پس سنیہ رحمت پروردگار پانے، مایوسی سے بچنے، حالت ایمان میں فوت
 ہوئے موت کفر سے محفوظ رہنے اور جنت کی خوشبو سے معطر ہونے کا واحد طریقہ
 یہی ہے کہ تادم و نجات محبت آل محمد پر قائم رہا جائے۔ مذہب اسلامیہ میں یہ
 مشرف مذہب شیعہ کو حاصل ہے کہ مذہب آل محمد ہے لہذا میرے بیٹے
 عاقبت اندیشی کا یہی صحیح راستہ تھا کہ اس مذہب کے قبول کر لوں اور مذہب مخالف
 کو ترک کر دوں۔
 والسلام

طالب دُعا
 عبدالکریم مشتاق

۸/۱۱/۶ - ناظم آباد کراچی ۷۵

مذہبِ سنیہ پر مزارِ سوال

قارئین کرام! جب بھی کوئی مذہب معرض وجود میں آتا ہے تو سب سے پہلے بانی مذہب کی شخصیت و کردار اور اس کا بنیادی نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اسی لئے ظہورِ اسلام سے قبل حضورؐ کو چالیس سال خاموش زندگی گزارنے کا حکم ہوا تاکہ اپنے اخلاق و کردار و شخصیت کا لوہا منوائیں۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین نے اگرچہ آپؐ کو رسول تسلیم نہ کیا تاہم آپؐ کی صداقت و امانت سے کسی نے انکار نہ کیا۔ اور نہ ہی اسلام کے عقیدہ و وجود خداوندی سے انحراف ہوا۔

اسی طرح کسی مذہب کی حقانیت و سچائی یکے ضروری ہے۔ کہ اس مذہب کے ”اصول“ ایک طرف تو کتاب مذہب اور بانی مذہب کے اقوال سے صحیح ثابت ہوں۔ اور دوسری جانب عام انسانی شعور و دانش ان اصول کو قبول کرتے ہوں۔ چنانچہ ہم نے اپنی کتاب ”اصول دین“ میں یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اصول خمسہ نہ صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہیں بلکہ اسکے تمام عقائد و ارکان بمطابق عقل و فطرتِ انسانیہ ہیں۔ اسی طرح کتاب ہذا میں آپؐ نے مطالعہ فرمایا کہ مذہب جعفریہ کے ”فروع دین“ بھی عین مطابق فطرت و سنت و قرآن ہیں۔ اور یہ ایک ایسی امتیازی خصوصیت ہے جو سوائے مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اسلام کے کسی بھی دوسرے مسلک کو حاصل نہیں ہے۔

محترم ناظرین! اگر آپ آزاد ذہن ہو کر اور جانبِ داری سے پرہیز کر کے غور فرمائیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ غلط و صحیح، مہمل و مکمل اور حق و باطل میں بخوبی شناخت نہ کر سکیں۔ جب ہم غیر شیعہ حضرات کی مستند و معتبر مذہبی و تاریخی کتب کا سرسری مطالعہ کرتے ہیں اور غیر شیعہ مسلمانوں کے عقائد و ارکان کی بڑا مال قرآن و سنت و فطرت کی روشنی میں کرتے ہیں۔ یہ حقیقت از خود نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

کربو باتیں اور کاروائیاں غیر شیعہ مذاہب میں موجود ہے۔ وہ نہ ہی قرآن مجید سے مطابقت رکھتی ہیں اور نہ ہی سنت نبوی سے۔ اسی طرح عقل و فطرت اور مشاہدہ تو ایسے رکبیک بلکہ تنسیخ امور کی مذمت کئے بغیر نہیں رہتے۔

چنانچہ حق و باطل میں فرق نمایاں کرنے کی خاطر راستی و کجی میں راہ پہچان کی نشاندہی کیلئے ہم نے مندرجہ ذیل ایک ہزار سوالات کی فہرست ہدیہ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اگر تعصب اور آبائی عقیدت کے دلی لگاؤ کے چٹھے آثار کو نظر انصاف ان سوالات کے جوابات کی مدد سے محال نہیں اپنے مذہب کی چانچ پر کمر فرمانے کی زحمت گوارہ کریں تو انشاء اللہ راہ تجارت پر آنے کیلئے اور کسی بھی ثبوت کی ضرورت درپیش نہ آئے گی۔

سائل کو یقین ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے صحیح جوابات فریق مخالف کے مذہب کو سبوتاژ کرنے کے لئے کافی دانی ہیں۔

عقیدہ توحید مسلمانوں کا مشترکہ عقیدہ ہے۔ اور ہر فرقہ اسے اصل دین تسلیم کرتا ہے۔ لیکن میرا یہ دعویٰ ہے۔ جس طرح معقول عقیدہ توحید مذہب آل محمد میں تعلیم کیا گیا ہے کسی دوسرے مذہب نے ایسی تعلیم پیش نہیں کی ہے۔ دراصل اگر صرف عقیدہ توحید ہی پر حق و باطل کا انحصار قائم کر لیا جائے اور سنی توحید کو زیر بحث لایا جائے تو مذہب سنیہ کا یہی عقیدہ اسکے باطل ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ چنانچہ ہم سوالات کی ابتدا اسی بنیادی عقیدہ پر کر کے احباب کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں کہ مذہب شیئہ ایمان باللہ کا اعتقاد معقول ہے یا دیگر مذاہب نے خدا کو اس کے شانِ شایانِ اپنا معبود مانا ہے۔

سوال ۱۔ اگر کسی بادشاہ کو اس کے شاہی اختیارات سے الگ کر دیا جائے تو بادشاہ کی حیثیت کیا ہوگی؟

سوال ۲۔ کیا کٹھ پتلی بادشاہ مستحقِ سربراہ ہو سکتا ہے؟

سوال ۳۔ خداوندِ عظیم سب شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ اگر اس کے اختیارات

جنہیں مذہبی زبان میں ”صفات“ کہتے ہیں۔ اس سے جدا سمجھے جائیں تو بتائیے بے صفت یا بے اختیار خدا کھڑے کی حکمران کے برابر ہو گیا یا نہیں؟

سوال نمبر ۸۔ مذہب شیعہ کے مطابق صفات خداوندی ذات الہی سے جدا نہیں بلکہ عین ذات مانی جاتی ہیں۔ لیکن آپ کے مذہب میں صفات الگ مانی جاتی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے اعتقاد کے مطابق یا تو خدا ایسا بھی تھا کہ اس میں صفات موجود نہیں تھیں اور بعد میں ضرورت کے تحت وہ صفات سے متصف ہوتا رہا یعنی اسکی کہ ذات میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں یا پھر یہ کہ ابھی تک صفات کوئی الگ شے ہے اور خدا کی ذات کوئی دوسری چیز ہے وضاحت فرمائیں ان دونوں باتوں میں سے آپ کس بات کے قائل ہیں؟

سوال نمبر ۹۔ اگر جواب ہو کہ خدا رفیعہ رفیعہ صفات سے متصف ہوتا رہا۔ اس کے کیفیات و حالات میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں تو اس کے دو نتائج اخذ ہوئے ایک تو یہ کہ وہ عاجز ٹھہرا۔ اور تیسرا انش صفت کے اس کا بجز دور ہوا۔ اور دوسرا یہ کہ حادث ہوا یعنی متغیر ہو گیا۔

فرمائیے آپ اپنے خدا کیلئے عاجز ہونا اور حادث ہونا پسند فرمائیں گے؟

سوال نمبر ۱۰۔ اگر آپ توحید خداوندی کے قائل ہیں۔ اور اُسے واحد واحد تسلیم کرتے ہیں تو فرمائیے وہ قدیم ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۱۔ اگر قدیم ہے تو ”لا شریک“ قدیم ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور شے بھی قدیم ہے؟

سوال نمبر ۱۲۔ آپ کے عقائد کے مطابق اس کی صفات بھی قدیم ہے۔ اگر صفات بھی قدیم ہیں تو پھر وہ ذات ”لا شریک“ کیسے طرح ہوئی؟

سوال نمبر ۱۳۔ اگر قوی شخص سے قوت جدا کی جائے تو وہ شخص قوی ہو گیا یا غیر قوی؟

سوال نمبر ۱۴۔ اگر ذات خدا سے اس کے صفات کو الگ اعتقاد کیا جائے تو اس کی ذات کو خالی از صفات یعنی بے قدرت سمجھا ہے۔ اور اگر صفات کو بھی اس کے ساتھ قدیم مان لیا جائے تو اس کی ذات کے ساتھ کسی دوسری قوت

وقد قدرت کو شریک ٹھہرنا ہے۔ بتائیے آپ کے اس عقیدہ باطل سے شرک و کفر خداوندی ثابت ہوتا ہے یا کہ نہیں؟

سوال نمبر ۱۱۔ اگر کوئی شخص ایک کام کرنے کا حکم اپنی مرضی سے دے اور بعد میں اس حکم کے بجالانے والے کو سزا دے تو کیا وہ حاکم خطا دار ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۲۔ اگر خطا دار ہے تو پھر کیا ایسی خطا کا سزا دار ذاتِ خدا کو تصور کر سکتے ہیں جبکہ آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ نفع و ضرر، خیر و شر موافق قضا و قدرِ خداوندی عالم کے ہے؟

سوال نمبر ۱۳۔ عقلاً جواب دیجئے جس مذہب میں خدا اس قدر ظالم ہو کہ خود ہی برائی کرنے پر راضی ہو۔ اور بُرائی کی سزا بھی خود دے۔ ایسا خدا کس طرح قابلِ قبول ہو گا؟ کیا اس عقیدے پر یہ مثال صادر نہیں آتی کہ الٹا پور کو تو ال کو ڈانٹے!

سوال نمبر ۱۴۔ اگر سنی اعتقاد بالفرض محال درست مان لیا جائے کہ خیر و شر قضا و قدر سے ہے مگر شر و بدکاریاں بے رضا حکم قضا و قدر ذاتِ خدا سے ہیں تو فرمائیے کیا خدا کو عجز یا خوف درپیش ہے کہ ایسی (معاذ اللہ) ریا کاری پر مجبور ہے؟

سوال نمبر ۱۵۔ اگر عاجز، خوف زدہ یا مجبور ہے تو پھر خدا کیوں کر ہوا؟ سوال نمبر ۱۶۔ مذہب ابلیس ملعون یہ ہے کہ دستِ بجا اغویں یعنی پانے والے تو نے خود ہی فیجے بہکایا ہے۔ کیا مذہبِ سنیہ کا یہ عقیدہ کہ نیکی دیدی سب خدا کی رضا سے ہے ابستاع شیطان نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۷۔ اگر بندہ فاعل اپنے افعال کا مختار نہیں ہے تو پھر اختیاری افعال اس سے حسبِ مرضی و خواہش کس طرح سرزد ہوتے ہیں؟ (مثلاً یہ کہ جنس کا چلنا ہماری مرضی پر منحصر نہیں اور حرکتِ قلب میں ہمارا اختیار نہیں ہے)

۱۳۶

سوال نمبر ۱۸- اگر انسان کے ہر کام کا ذمہ دار اللہ ہے تو سزا و جزا کیونکر معقول ہو سکتی ہے؟
 سوال نمبر ۱۹- ”وصار بک بظلام للعین“ کہ تیرا خدا ظلم کرنے والا نہیں ہے۔
 جواب دیجیئے جو مذہب خدا کو ظالم ثابت کرے وہ کس طرح خدا اور رسول
 کا حقیقی مذہب اور عقل و فطرت کے مطابق دین ہو گا؟

سوال نمبر ۱۲- درموجود میں بجلی ایک بہت بڑی قوت ہے۔ اس کے استعمال
 سے بڑے بڑے تعمیراتی و تخریبی کام لئے جاسکتے ہیں۔ فرمائیے کسی شخص
 نے بجلی کو دیکھا ہے؟ اگر نہیں دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ قوت باوجود کے نظر بھی آئے
 تو اس سے انکار کرنا حقیقت کے خلاف امر ہے پھر دیدارِ خداوندی
 کیوں ضروری ہے؟

سوال نمبر ۲۱- آپ عدل کو پسند کرتے یا ظلم کو؟

سوال نمبر ۲۲- رسول خدا نے عدل کی تعلیم دی یا ظلم کی؟

سوال نمبر ۲۳- خدا کو عادل ماننا اچھا عقیدہ ہے یا ظالم؟

سوال نمبر ۲۴- اگر خدا ظالم ہو سکتا ہے تو خلق کو ظلم کرنے سے کیوں روکتا ہے؟

سوال نمبر ۲۵- مذہب امامیہ کی اصل ”عدل“ پر آپ کو کیا معقول اعتراض ہے۔
 اور کس دلیل سے آپ خلاف عدل عقیدہ کو ثابت کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۶- آپ کے ہاں مشہور ہے کہ خدا ابرہہ میں زمین پر اتارتا ہے۔ فرمائیے
 اُسے اوپر سے نیچے اترنے کی کیا ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

سوال نمبر ۲۷- جب وہ ذات ہر جگہ موجود ہے، ہر شے دیکھتی اور سنتی ہے تمام امور
 سے باخبر ہے تو پھر ایسی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟

سوال نمبر ۲۸- ذات باری تعالیٰ ”لا محدود“ ہے یا کہ نہیں؟

سوال نمبر ۲۹- اگر لا محدود ہے تو ہر جسم شے محدود ہوگی لہذا ضروری ہوا کہ خدا
 جسم نہیں ہے۔ بتائیے پھر آپ خدا کو جسم مان کر اسکو محدود کیوں سمجھتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۰- اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ محدود ہے تو اس کی حدود کی وضاحت فرمائیے؟

۱۳۷

سوال نمبر ۱۳۱۔ آپ کا مذہب انسان کی مادی ضروریات کو اہمیت دیتا ہے یا روحانی اقدار کو؟

سوال نمبر ۱۳۲۔ اگر دونوں اعتبار سے آپ کا مذہب راہِ کامرانی کا ضامن ہونے کا دعویدار ہے تو بتائیے حاملِ اقتدار و کثرتِ افراد کے باوجود مسلمان مادی ترقی کیوں نہ کر سکے؟

سوال نمبر ۱۳۳۔ اگر وہ بد اعمال ہیں تو ترقی یافتہ اقوام کے کردار تو مسلمانوں سے کہیں زیادہ بُرے ہیں پھر وہ بد اعمالی و مذہب سے لاپرواہی کے باوجود مادی لحاظ سے خوشحال کیوں ہیں؟

سوال نمبر ۱۳۴۔ آپ کے مذہب کی بنیاد اقوالِ اصحاب ہیں جبکہ آپس میں مختلف رائے ہونا ثابت ہے اور بقول آپ کے ان کا اپنا اپنا اجتہاد تھا۔ جب آپ کے ہادیوں کی ایک رائے نہیں ہے تو یک جہتی کی ضمانت کس طرح دی جاسکتی ہے؟ جب کہ صراطِ مستقیم صرف ایک راستہ ہے۔

سوال نمبر ۱۳۵۔ آپ کے مذہب کے اصولِ دین کا حقیقی معیار کیا ہے؟
سوال نمبر ۱۳۶۔ آپ کا اعتراض ہے کہ قرآن میں ایمان بادل کا حکم نہیں دیا گیا ہے لہذا اسے اصولِ دین میں داخل سمجھنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن میرا یہ دعوٰی ہے قرآن میں ایک بھی جگہ ایمان توحید اللہ کی دعوت نہیں دی گئی کیا مذہبِ سُنیہ میں توحید بھی اصل دین نہ ہوگی؟

سوال نمبر ۱۳۷۔ عقلاً جواب دیجئے کہ بعد از رسولؐ و تکمیل شریعت کسی مادی و دہر کی ضرورت ہوگی یا نہیں کہ وہ دین و شریعت کی تعلیم دے اور تنازعات میں اس کی حیثیت مرکزی مادی کی ہو؟

سوال نمبر ۱۳۸۔ ایسا مادی منصوبہ بہتر ہوگا یا غیر منصوبہ؟

سوال نمبر ۱۳۹۔ اگر مادی کی ضرورت ہی نہیں ہے تو اختلافات کس طرح شائے جاتیں؟

سوال نمبر ۱۴۰۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پسندیدہ قاریوں میں سے تھے۔ آپ مسجد قبائیں مہاجرین اولین کے بھی امام مانے گئے ہیں۔ اور آپ کی کتب سے ثابت ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جیسے بزرگ بھی ان کے مقتدی تھے (بصیر، رسول پاک، ص ۲۷۲) بتائیے اگر اقتدا و شرط فضیلت ہے تو پھر حضرت سالمؓ کو آپ حضرات ابوبکر و عمر سے افضل کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

سوال نمبر ۴۲ :- آپ کے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا ”اے وہ لوگو جو اس وقت موجود ہو تم سب گواہ رہو کہ

زید میرا بیٹا ہے۔ وہ میرا وارث ہو گا اور میں اس کا وارث ہوں گا“ (مکمل غلامان

اسلام) جواب دیجئے! جب آپ کے خیال میں نبیؐ کا وارث ہی کوئی نہیں

ہوتا تو پھر حضورؐ نے ایسا ارشاد گواہی کے حکم کے ساتھ کیوں کیا؟

سوال نمبر ۴۳ :- حضرت ام المومنین عائشہ کا مشہور قول ہے کہ ”لو کان زید حیاً ما

استخلف رسول اللہؐ“، یعنی اگر زید زندہ ہوتے تو حضورؐ کسی کو اپنا

جانشین مقرر نہ فرماتے سوائے ان کے۔ (بصیر ص ۲۷۳)

جواب دیں کہ جب خلافت کا امر امت ہی کے سپرد تھا تو پھر آنحضرتؐ کا ایسی

خواہش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

سوال نمبر ۴۴ :- حبشہ اُسامہ میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو اُسامہ

بن زید کا ماتحت مقرر فرمایا بعض لوگوں کو اُسامہ کی تقرری پر اعتراض ہوا

تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ”تم لوگ پہلے زید کی سرداری پر طعن و طنز کر چکے ہو

سالانہ کہ وہ اس کا اہل تھا اور اب اُسامہ سردار بنایا گیا اور وہ اس کا اہل ہے“

فرمائیے اگر حضورؐ اُسامہ کو کم سن ہونے کے باوجود حضرات

شیخین کا سردار و امیر مقرر فرما رہے تھے تو پھر آپؐ حضراتِ خلافتِ سنت

حضرت علیؓ کے بارے میں ایسا خیال کیوں کرتے ہیں کہ وہ نوجوان تھے

لہذا اصحاب نے ان کو اہلِ خلافت نہ سمجھا؟ کیا صحابہ کا یہ خیال سنت

کے خلاف تھا یا نہیں؟

۱۲۹

سوال نمبر ۴۴:- جب موجودگی رسولؐ میں اصحاب نے آنحضرتؐ کے مقرر کردہ امیر لشکر کی تقرری پر اعتراض کیا حالانکہ حکم خدا ہے کہ جو رسولؐ دے دے لے لو جس سے روکے رک جاؤ تو پھر بعد از رسولؐ اصحاب کا خلافت منشاء رسولؐ عمل کرنا آپ کس بنیاد پر ناممکن سمجھتے ہیں؟

سوال نمبر ۴۵:- مذہبِ سنّیہ میں شفاعتِ کبریٰ سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر ۴۶:- نبیؐ کی دُعا مقبول ہے یا عام امت کی؟

سوال نمبر ۴۷:- جو مذہب اپنے نبیؐ کو امت کی سفارش کا محتاج تصور کرے وہ کس طرح معقول ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۴۸:- آپؐ کے ہاں روایت ہے کہ حضورؐ نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے کہ اذان سننے کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لئے اس مقام (مقامِ محمود) کے واسطے دعا کرے۔ فرمایا ہے جب خدا تعالیٰ نے خود قرآن میں آنحضرتؐ کو یہ مقام عطا کر دیا ہے کہ *وَعَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*، یعنی عنقریب آپؐ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا (یعنی آپ کو شفیعِ المذنبین کا مرتبہ عطا کرے گا) تو پھر حضورؐ کو امت کی سفارش و احتیاج کی کیا ضرورت پیش آ سکتی؟

سوال نمبر ۴۹:- کیا (سُحَاوُ اللہ) آپؐ کو وعدہ خداوندی پر اعتبار نہ تھا؟

سوال نمبر ۵۰:- جس مذہب میں مقامِ شفیعِ المذنبین یہ ہے کہ بشارتِ الہی کے باوجود وعائے امت کا محتاج ہے تو پھر ایسی شفاعت کا کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟

سوال نمبر ۵۱:- آپؐ کی صحیحین (بخاری و مسلم) میں طویل روایت ہے کہ قیامت کے ہولناک میدان میں لوگوں کو ایک شفیع کی تلاش ہوگی۔ لوگ اولا حضرت آدمؑ کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے مگر آپؐ لوگوں کو حضرت نوحؑ کے پاس بھیج دیں گے۔ اسی طرح نوحؑ کے پاس

ابراہیمؑ کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے حضرت خلیلؑ لوگوں کو نبیؑ کے پاس چلے جانے کی رائے کا اظہار فرمائیں گے حضرت موسیٰؑ یہ معاملہ جناب عیسیٰؑ کی طرف لوٹا دیں گے اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریم علیہ السلام خاتم الانبیاء حضرت رسالت مآبؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا حکم دیں گے پھر حضورؐ شفاعت کی اجازت بارگاہ خداوندی سے حاصل کر کے سجدہ ریز ہوں گے اور شفاعت فرمائیں گے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ علیہم السلام انبیاءؑ ہونے کے باوجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شفیع نہیں مانتے ہیں؟ اگر مانتے ہیں تو پھر بات کو ایک سے دوسرے صاحب بر مال کر لوگوں کو خامخواہ و در پر کیوں بھیجتے ہیں اور براۓ راست حضورؐ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہونے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟

سوال نمبر ۵۲:- البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۲ ص ۲۰۵ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرات علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، اور حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا ”ہماری اس سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے گا اور اس سے صلح ہے جو ان سے صلح رکھے گا“

جواب دیجئے کیا اُمت کیلئے اتباع کا یہ تقاضا ہے کہ نہیں کہ جن سے حضورؐ کی لڑائی ہو ان سے لڑائی رکھیں اور جن سے صلح ہو ان سے صلح؟ سوال نمبر ۵۳:- اگر سچی اتباع ایسی ہی ہے تو پھر جنہوں نے پنجتن پاک سے لڑائی کی وہ رسولؐ کے دوست کیوں کر ہوئے؟

سوال نمبر ۵۴:- ترمذی شریف جلد نمبر ۲ ص ۴۱، ۴۲ میں ہے کہ حضورؐ سب سے زیادہ محبت علیؑ و فاطمہؑ سے رکھتے تھے فرمائیے اگر آپ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر مردوں میں سب سے زیادہ

حضرت علیؑ سے اور عورتوں میں سب سے زیادہ جناب سیدہ سے محبت کیوں نہیں رکھتے؟

سوال نمبر ۵۵:- سورۃ احزاب میں ہے کہ ”ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا“ یعنی بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کو اللہ کی لعنت ہے ان پر دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کیلئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فرمائیے جو شخص رسولؐ کو ایذا دے آپ دنیا میں اس پر لعنت کرے قرآن مجید کی منقولہ آیت پر عمل کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۵۶:- صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ نیز ارشاد رسولؐ ہے کہ جس نے فاطمہؑ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور مستدرک میں حدیث رسولؐ ہے کہ فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہونے سے خدا راضی ہو جاتا ہے۔

فرمائیے جب امت نے سیدہ طاہرہؑ کو ناراض کیا تو حضورؐ اور خدا غضبناک ہوتے کہ نہیں؟

سوال نمبر ۵۷:- بتائیے جب امت بی بی پاکؑ کے والد مقدسؑ کا جنازہ بلا دفن چھوڑ کر چلی گئی تو سیدہ خوش ہوئی ہوں گی یا ناراض؟

سوال نمبر ۵۸:- جب امت کے نمایاں افراد نے خانہ بتولؑ کو تذرآنش کرنے کا قصد کیا تو بی بی پاکؑ راضی ہوئیں یا ناراض؟

(ملاحظہ کیجئے تاریخ الامم والملوک جلد نمبر ۳ ص ۱۹۸ علامہ طبری)

سوال نمبر ۵۹:- جب رسولؐ اللہ کی محبوب ترین دخترؑ کا مطالبہ فدا کر دیا گیا تو آپ رنجیدہ ہوئیں یا خوش؟

سوال نمبر ۶۰:- جس جس نے علیؑ سے لڑائی لڑی کیا وہ فرمان رسولؐ کے مطابق

آنحضرت سے لڑا کہ نہیں؟

سوال نمبر ۴۱:- جس نے حسن کو زہر دیا رسولؐ کو اذیت پہنچائی کہ نہیں؟

سوال نمبر ۴۲:- جو جو حسینؑ سے لڑا وہ رسولؐ سے لڑا کہ نہیں؟

سوال نمبر ۴۳:- پھر ان سب مودویوں پر لعنت نہ کرنا خدا سے مقابلہ ہوگا کہ نہیں؟

الضاف سے جواب دیں؟

سوال نمبر ۴۴:- اصحاب میں سے علیؑ کے علاوہ کوئی صاحبِ تباہی جس کے بارے میں ارشادِ رسولؐ ہو کہ ”ہمیں محبت رکھنا اس سے مگر مومن اور نہیں بغض رکھنا اس سے مگر منافق“ مکمل حوالہ درکار ہے۔

سوال نمبر ۴۵:- ”اے علیؑ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے، کسی بھی غیر کیلئے ایسا قرآنِ رسولؐ پیش کیجئے؟

سوال نمبر ۴۶:- مشکوٰۃ جلد نمبر ۲ ص ۴۴ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اے

اللہ میں ان دونوں (حسن و حسینؑ) سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان

سے محبت کر جو ان سے محبت کرتے ہیں، کیا حضورؐ کی یہ دعا قبول ہوئی؟

سوال نمبر ۴۷:- اگر دعا قبول ہوئی تو پھر اللہ شیعوں سے کیوں محبت نہیں کرتا ہے؟

سوال نمبر ۴۸:- جب اللہ شیعوں سے محبت کرتا ہے تو شیعوں کے

دشمنوں سے عداوت رکھتا ہے یا محبت؟

سوال نمبر ۴۹:- کیا جو لوگ حسینؑ کو باغی اور مفسد کہتے ہیں وہ حسینؑ

سے محبت رکھتے ہیں؟

سوال نمبر ۵۰:- ما ثبت بالسنتہ ص ۲۱۹ بحوالہ ابنِ عساکر بنی عائشہ

سے مروی ہے کہ ”حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاتل و ملعونِ یزید کو

برکت نہ دے اس نے میرے پیارے بیٹے حسینؑ کے ساتھ بغاوت

کی اور انہیں شہید کیا“ جب آپ کی صدیقہ کی روایت آپ کے ہاں

۱۴۳

مرفوم ہے تو پھر یزید کی صفائی بیٹنگونی رسولؐ کی موجودگی میں کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۱۱ :- جب خود آنحضرتؐ نے یزید کو قاتل اور ملعون قرار دیا ہے پھر آپ اسے کس طرح قتل کے الزام سے بری اور لعنت سے خارج ثابت کر کے رسولؐ کے قول کی مخالفت کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۲ :- اگر حدیث ”مغفور لھم“ بغیر یزیدؓ کے نام کے اس کے بخشتے ہوئے ہونے کی دلیل بنائی جاسکتی ہے تو یہ حدیث جس میں صاف یزیدؓ کا نام قاتل و ملعون کی حیثیت سے وارد ہوا اس کے دوزخی اور ملعون ہونے کی دلیل کیوں نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۳ :- جب رسول اللہؐ نے یزیدؓ کو باغی قرار دیا ہے تو پھر آپ اُسے خلیفہ برحق کس طرح کہہ سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۴ :- ”کتاب اللہ جبل ممدود من السماء الی الارض واعترتی اہل البیت ولن یتغیر فاحق یرد علی الخوض“ مشکوٰۃ مترجم ص ۵۵ جلد نمبر ۱ اس عبارت کا ترجمہ کیجئے اور بتائیے کہ کیا یہی بھی عزت ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۱۵ :- اگر زوجہ عورت میں داخل ہے تو آیت تطہیر میں بھی ازواج کو داخل سمجھئے اگر نہیں تو پھر شیعوں پر خوا مخواہ کیوں برستے ہیں کہ وہ ازواج کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۶ :- جب حسینؑ قرآن کے ساتھ تھے اور یزیدی بھی قرآن پڑھنے والے تھے بتائیے حسینؑ کے قرآن اور یزیدیوں کے قرآن میں کیا فرق تھا؟

سوال نمبر ۱۷ :- ”وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یُذِیْدُ الظَّالِمِیْنَ الْاُخْسَارًا“ اور ہم قرآن میں جو نازل فرماتے ہیں وہ شفا ہے رحمت ہے مؤمنین کیلئے (یزیدی) ظالموں کا تو نقصان ہی

۱۴۴

نقصان ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل ۸۲)

جواب دیجئے اس آیت میں خداوند کریم نے مومنین کے مقابلے میں کفار کا ذکر کرنے کی بجائے ظالمین کا ذکر ”یوزید“ کے ساتھ کیوں کیا ہے؟
سوال ۸۱۔ ”خساراً“ کیوں کہا گیا ہے؟ اور والعصران الانسان لغی خسره کیا مراد ہے؟

سوال ۸۰۔ کیا معرکہ کربلا حق و باطل کا معیار ہے کہ نہیں؟
سوال ۷۸۔ اگر یہ لڑائی محض اقتدار کی خاطر تھی صرف حصول تخت کی حرص میں دُعا ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حیاتِ طیبہ میں شہادتِ حسینؑ کی مطلوبیت کی پیشگوئیاں کیوں کیں؟

سوال ۷۷۔ خاکِ کربلا میں آج بھی یہ تاثر ہے کہ روزِ عاشورہ اس میں نونِ گردش کرتا ہے کیا یہ قدرتی نشانی اہل ایمان کیلئے فیصلہ کا نشان حکم نہیں ہے؟
سوال ۷۶۔ کیا آئمہ اہل بیت میں سے کسی امامؑ نے امام حسینؑ علیہ السلام کی اس قربانی عظیم کو اجتہادی غلطی تصور کیا؟ اگر کیا تو حوالہ مکمل پیش کریں؟

سوال ۷۵۔ اگر آپؐ کے چند معتمد دوست آپ کی وفات کے بعد آپ کے خاندان کی ساری جائیداد و ٹرپ کر لیں، آپ کے بیٹوں کو قتل کر دیں اور بیٹیوں کو اذیت پہنچائیں عزیزِ نیک جس جس فرد سے آپ نے محبت کی اور وہ لوگ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے اُن سے محبت رکھنے کا وعدہ کرتے رہے۔ اُن میں سے ایک ایک محبوب کو ناراض کر دیں اور نشانہ ستم بنائیں تو انصاف سے بتائیے وہ رفیق و فداوار ہو گئے یا بے وفا؟

سوال ۷۴۔ اگر وہ بے وفا ہو گئے تو انکی بے وفائی قابلِ مذمت ہوگی یا قابلِ تعریف؟

سوال ۷۳۔ رجبِ اسلام میں معیارِ فضیلت تقویٰ ہے۔ اور رشتہ داری کوئی معیار نہیں تو صرف صحابیت معیار کیسے ہوا؟

سوال ۷۲۔ آپ کے ہاں ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ حضورؐ نے سیدہ فاطمہؑ جیسی چہیتی صاحبزادی کو فرمایا کہ ”اے فاطمہ! یہ مت سمجھنا کہ تم میری بیٹی ہو، بلکہ

۱۲۵

تم اپنے اعمال کی ذمہ دار ہوگی تو بتائیے پھر کس مفروضہ پر آپ تمام اصحاب رسولؐ کو مغفور اور جنتی کہتے ہیں؟

سوال ۸۷:- اگر صحابیت کا شرف ہر کسی کے لئے بغیر تقویٰ کے باعث نجات ہے۔ تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کتاب الفتن اور کتاب الحوض میں اصحاب رسولؐ کا دوزخ کی طرف جانا اور حضورؐ کا تعجب فرما کر روکنے کیوں مرقوم ہے؟

سوال ۸۸:- آپ کے مذہب میں اجماع اور قیاس کو اہم مقام حاصل ہے مہربانی کر کے وضاحت کیجئے کہ ہدایت وحی کے بعد اس کی ضرورت آپ کے مذہب میں کیوں پیش آگئی؟

سوال ۸۹:- اگر قیاس اور اجماع اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں کہ آپ ان کو کس شریعت سمجھتے ہیں تو بتائیے قرآن مجید میں ایسا حکم کس آیت میں موجود ہے۔ مکمل حوالہ دے کر صرف ترجمہ لکھ دیجئے اور کلام وحی میں اپنی رائے مت ملائیے۔؟

سوال ۹۰:- جب کسی چیز کو بنانا مقصود ہوتا ہے تو اولاً اس کا نقشہ یا سانچہ وغیرہ تیار کیا جاتا ہے اور اگر نقشہ یا سانچہ ناقص ہو تو مطلوبہ چیز بھی ناقص بنے گی۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

سوال ۹۱:- اگر آپ اس بات سے متفق ہیں تو بتائیے جب خدا مخلوق کو اپنے پسندیدہ بنزے بنانا چاہتا ہے تو اس نے جو اپنے نمونہ ہائے ہدایت سمجھے وہ بعینہ ایسے ہی تھے کہ جس طرح اللہ چاہتا ہے یا کہ ان میں کوئی عیب و نقص تھا؟

سوال ۹۲:- اگر خدا نے خود ہی ہدایت کے سانچے (جن کے قالب میں معاشرہ کو ڈھلایا) غیر معیاری بھیجے تو کیا خاکم بد مذہب یہ صالح حکیم مطلق کی غلطی ہوئی یا نہیں؟

سوال ۹۳:- اگر غلطی ہوئی تو وہ ذات باری خدا نہ رہی اور اگر سانچے صحیح بمطابق منشاء بھیجے تو آپ خدا کے مقرر کردہ ہدایات برحق کو تمام نقائص و عیوب سے مُبرا کیوں نہیں مانتے؟ کیوں کہتے ہیں نبی سے گناہ ممکن ہے؟

سوال ۹۴:- کیا اجماع قیاس یا رائے شہاری وغیرہ سے کسی شخص کو نبی بنایا جاسکتا ہے؟

سوال ۱۰۵۔ آپ کے نزدیک گریہ و بکا منافیِ صبر ہے جبکہ یعقوب علیہ السلام کی

آنکھیں فراق یوسفؑ کے حزن و ملال میں سفید ہو گئیں اس کے باوجود ان کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے یعقوبؑ نے صبر جمیل کیا۔ فرمائیے گریہ زاری عین صبر کیوں قرار دی گئی؟

سوال ۱۰۶۔ آپ کے ہاں کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے بی بی زلیخا کی جانب قصد کیا لہذا گنہگار ہوئے (معاذ اللہ) کیا وقوع فعل سے قبل کسی کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے؟

نیز یہ کہ اسکا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے وہ قصد بجانب عصیان تھا یا بغرض حفاظت؟ سوال ۱۰۷۔ آپ یہ گناہ کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضرت ایوب علیہ السلام کو جو امراض ہوئے ان کے گناہوں کی سزا کا نتیجہ تھے وہ چند گناہ بتا دیجئے جو معاذ اللہ ایوب علیہ السلام نے کئے؟

سوال ۱۰۸۔ بخاری شریف جلد ۲ پ ۱۳۹ حدیث ۶۹۹ میں ہے حضرت موسیٰؑ نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی بتائیے فرشتے نے کیا خطا کی تھی؟

سوال ۱۰۹۔ آپ کے مذہب کے مطابق تمام اولاد لعنم انبیاء گناہ گار ہیں جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۲ پ ۱۹ ص ۲۲۶ حدیث ۱۹۲۲ سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء روز قیامت اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ جب نبی گناہ گار ہوئے تو وہ امت کو گناہوں سے بچنے کی تبلیغ کیوں کرتے رہے؟ یہ مسئلہ وضاحت سے بیان کر دیجئے؟

سوال ۱۱۰۔ صحیح بخاری جلد اول پ ۳۱ حدیث ۲۸۱ ہے کہ ایک نبی نے چوٹیوں کا گھر جلا دیا۔ فرمائیے کیوں؟

سوال ۱۱۱۔ جب ہم آپ کے مذہب کے مطابق خدا کے مقرر کردہ معصوم ہادیوں کا کردار پڑھتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خدا نے ایسے افراد کو ہدایت دینے پر فائز کیا جو اس مثل کے مصداق ہیں کہ ”اور وہ کو نصیحت خود میاں نصیحت“ کیا عقیدہ معقول ہے کہ خدا کو اس قدر عاجز سمجھ لیا جائے کہ وہ اپنے نبی و

۱۴۸

رسولؐ کو کامل نمونہ بھیجنے کی بجائے ناقص رکھے؟

سوال ۱۱۲۔ دیگر انبیاء علیہم السلام تو رہے ایک طرف، آپؐ کے مذہب کے مطابق خود سرور کائنات بھی معصوم نہ تھے۔ کیا حضورؐ کو گناہ نگار تسلیم کرنا آپؐ کے نزدیک درست ہے؟

سوال ۱۱۳۔ مذہبِ شیعہ کے مطابق معاذ اللہ آنحضرتؐ اپنی ازواج سے بے انصافی کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری پ ۱۲۷ حدیث ۲۸۵۵ و ۲۸۵۶ ص ۲۱۱ جلد اول پر مرقوم عبارات سے ثابت ہے عمل رسولؐ سنت ہے اب بتائیے اہل سنت کے نزدیک بیویوں سے ناانصافی سنت ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۱۴۔ عرفِ توریت و انجیل میں انبیاء کے بارے میں توہین آمیز واقعات ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایسی توہین کسی اور مذہبی کتاب میں موجود نہیں جیسی حضورؐ کے بارے میں آپؐ کی کتب صحاح میں درج ہے کیا ایسی کتاب واجبِ تعظیم ہو سکتی ہے جس میں شانِ رسولؐ مقبول میں گستاخیاں موجود ہوں؟

سوال ۱۱۵۔ آپؐ کی صحیح بخاری پ ۳۷۴ حدیث ۳۰۳۰ اور ص ۳۰۴ میں حضورؐ پر الزام ہے کہ نعوذ باللہ آپؐ دورانِ حیض مباشرت کرتے تھے کیا یہ توہین رسولؐ ہے یا تعظیم رسولؐ؟

سوال ۱۱۶۔ بخاری شریف کی حدیث ۲۴۷۴ (پ ص ۲۴۷) ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ حالتِ احرام میں خوشبوں لگاتے اور ازواج کا دورہ فرماتے تھے کیا یہ بے حرمتی نہیں ہے؟ جب کہ یہ فعل خلافِ قرآن مجید ہے۔

سوال ۱۱۷۔ بخاری شریف پ ۳۷۵ حدیث ۲۹۹۱، ص ۳۰۴ کے مطابق رسولؐ حالتِ حیض میں ازواج سے سر میں لگھی لگواتے تھے کیا یہ گستاخی نہیں ہے؟

سوال ۱۱۸۔ بخاری کی حدیث ۴۱۵۷ اور ص ۵۱۳ ہے کہ کسی کے پیر پر حضورؐ سجدہ فرماتے تھے کیا یہ جائز ہے؟

سوال ۱۱۹۔ صحیح بخاری حدیث ۴۱۷۷، ص ۵۱۷، ۵۵۸ اور صحیح مسلم جلد ۱

۱۴۹

۸۱ حدیث ۴۶۶ کے مطابق ایک بی بی مانندِ جنازہ حضرت کے سامنے پڑی رہتی تھیں اور حضورؐ نماز ادا کرتے تھے کیا ایسی نماز درست ہوگی؟

سوال ۱۲۰:- صحیح مسلم حصہ اول ص ۵۸، ۵۸۷ حدیث نمبر ۲۹۹ ہے کہ ایک صحابی نے حضورؐ سے غسل کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا آپؐ نے جواب میں بی بی عائشہ کے ساتھ خلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھایا۔ کیا ایسی نازیبا حرکت نبی خلق عظیم سے متوقع ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں تو آپ کے امام نے اسے صحیح تسلیم کر کے کیوں جمع کر لیا؟

سوال ۱۲۱:- صحیح بخاری ص ۲۳۱ حدیث ۳۱ کے مطابق رسول پاک کو معاذ اللہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کی پرواہ نہ تھی وجہ بتائیے؟

سوال ۱۲۲:- آپ کے مذہب میں کردار رسولؐ اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نہ صرف عام دنیوی زندگی میں گناہ گار نظر آتے ہیں بلکہ دینی امور میں بھی معتبر نہ تھے کیا ایسے عقیدہ کے بل بوتے پر آپ اپنے مذہب کو متنی کہنے کا حق رکھتے ہیں جس میں خود شارع علیہ السلام ہی معاذ اللہ یا کفر نہ ہوں؟

سوال ۱۲۳:- آپ کے کشمیس العلما، فیلسفی، نغانی کے مطابق رسولؐ کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جس میں ایک حصہ نبوی حیثیت کا حامل ہے اور دوسرا غیر نبوی، اونچی اب آپ بتائیے کہ ہم کون سی ایسی کسوٹی استعمال کریں کہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ فعل رسولؐ بحیثیت نبیؐ ہے اور نہ بحیثیت غیر نبیؐ؟

سوال ۱۲۴:- از روئے قرآن مجید اطاعت رسولؐ ہی دراصل اطاعتِ خدا ہے۔ یعنی مومن و مسلم کے لئے حضورؐ کی اتباع مکی خدا نے واجب قرار دی ہے اور کسی بھی امر کو خارج نہیں کیا۔ اگر شبلی صاحب کی توضیح مان لی جائے اور رسولؐ کی زندگی کو ان کی رائے کے مطابق تقسیم کر دیا جائے تو فرمائیے جس کام میں آپ آنحضرتؐ کو واجب الاطاعت نہ سمجھیں اس وقت اطاعت سے روگردانی ہو

گی یا نہیں ہوگی؟

سوال ۱۲۵۔ جب آپ کسی ایک بھی فعل و قول رسولؐ کی مخالفت کریں گے تو کیا یہ انکارِ نبوت نہیں ہوگا؟

سوال ۱۲۶۔ مثلاً آنحضرتؐ نے دو ہر دو بجے نماز پڑھائی چونکہ یہ دینی امر ہے۔ لہذا آپ کے نزدیک اس وقت تو رسولؐ نبیؐ ہوئے لیکن بعد از نماز حضورؐ نے آرام فرمایا یا انتظام طعام فرمایا اب یہ افعال آپ کے بقول غیر نبویؐ ہیں تو اس کا کھلا مطلب ہوا؟ کہ آپ نے نبوتؐ ہی سے انکار کر دیا جب کہ ایک لمحہ کے لئے ایسا سوچنا کہ حضورؐ اس وقت بحیثیت نبیؐ نہیں کفر عظیم و کبیر ہے کیا ایسے اعتقادات جن سے خبیث نبویؐ ہی مضر ہو جائے دانشمندانہ ہونگے؟

سوال ۱۲۷۔ مولوی شبلی اور ان کے ہمناؤں نے کم از کم اتنی احتیاط کر لی کہ دینی امور میں عصمت رسولؐ کو تسلیم کیا لیکن آپ کے مذہب کے مطابق دینی امور میں بھی آنحضرتؐ معصوم نہیں بلکہ خطا کار، معلوم ہوا کہ سنی مذہب کا رسولؐ خطا کی گناہ گار ہے حالانکہ حضورؐ کو کفار تک نے صادق و امین تسلیم کیا ہے؟ بتائیے عقل آپ کے مذہب کو اختیار کرنے کی رائے کس بنیاد پر قائم کرے گی؟

سوال ۱۲۸۔ فرمائیے آپ کے خیال میں حضورؐ سہواً گناہ کرتے تھے یا قصداً؟

سوال ۱۲۹۔ جب نبیان رسولؐ خصوصاً وحی کے معاملہ میں تسلیم کر لیا جائے تو امکان ہو گا کہ فلاں حکم جو ضروری سمجھا بھول گیا ہو اور کوئی غیر ضروری بات بھولے سے داخل کتاب ہو جائے تو ایسے شک کی صورت میں دعویٰ کتاب ”لا مرید فیہ“ کیونکر درست ہوگا؟ حالانکہ آپ کے مذہب کے مطابق معاذ اللہ خود رسولؐ قرآن بھول جاتے تھے؟

سوال ۱۳۰۔ اصحاب کو آپ کے مذہب میں اتنے چار چاند لٹکائے جاتے ہیں کہ توہین رسولؐ کی قیمت پر بھی آپ ایک نام صحابی کی شان میں غلو کر جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے رسولؐ کی حیثیت تو اوپر دریافت کی ہے لیکن آپ کے ہاں حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں محض آنحضرتؐ کے نیچے چادر بچھا کر اوڑھنے سے ان کا حافظہ (بقول

خود ابو ہریرہؓ اتنا تیز ہو گیا تھا کہ وہ کوئی بات نہ بھول سکے (تاریخ ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۰۵) پھر رسول کریمؐ خود کس طرح کمزور حافظ ہو سکتے ہیں کہ وحی بھی بھول جاتی تھی؟

سوال ۱۳۱۔ قرآن مجید میں یہ واضح بات موجود ہے کہ شیطان کا قابو اللہ کے خاص بندوں پر نہ ہو سکے گا لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور پر شیطان نے (معاذ اللہ) قابو پایا ملا حفظ کیجئے بخاری ۱۲۳۵ حدیث ۳۵۵ اور مسلم جلد اول ص ۲۸۸ حدیث ۸۴۲ فرمائیے کیا حضور اکرمؐ خدا کے برگزیدہ بندوں میں نہیں ہیں؟

سوال ۱۳۲۔ بخاری شریف جلد ۳ پ ۲۹ ص ۱۹۵ حدیث ۲۲۱۹ ہے رسول اکرمؐ نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھادیں جب آپؐ کے عقیدے میں دینی امور میں رسولؐ معصوم ہیں تو کیا آپؐ کی نظر میں نماز دینی امر نہیں ہے؟

سوال ۱۳۳۔ صحیح بخاری جلد ۲ پ ۲۹ ص ۱۹۴ حدیث ۲۲۲۲ ہے کہ رسول کریمؐ نے پہار رکعت نماز کی بجائے دو رکعت پڑھائیں فرمائیے بھولنے سے یا قصداً؟

سوال ۱۳۴۔ آپؐ کی کتاب خطیب بغداد جلد ۱ ص ۱۷۷ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی اور جناب موسیٰؑ نے حضرت ایوا بشر سے کہا آپ ہی وہ آدمؑ ہیں جنہوں نے ہمیں جنت سے نکالا؟ مہربانی کر کے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے کسی اور طریقہ سے ہمیں بتا دیں کہ یہ ملاقات کس مقام پر ہوئی؟

سوال ۱۳۵۔ ”ان النبی کان مسحوداً“ یعنی پیغمبر خدا سحر زدہ تھے یہ الفاظ امام مسلم نے اپنی صحیح کی دوسری جلد میں ہشام بن عروہ سے نقل کئے ہیں کیا آپؐ رسول کو سحر زدہ مانتے ہیں؟

سوال ۱۳۶۔ حوالہ مذکور بالا ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کو خیال آتا کہ وہ کوئی کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ کام نہیں کرتے ہوتے۔ تب ایسے ایسی کیفیت نبی کے لئے جائز ہے؟

سوال ۱۳۷۔ ترمذی شریف کی حدیث ۱۰۷۱ میں ہے کہ آنحضرتؐ غسل فرمانے

کے بعد بی بی عائشہ سے لپٹ کر گرم ہوتے تھے یہ حدیث لکھنے کا کیا مقصد ہے؟
سوال ۱۳۸: رسولؐ کو اذیت پہنچانا خدا کو اذیت دینا ہے لیکن صحیح بخاری جلد ۳
پا ۲ حدیث ۲۴۳ اور ۶۲۴ ہے کہ بی بی عائشہ رسولؐ کو اذیت دینے میں کوتاہ
رہیں۔ بی بی کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟

سوال ۱۳۹: صحیح مسلم ص ۵۲ حدیث ۲۵۷ ہے کہ حضورؐ گلاس کی اسی جگہ سے پانی
پیتے تھے جہاں سے ایک بی بی نوش فرماتی تھیں۔ اس حدیث کو نقل کرنے
کا کیا حواظ ہے؟

سوال ۱۴۰: صحیح بخاری جلد سوم پا ۲ حدیث ۲۲۱ ہے کہ ام المومنین زینب اور
ام المومنین عائشہ کا بھگڑا رسولؐ کے سامنے ہوتا تھا حالانکہ حضورؐ کے سامنے
اونچا بولنے کی ممانعت ہے اس حدیث سے آپ کیا نتیجہ نکالتے ہیں؟
سوال ۱۴۱: لہو لوب یعنی ناسخ گانا وغیرہ دیکھنا منع ہے۔ لیکن آپ کی بخاری شریف
جلد ۳ پا ۲ حدیث ۲۳۳ ہے کہ حضورؐ بی بی عائشہ کو پشت پر بٹھا کر حبشیوں
کا سناگ (ناسخ گانا) دیکھا کرتے تھے اب بتائیے امت کو روکنے والا رسولؐ
اگر ایسے کام میں مشغول ہوگا تو ممانعت کیا معنی رکھے گی؟

سوال ۱۴۲: السراجۃ المہدیہ ترجمہ مشکوٰۃ جلد اول ص ۴۷ میں ہے کہ حضرت
عائشہ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ صحت روزہ میں اُن کا منہ چومنے اور زبان چومنے
تھے اب فرمائیے کیا ایسی روایات کی موجودگی میں آپ کا مذہب پاکیزہ سمجھا
جاسکتا ہے؟

سوال ۱۴۳: سنن ابوداؤد اور مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۴۴ میں ہے کہ
عائشہ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ ایک دسترخوان پر میرے ساتھ کھانا کھاتے میری
چوسی ہوئی بڑی چوستے اور پیاتے میں اسی جگہ منہ لگاتے جہاں میں منہ لگا
چکی ہوتی حالانکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی اب فرمائیے ایسی باتوں کا بیان
اخلاقی مضابطہ کے مطابق ہے یا خلاف؟

سوال ۱۱۴۲- آپ کے ہاں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں سامنے قبلہ کی طرف لیٹی رہتی تھی اور حضورؐ اس طرح میری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میرے پیران کے سیدے کی طرف ہوتے تھے جب وہ مسجدہ کی طرف جانے لگتے تو میرے پیران کو گدگداتے اور میں پیر سمیٹ لیتی پھر وہ مسجد سے سبراٹھاتے میں اپنے پیر بھیلادیتی تھی اور اسی طرح نمازیں ہوتی رہتی تھیں۔ ملاحظہ فرمائیں بخاری جلد ۱ باب التطوع، نصر الباری ترجمہ بخاری جلد ۱ ص ۱۵۴، مدارج النبوة جلد ۲ ص ۴۰۱، تجرید بخاری مترجم طبع لاہور ص ۱۰۹۔ اب فرمائیے کیا آپ بھی ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں؟

سوال ۱۱۴۵- المعلم ترجمہ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۸ مطبوعہ لاہور میں ہے کہ بی بی عائشہ آنحضرتؐ کے کپڑے سے منی کھرتی ڈالتی تھیں اور پھر آپؐ اُسے زیب تن فرما کر نماز پڑھتے تھے؟ کیا اس طرح نماز پڑھنا درست ہے؟

سوال ۱۱۴۶- ترجمہ مسلم شریف المعلم ص ۲۹ میں ہے کہ ایک دن ایوسلمہ نے بی بی عائشہ سے غسل کا طریقہ دریافت کیا۔ بی بی صاحبہ نے ایک باریک سا پردہ ڈال کر خود غسل کر کے سائل کو دکھا دیا کہ غسل ایسے کیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا بی بی صاحبہ کے علاوہ سائل کو کوئی مرد عالم نہ مل سکا کہ اس سے ایسا مسئلہ پوچھ لیتا؟

سوال ۱۱۴۷- اگر تمام مردوں سے بی بی عائشہ ہی زیادہ زیرک و عالم معلوم ہوتی تھیں تو کیا بی بی صاحبہ زبان سے طریقہ غسل بیان نہیں کر سکتی تھیں یا کسی عورت کے سامنے غسل کر کے اس عورت کی وساطت سے وضاحت مسئلہ نہیں ہو سکتی تھی؟

سوال ۱۱۴۸- صحیح بخاری باب مناقب عائشہ جلد ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ مصر، مدارج النبوة جلد ۲ ص ۴۰۱ میں ہے کہ جب حضورؐ بی بی عائشہ کے لحاف میں سوتے تھے تب وحی نازل ہوتی تھی فرمائیے باقی ازواج سے روح الامین کو کیا عداوت تھی؟

سوال ۱۱۳۹۔ آپ کے مذہب میں پیغمبر خدا رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار اس قدر توہین آمیز ہے کہ محمد شاہ رنگیلا کا کردار بھی شرمناک ہے جیسا کہ آپ کے ہاں ام المؤمنین حضرت عائشہ ہی سے مروی ہے کہ آپ کہتی ہیں حالت حیض میں آنحضرت ﷺ لڑت حاصل کرتے اور کبھی باوجود اعتکاف کے مسجد سے سر نکال کر میری گود میں رکھ دیتے اور تلاوت کلام پاک کرتے تھے اور اسی حیض کی حالت میں ان کا سر میں دھونی اپنا بھڑپانی ان کو دیتی وہ اُسی جگہ سے منہ لگا کر پیتے تھے جہاں سے میں نے منہ لگا کر پیا تھا میں منہ سے ہڈی چوس کر ان کو دیتی وہ اسی مقام سے چوستے جہاں سے میں نے منہ لگا کر چوسا تھا۔ آنحضرت ﷺ میرے ساتھ ایک برتن میں نہاتے تھے اور میرے ساتھ ایک چادر میں نماز پڑھتے تھے؟ ملاحظہ فرمائیے!

المسراجۃ المہدیۃ ترجمہ مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۶۶، ص ۱۶۷، المعلم ترجمہ مسلم جلد ۱ ص ۴۷۴، ص ۴۷۵، بخاری جلد اول کتاب الحيض، وارض النبوة جلد ۲ ص ۶۰۱، تجرید بخاری ص ۹ وغیرہ اب جواب دیجئے جس مذہب میں کردار رسول الیسا پیش کیا جائے گا وہ عقلاً قابل قبول ہوگا

سوال ۱۵۰۔ کیا یہ التفات کسی اور زور کے لئے بھی تھے؟ تفصیل سے آگاہ کریں؟
سوال ۱۵۱۔ جواب دیجئے رسول مقبولؐ نے رحلت سے قبل اپنا خلیفہ اور وصی کسی کو مقرر کیا یا نہیں؟

سوال ۱۵۲۔ اگر کیا تو کسے؟ اور اگر نہیں کیا تو غلطی کی یا ٹھیک کیا؟
سوال ۱۵۳۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت ابو بکر کے لئے جو کچھ ہوا وہ اچھا ہوا یا بُرا؟ اگر اچھا ہوا تو رسولؐ نے ایک اچھا فی کو قصداً ترک کر دیا اور اگر بُرا ہوا تو خلافت شریعت ہوا؟ اچھا ہوا یا بُرا کیا ہوا؟

سوال ۱۵۴۔ رفیع الحجاجہ ترجمہ ابن ماجہ جلد ۲ ص ۲۹۰ میں ہے کہ نبی عاشرؐ نے کہا دس آیتیں جن میں رحم اور بڑے آدمی کو دودھ پلانے کا ذکر تھا نازل ہوئیں یقیناً اور میرے تکیہ کے نیچے رکھی ہوئی تھیں حضورؐ کے انتقال کے بعد

اتہیں بکری کھا گئی فرمے وہ آیات کون سی تھیں۔ کیا اس وقت قرآن مجید میں موجود ہیں؟

سوال ۱۵۵۔ آپ کے بقول آنحضرت کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بمطابق قرآن گہوارہ ہی میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا اب عیسائیوں کا اعتراض ہے کہ ان کا نبی پیدا نشی نبی ہے اور عسائی مسلمانوں کا رسول معاذ اللہ چالیس برس تک عام آدمی تھا لہذا حضرت عیسیٰ افضل ہیں۔ آپ اپنے عقیدے کی روشنی میں اس کا کیا جواب دیں گے؟

سوال ۱۵۶۔ آپ کی صحاح میں ہے کہ خبرائیلؑ نے حضرتؐ کا آپریشن کیا اور دجی سکھائی جب کہ پہلے کسی نبیؐ کے لئے ایسے آپریشن کی ضرورت پیش نہ آئی جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ نے تین دن کی عمر میں فرمایا میں صاحب کتاب رسولؐ ہوں خدا کے لئے آنحضرتؐ کے معاملہ میں مہینہ چہر بھڑا کیوں ضروری ہوئی؟

سوال ۱۵۷۔ فرمان رسول یہ ہے کہ میں اسوقت نبیؐ تھا جب آدمؑ کا وجود بھی نہ بنا تھا لیکن آپ کے مطابق وہ چالیس برس کی عمر میں نبیؐ ہوئے بتائیے دونوں میں کون سی بات مافی جائے؟

سوال ۱۵۸۔ آپ کے امام بخاری اور مسلم کے مطابق والدین رسولؐ معاذ اللہ کافر تھے اور نعوذ باللہ تا قابل مغفرت بھی تھے۔ اس مضمون کی کئی احادیث صحیحین میں ہیں اب جواب دیجئے جو رسولؐ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کر سکے گا اسے آپ کس منہ سے ”شفیع المذنبین“ کہہ سکتے ہیں؟

سوال ۱۵۹۔ آپ کے عقیدے کے مطابق معاذ اللہ جناب عبدالمطلب بھی مشرک تھے تو فرمائیے خدا نے لشکرِ ابرہہؓ کے خلاف آنجناب کی مدد کیوں کی حالانکہ خدا کا قتر و مشرک کی مدد نہیں کرتا ہے؟

سوال ۱۶۰۔ تاریخ النجیس مؤلفہ علامہ حسین دیار بکری ص ۳۳، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۴۲، مدارج النبوة جلد ۲ ص ۶۹ میں روایت درج ہے کہ سید الانبیاء

حضرت ابوطالبؑ کے جہانہ پر تشریف لائے اور فرمایا اے میرے چچا تو نے حق صلہ رحمی پورا کر دیا اور میرے حق میں کوئی تقصیر تو نے نہیں کی اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا کرے اگر نعوذ باللہ ابوطالب صاحب ایمان نہ تھے تو حضورؐ نے ان کے لئے دعائے خیر کیوں فرمائی؟

سوال ۱۱۹۱۔ آپ کے امام بخاری کے عقیدے کے مطابق آنحضرتؐ کے ماں یا باپ اووچھا جہنمی ہیں لیکن علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۲۱۶ میں لکھا ہے کہ ”حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ہم اپنے باپ کی، ماں کی اور چچا کی شفاعت فرمائیں گے جواب دیجئے بخاری اور سیوطی میں سے سچا کون ہے؟“

سوال ۱۱۹۲۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت ابوطالب نے خدیجہؓ اور رسولؐ مقبول کا خطبہ نکاح پڑھا۔ وہ خطبہ نقل کر دیجئے اور ان الفاظ سے (کفر ابی طالب یا ایمان ابی طالب) کے فیصلے سے آگاہ فرمائیے؟

سوال ۱۱۹۳۔ طبقات ابن سعد اور اصابع میں ہے کہ حضرت ابوطالبؓ اور سرکارِ دو عالمؐ دونوں ایک سفر میں تھے کہ آپؐ کے چچا کو پیاس محسوس ہوئی۔ آنحضرتؐ نے زمین پر ایڑھی لگائی اور چشمہ بھوٹ پڑا آپؐ کے چچا نے پانی پیایہ روایت خود ابوطالب سے بیان ہوئی ہے نیز خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۱۸۵ پر ہے کہ ایک مرتبہ ابوطالب بیمار ہوئے تو انہوں نے علیؑ سے فرمایا کہ جاؤ اپنے بھائی سے کہو میرے لئے اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کرے چنانچہ حضورؐ نے دعا فرمائی اور ابوطالب صحت یاب ہو گئے کیا صحرا میں پانی کا طلب کرنا اور رسولؐ سے شفا کیلئے دعا کی گزارش کرنا مقام حق الیقین نہیں ہے۔؟

سوال ۱۱۹۴۔ مدارج النبوة جلد ۲ ص ۵ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۰۱ میں ہے کہ جب حضرت ابوطالب علیہ السلام شعب ابوطالب سے خلاصی پا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو یوں دعا کی در اللھم

انصرونا علی من ظلمنا وقطع ارحمنا واستحل ما محرم علینا“ یعنی
اے اللہ! ظالموں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور قطع رحمی کو دور فرما
جو ہم پر حرام کر دیا گیا ہے اسے حلال فرما (یعنی جو یا بندیاں ظالموں نے
لگا رکھی ہیں وہ دور فرما) کیا کوئی منکر خدا ایسی دُعا مانگتا ہے؟

سوال ۱۶۵ء۔ اگر آپ کے نزدیک حضرت ابوطالب مشرک تھے تو اپنی کسی کتاب
سے صرف ایک ایسی روایت دکھا دیجئے جس میں درج ہو کہ حضرت ابوطالب
نے کبھی بت پرستی کی یا خدا کے علاوہ کسی غیر خدا کو اپنا معبود مانا؟

سوال ۱۶۶ء۔ کیا آپ اپنی ہی کتابوں سے کوئی ایک روایت ایسی دکھا سکتے ہیں۔
جو یہ ثابت کر دے کہ ”معتقدہ توحید“ کی مخالفت فلاں وقت ابوطالب نے کی؟
سوال ۱۶۷ء۔ اگر ابوطالب بت پرست تھے یا مشرک تھے تو ہمیں کسی ایک واقعہ کی
نشاندہی کروا دیجئے جہاں آنجناب نے بتوں یا غیر اللہ معبودوں کی حمایت
و تعریف کی ہو؟

سوال ۱۶۸ء۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے تین سال کے قریب کا عرصہ شعب
ابی طالب میں حضورؐ کے ساتھ گزارا کیا اس عرصہ میں آپ نے غیر خداؤں
کی عبادت کی؟

سوال ۱۶۹ء۔ رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ سے یہ بات نصی طور پر ثابت ہے کہ آپ
نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوگا گوشت تناول نہیں فرمایا دوسری طرف یہ
بات بھی مسلمہ ہے کہ آپؐ کی پرورش حضرت ابوطالب علیہ السلام کے زیر
سایہ ہوئی اور ہمیشہ آپؐ ہی کے دسترخوان پر حضورؐ نے کھانا تناول فرمایا اب
جواب دیجئے ہوگو گوشت دسترخوان ابوطالب پر پیش ہوتا تھا وہ حلال تھا یا حرام؟

سوال ۱۷۰ء۔ باوجود اس کے کہ آپؐ محبت رسولؐ کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب ہم
آپؐ کے مذہب کا بنظر غور مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ آپؐ کو رسولؐ
کی ہر محبوب چیز سے عداوت ہے خصوصاً خاندانِ رسولؐ سے تو میٹھا اور کرٹوا

میر ہے۔ غالباً یہ روایت اسی بغض کا نتیجہ ہے کہ اشارہ یہ خصائص کبریٰ از
 خلیل ہراس المدرس جامعہ از ہر جلد ۱ ص ۹۵ مطبوعہ مدیرہ منورہ میں یہ منقول
 ہے کہ ”بلکہ ان میں سے بعض مشرک تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے والد عبد اللہ اور ان کے آباؤ اجداد عبد المطلب سے لیکر اسماعیل بن ابراہیم
 تک سب کے سب مشرک تھے“ عربی عبارت اس طرح ہے ”بل منهم من
 فهو مشرک“ فابوہ عبد اللہ و اباؤہ من عبد المطلب ابو اسماعیل
 بن ابراہیم“ اس روایت کے مطابق معاذ اللہ آپ کے عقیدے کے مطابق
 حضرت فریح علیہ السلام بھی مشرک قرار پا جاتے ہیں کیا کسی معصوم نبی پر
 فتویٰ کفر و مشرک صادر کرنا آپ کے ہاں مکتوب ہے؟

سوال ۱۱۱- اگر معاذ اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام مشرک ہیں تو پھر عید
 قربان پر ان کے لئے قربانی کیوں کرتے ہیں؟

سوال ۱۱۲- عید الاضحیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں منائی جاتی ہے
 اور آپ کی منقولہ روایت کے مطابق آنجناب معاذ اللہ مشرک ہیں تو کیا آپ
 مشرک کی یاد میں عیدیں مناتے ہیں؟

سوال ۱۱۳- علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور دیگر کئی علمائے اہل سنت
 کا اتفاق ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ، اعلان نبوت سے قبل
 ایمان لائے پھر آپ ان کو مسلم اول کیوں نہیں تسلیم کرتے؟

سوال ۱۱۴- آپ کے ہاں متعدد کتب میں حیرانہ کی ملاقات کا قصہ درج ہے
 جس نے یحییٰ ہی میں سرکار کائنات کی رسالت تسلیم کی پھر آپ اسے اول
 مسلمانوں میں شمار کیوں نہیں کرتے؟

سوال ۱۱۵- آپ قرآن کے بعد بخاری شریف کا درجہ سمجھتے ہیں اور امام
 بخاری کو محدثین کا سرخیل مانتے ہیں چنانچہ بخاری صاحب کے قول
 کے مطابق آپ کے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ ”خاوع المسیحین“ یعنی

مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے ہیں۔ اب آپ خود ہی بتائیے امام بخاری سچے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ انکی کتاب کو آپ صحیح مانتے ہیں؟

سوال ۱۷۱- امام بخاری اپنی کتاب تاریخ الصغیر ۱۵۴ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے امام اعظم کو صرف تین حدیثیں مکہ کے ایک حجام سے حاصل ہوئی ہیں لہذا ان کی تقلید کیسے کی جاسکتی ہے۔ اب آپ سے ہم پوچھتے ہیں ان دونوں اماموں میں سے کون صاحبِ قابلِ اعتبار ہیں؟

سوال ۱۷۲- امام بخاری کتاب مذکورہ بالا کے ص ۱۷۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ ”جب سفیان کو نعمان (ابو حنیفہ) کی موت کی اطلاع ہوئی تو اس نے حمد خدا ادا کی اور کہا کہ وہ (ابو حنیفہ) اسلام کو ٹکڑے کرنے والا تھا۔ اور اسلام نے ایسا منحوس شخص اور کوئی پیدا نہیں کیا ہے“ کیا امام بخاری کی اس منقولہ روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے؟

سوال ۱۷۳- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”لعنت اللہ علی الکاذبین“ یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو لیکن حضرت امام بخاری صاحب اپنی صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۷۲ پر لکھتے ہیں ”لم یکنذب ایواہیم النبی علیہ السلام قطاً لا ثلث کذبات“، یعنی حضرت ابراہیم نے تین جھوٹے جملے نہیں کہے۔ اب یہ فیصلہ آپ خود فرمائیے کہ کیا بخاری کے مطابق حضرت خلیل علیہ السلام معاذ اللہ..... سزاوار آیت منقولہ ہیں یا نہیں؟ جو شخص خلیل اللہ کہے ایسی بات کہے آپ کے مذہب میں اسکا کیا مقام ہوگا؟

سوال ۱۷۴- اگر جواب ”ہاں“ میں ہے تو پھر فرمائیے کہ جھوٹ جو کہ گناہ کبیرہ ہے اس کے سزا دہونے کے باوجود ”کمال صلیت علی ایواہیم و علی آل ابراہیم“ پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

سوال ۱۸۰- اگر جواب نفی میں ہے۔ تو پھر بخاری صاحب کو آیت کی زد سے کس طرح نجات دلائی جاسکتی ہے۔؟

سوال ۱۸۱:- امام بخاری اور دیگر محدثین کے نزدیک آیت ”لا تعدی من اجبت ولكن الله یعیدی من یشاء“ کفر ابو طالب کی دلیل ہے۔ دوسری جانب اہل سنت کے ہاں یہ مشہور ہے کہ قرآن مجید کے نزول کو حضرت جبرائیل کی زبان سے صحابہ کرام میں سے سوائے حضرت ابوبکر کے کسی نے نہیں سنا اور انہوں نے صرف اس آیت کو نازل ہوتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو فرشتے کی آواز سننے کا شرف ملا ہے تو یقیناً اس آیت کے شان نزول کا علم ان سے بہتر کسی دوسرے صحابی کو نہ ہو گا تو بتائیے کیا حضرت ابوبکر اس آیت کے مفہوم و مطالب سے واقف تھے یا نہیں؟

سوال ۱۸۲:- اگر حضرت ابوبکر اس آیت کے بارے میں پورا علم نہیں رکھتے تھے تو پھر وحی سنا کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھے گا لہذا آپ اس اچھنے کی بات کو ان کے فضائل میں کیوں درج کرتے ہیں؟

سوال ۱۸۳:- اگر درحقیقت حضرت ابوبکر کو اس آیت کے متعلق مکمل معلومات تھیں تو بتائیے کہ آپ کی کسی بھی کتاب میں کوئی (ضعیف وغیر مستند ہی) ایک بھی روایت ایسی ملتی ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس آیت کا کوئی تعلق جناب ابو طالب سے بیان کیا ہو؟

سوال ۱۸۴:- آپ کے ہاں ایک روایت مشہور ہے کہ حضورؐ نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ اگر میری ستر بیٹیاں ہوتیں تو تیری بیوی فوت ہوتی تو میں تجھے اپنی بیٹی دیتا جاتا۔ یہ بات آج کے زمانے میں تہذیب و شرم و حیا کے دائرے سے باہر سمجھی جاتی ہے فرمائیے ایسی گفتگو ایک ایسے شخص سے منصوب کرنا جو سرِ اُپا شرم و حیا ہو معقول ہوگی یا نامعقول جب کہ بات بھی اس چہار کی ہے جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں؟

سوال ۱۸۵:- مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت عثمان کی فضیلت میں

ایک روایت ہے کہ حضورؐ گھر میں نیم برہنہ لیٹے ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ آتے ہیں آپ اسی حالت میں تشریف رکھے رہتے ہیں پھر حضرت عمرؓ آتے ہیں آپ اسی کیفیت میں اُن سے باتیں کرتے ہیں لیکن جب عثمانؓ آتے ہیں تو کپڑے درست کر لیتے ہیں بعد میں بی بی عائشہؓ دریافت کرتی ہیں کہ آپ نے حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ کی تو پرواہ نہیں کی لیکن عثمانؓ کے آنے پر حالت درست کر لی تو آپ جواب دیتے ہیں کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ خسر نسبی باپ ہوتا ہے۔ روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے معاذ اللہ اپنے واجب الاسترام و بزرگ رشتہ داروں سے توبہ حیائی کی حالت میں گفتگو فرمائی لیکن حضرت عثمانؓ کی باری میں ”حیا“ یا داگئی۔ کیا کوئی شخص ایسا ہوگا کہ اس کی بیوی کا باپ گھر میں آجائے اور وہ اپنا لباس و جامدہ درست نہ کرے ہمارے خیال میں کوئی بے شرم و بے حیا ہی ایسا نہ تہمتی کا منظر ہر کرے گا۔ آپ کا کیا نظریہ ہے؟

سوال ۱۸۶ء۔ ”احتی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور“ آپ زبانی تو اہل بیتؑ رسولؐ کی تعظیم کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عملاً آپ کے مذہب کی پوری بنیاد غیر اہل بیتؑ اصحاب پر ہے یہی وجہ ہے آپ کے ہاں ائمہ اہل بیتؑ کی روایات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیا خانوادہ رسولؐ کی احادیث معتبر نہیں ہیں؟ یا شیعوں سے عداوت کے ساتھ ساتھ انکے اماموں سے بھی بغض ہے؟

سوال ۱۸۷ء۔ ہر مسلمان شرفاً چار نکاح کر سکتا ہے۔ امہات المؤمنین کی تعداد کم سے کم بارہ ہے کیا حضورؐ آپ کے نزدیک کتاب و سنت کے خلاف کسی امی کو مجبور کر سکتے ہیں؟

سوال ۱۸۸ء۔ اگر کر سکتے ہیں تو ایسا نبی واجب الطاعت نہیں کہ جو قرآن یعنی وحی کی مخالفت کرے اور خود ہی اپنے قانون کو توڑ دے۔ پھر شریعت و نبوت کی حیثیت کیا رہ گئی؟

سوال ۱۱۸۹۔ اگر نہیں کر سکتے تو پھر آپ کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا تو حضورؐ نے تین مرتبہ کہا ”کبھی اجازت نہیں دوں گا“ (ابوداؤد) کیا اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ رسولؐ خود غرض ہیں کہ اور ول کی بیٹیوں پر تین تین سو گنیں جائز ہوں اور جب خود لہنی بیٹی کا معاملہ آجائے تو شریعت ہی تبدیل کر دی جائے؟

سوال ۱۱۹۰۔ سنن ابوداؤد پ ۱۳۱ جلد دوم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ”اِنَّ فَاطِمَةَ مَهْنِي وَاَنَا تَخَوُّفُ اَنْ تَفْتَنَ فِي دِينِنَا“، یعنی بے شک فاطمہؑ مجھ سے ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے دین میں فتنہ نہ آجائے، اس عبارت سے ظاہر ہے حضورؐ کو نبی پاکؐ معصومہ سے دین میں فتنہ کا خدشہ تھا اور فتنہ کو قرآن میں قتل و غارت گری سے بھی شدید کہا گیا ہے۔ کیا آپ اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں؟ ذرا مفصل روشنی ڈالئے؟

سوال ۱۱۹۱۔ محولہ روایت ہی میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ”خدا کی قسم! رسولؐ کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتیں“

اب سوال یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان تھیں اور ابوسفیان اس وقت اول دشمن اسلام تھا جس وقت ام المومنین کو حضورؐ سے ازدواجیت کا شرف حاصل ہوا۔ جب ابوسفیان (جو کہ ابو جہل سے کم دشمن خدا نہ تھا) کی بیٹی بختیت دالہہ دختر رسولؐ کے ساتھ ایک مکان میں رہ سکتی ہیں تو پھر ابو جہل جو کہ مر بھی چکا ہے اس کی بیٹی بنت پغیرہ کے ساتھ ایک جگہ کیوں نہیں رہ سکتی؟

سوال ۱۱۹۲۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد جلد ۲ ص ۱۳۲۔ اور المعجم ترجمہ مسلم حدیث ۲۷۷۷ ہے کہ حضورؐ نے نبی بی عائشہ کے حجرے کی جانب اشارہ کر کے ارشاد فرمایا ”تین مرتبہ کہ یہ ہی فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سنگ نکلے گا“ بتائیے اس پیش گوئی سے آنحضرتؐ کی مراد کیا تھی؟

۱۶۳

سوال ۱۹۳:- سنن ابوداؤد ہی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اگر علیؑ نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے عقد کرے، "خدا کے لئے انصاف کیجئے" کوئی باپ برسرِ منبر مجمع عام میں ایک شرعی و معقول وجہائز بات کے احتجاج میں اس طرح مطالبہ طلاق کر سکتا ہے چہ جائیکہ اہل سنت والجماعت ایسی ہلکی حرکت رسولؐ کی طرف منسوب کر رہے ہیں کیا یہ تو بین رسولؐ اور عداوت علیؑ نہیں ہے؟

سوال ۱۹۴:- گھریلو معاملہ گھر کی چار دیواری میں سلجھایا جاتا ہے کہ شرفار کا قاتلہ یہی ہے اگر بالفرض محال یہ قصہ درست ہے تو کیا کوئی ایسی روایت ملتی ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو گھر میں بلا کر اس بات سے روکا ہو؟ اگر ہے تو نشانی کرا دیجئے؟

سوال ۱۹۵:- اگر رسول اللہؐ دشمن خدا کی بیٹی اپنی دختر کے ساتھ ایک مکان میں آکٹھا دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے تو جواب دیجئے کہ دشمن خدا کے بیٹوں کو کس طرح اپنی بیٹی کے ساتھ ایک گھر میں پسند فرما سکتے تھے۔؟

سوال ۱۹۶:- جب کہ آپؐ کے خیال کے مطابق ابولہب کے دو کافر بیٹے عتیبہ اور عتیبہ بھی دامادِ رسولؐ ہیں، کیا حضورؐ کو ایسی ناگواری صرف صنفِ نازک کیلئے ہی تھی؟

سوال ۱۹۷:- بخاری شریف پارہ ۵ ص ۱۱ بحوالہ ماہنامہ رمضان لاہور اپریل ۱۹۵۸ء ص ۲۴ میں ہے کہ رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کو نماز کے لئے کہا تو حضرت نے جواب دیا "خدا کی قسم میں ہرگز نماز نہیں پڑھوں گا مگر جو کچھ اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے، تحقیق ہمارے نفسِ مبتلہ خدا میں ہیں اگر نماز تہجد کی توفیق دیتا تو ہم پڑھتے جب حضورؐ نے یہ جواب سنا تو ران پٹیتے ہوئے باہر آئے اور فرما رہے تھے کہ انسان اکثر جھگڑا لو ہے، "کیا واقعی آپؐ کے اعتقاد کے مطابق علیؑ نے نماز پڑھنے سے انکار کیا اور حضورؐ کو اتنا دکھ و رنج پہنچایا کہ آنحضرتؐ کو ماتم کرنے کی ضرورت ہوئی؟ تبائیے جو شخص علانیہ نماز سے انکار کرے۔ رسولؐ کو دو دکھ

پہنچائے وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

سوال ۱۹۸۔ اگر مذہب سنیہ مدعی ہے کہ قرآن مجید اصلی ہے تو کوئی سنی عالم رسول اللہ کی حدیث متواتر سے ثابت کر دے کہ ان کے مذہب کے مطابق قرآن مجید اصلی ہے؟ حالانکہ بلا شک قرآن مجید اصلی کتاب ہے؟

سوال ۱۹۹۔ اپنی کتب حدیث سے حدیث متواتر بتلائیے اور اس کے متواتر ہونے کا ثبوت دیجئے کہ آنحضرتؐ نے قرآن منزل من اللہ لکھوایا تھا اور اسی ترتیب سے لکھوایا تھا اور اسی ترتیب سے نازل ہوا تھا جس طرح کہ ہو رہا ہے؟

سوال ۲۰۰۔ ان جلد راص ۶ میں علامہ سیوطی نے لیت بن سعد حدیث سے روایت کی ہے۔ سب سے پہلے قرآن ابو بکر نے جمع کیا؟ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے قرآن جمع نہ فرمایا؟

سوال ۲۰۱۔ اسی روایت میں ہے کہ قرآن کو زید بن ثابتؓ نے لکھا زید کے پاس صحابہ آتے تھے مگر زید دو عادلوں کی گواہی کے بغیر کوئی آیت نہیں لکھتے تھے؟ کیا یہ صحیح ہے؟

سوال ۲۰۲۔ اگر صحیح ہے تو عقل سلیم دریافت کرتی ہے کہ زید بن ثابتؓ کو یہ قول رسول بھول گیا تھا کہ ”میرے صحابی ستارے ہیں اور ستارے کے سارے عادل ہیں؟“

سوال ۲۰۳۔ اگر یاد رکھا تو انہوں نے صحابہ کی عدالت پر شبہ کیوں کیا اور دو گواہوں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال ۲۰۴۔ کیا زید بن ثابتؓ خود حافظ قرآن تھے؟ اگر تھے تو پھر دو گواہوں کی ضرورت کیا تھی اور اگر نہیں تھے تو پھر کس کسوٹی پر وہ آیات کو پرکھ کے قبول کرتے تھے؟

سوال ۲۰۵۔ کیا حضرت ابو بکرؓ جنہیں آپؐ یار خاص اور رازدار پیغمبر مانتے ہیں۔ ان کو قرآن حفظ تھا کہ نہیں؟ اگر تھا تو انہوں نے خود کیوں نہ لکھوایا اور

اگر نہیں سمجھا تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ دو گواہ فی الواقع عادل ہیں؟

سوال ۲۰۶ء۔ اسی روایت میں ہے کہ سورۃ برات کا آخری حصہ حضرت مزیم بن ثابت کے سوا کہیں نہ ملا پس حضرت ابو بکر نے زید سے کہا کہ اسے لکھ لو کہ تنزیہ کی گواہی کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ دو شخصوں کے برابر ہے پس زید نے لکھ لیا۔ اب فرمائیے ایسے طریقہ کار کو محفوظ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔

ہے۔ ۹

سوال ۲۰۷ء۔ حضرت عمر ابن خطاب کو آپ حضرات "ناروق اعظم" کہتے ہیں فرمائیے زید، حذیفہ اور عمر میں عادل کون کون ہے؟ کیا عمر عادل ہیں؟

سوال ۲۰۸ء۔ اگر عمر عادل ہیں اور ان پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تو پھر بتائیے روایت مذکورہ ہی میں ہے کہ حضرت علیؓ لائے مگر زید نے تحریر کی کہ عمر تنہا تھے کیا عمر پر اعتبار نہ کرنا اہلسنت کے ہاں جائز ہے؟

سوال ۲۰۹ء۔ روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ رسولؐ میں آپ کے مطابق قرآن جمع نہ کیا گیا تھا اور اہل مدینہ و دیگر اصحاب قرآن مجید سے اس قدر واقف تھے کہ بڑے بڑے اشیاخ بھی ایک آیت پر دو گواہ ضرور طلب کرتے تھے۔ اب فرمائیے اگر حضرت آپ کے خیال میں قرآن خود جمع فرما کر اُمت کو دے گئے تھے تو پھر اس جمع وغیرہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال ۲۱۰ء۔ کیا حضرت عمرؓ آید رحمہ اللہ کو جزو قرآن مانتے تھے؟

سوال ۲۱۱ء۔ اگر مانتے تھے تو انہوں نے اسے قرآن میں داخل کرنے کی کوشش نامہ کیوں نہ کی؟

سوال ۲۱۲ء۔ اگر نہیں مانتے تھے تو کیا قرآن میں غیر قرآنی آیات کا داخل کرنا درست سمجھتے تھے؟ یا پھر قرآن ہی سے ناواقف تھے؟

سوال ۲۱۳ء۔ کیا حضرت علیؓ کو قرآن کا علم حاصل تھا؟ اگر نہیں تھا تو رسول اللہؐ نے کیوں فرمایا کہ میں دار الحکمت ہوں اور یہ اس کا دروازہ ہے (توضی)؟

سوال ۱۲۱۰: کیا حضرت زبیرؓ نے یا حضرت ابو بکرؓ نے جمع قرآن کے بارے میں حضرت علیؓ سے کوئی مشورہ طلب کیا؟

سوال ۱۲۱۱: اگر مشورہ چاہا تو انہوں نے کیا کیا؟

سوال ۱۲۱۲: اگر مشورہ نہیں لیا تو اس کی وجوہات سے آگاہ کر دیں؟

سوال ۱۲۱۳: جو قرآن حضرت ابو بکر اور زبیرؓ نے ثابت نہ کیا اس کی ترتیب وہی تھی تو آج ہے؟

سوال ۱۲۱۴: اگر یہی ترتیب تھی جیسے کہ اس وقت ہے تو پھر آپ کے محدث مولوی

ابوالحسن نے اپنی شرح بخاری یعنی فیض الباری شرح صحیح بخاری پ ۲۰۲

میں یہ عبارت کیوں ثبت کی کہ قرآن پہلے کھڑے کھڑے تھا چند آیتیں کہیں تھیں

اور چند کہیں تھیں اور کچھ کسی کے پاس تھا اور کچھ کسی کے پاس تھا اور کچھ شام

کی ہڈیوں پر تھا اور کچھ کعبہ کی چھتریوں پر اور کچھ پتھروں پر پھر زبیرؓ نے

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم سے سب قرآن کو تلاش کر کے کاغذوں پر لکھ کر

ایک جگہ اکٹھا کیا۔ لیکن آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نہیں تھی؟

سوال ۱۲۱۵: ان دو علماء کی تہنیتاً سے یہ نتیجہ برآں ہوا کہ آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن

مرتب نہیں تھا اور متفرق تھا حضرت ابو بکرؓ نے اسے جمع کیا جو خود پورے قرآن

کے نہ ہی حافظ تھے اور نہ ہی عالم۔ اب سوال یہ ہے کہ پیغمبرؐ کی عین تھے

ان کا فرض منصبی تھا کہ اُن کو پیغام الہی پہنچا دینے۔ جب کہ آپ کے مذہب

کے مطابق معاذا اللہ حضرتؓ نے ایسا کوئی اہتمام نہ فرمایا کیا انہوں نے اپنے

فرض سے کوتاہی نہیں کی؟

سوال ۱۲۱۶: آپ اپنے مذہب کی اساس اصحاب ہی کو مانتے ہیں۔ جو کہ آپ ہی کے

بقول علم قرآن ہی سے واقف نہ تھے اب عقیدت چھوڑ کر عقل کا فیصلہ فرمائیے

کیا جاہل کی بات کوئی وقعت رکھے گی؟

سوال ۱۲۱۷: کتبہ فیض الباری میں علامہ قسطلانی کا قول نقل ہے کہ حضورؐ نے

اس (قرآن) کو ایک مصحف میں جمع نہ کیا اس لئے کہ بعض قرآن پر نسخ وارد ہوتا تھا سو اگر جمع کیا جاتا اور بعض کی تلاوت اٹھائی جاتی تو البتہ اختلاف کی نوبت پہنچتی علامہ صاحب کا عذر آپ کا انگاہ میں معقول ہو سکتا ہے مگر سال یہ پوچھتا ہے کہ آخر نسخ کا علم پیغمبر کے سوا اور کس کو تھا؟ کیا یہ حضور کا فرس نہ تھا کہ وہ نسخ و منسوخ سے امت کو آگاہ کر کے قرآن جمع شدہ امت کے حوالے کرتے۔ کیوں کہ اس کے برعکس صورت میں تو شدید اختلاف کا خطرہ محسوس ہوتا کہ کہیں منسوخ آیت جزو قرآن نہ ہو جائے اور نسخ اس کی جگہ نہ پا سکے؟

سوال ۱۲۲۲۔ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”اِنِّیْ تَاوَدْتُ فِیْکُمْ اِشْقٰیْنِ“ کہہ ”میں دو گراندہ چیزیں چھوڑے جانا ہوں“ اُن میں ایک کتاب اللہ ہے جواب دیجئے جب کتاب مرتب ہی نہیں ہوتی تو چھوڑا کیا؟

سوال ۱۲۲۳۔ بخاری شریف میں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ”حسبنا کتاب اللہ“ یعنی کتاب خدا ہمارے لئے کافی ہے؟ اگر کتاب جمع ہو کر بھی نہ تھی تو بیکار کیا کیسے؟

سوال ۱۲۲۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی اتقان جلد ۵۸ پر حدیث خطابی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ قرآن رسول اللہ نے جمع نہیں کیا تھا آپ کو نسخ و تلاوت وغیرہ کا انتظار تھا پس حضورؐ کی وفات کے بعد جب اس مسئلہ نزول ہند ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کو الہام فرمایا کہ اس کا وعدہ حقائق

قرآن امت کیلئے سچا ثابت ہو۔ لہذا اس کی ابتدا حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت ابوبکرؓ نے کی کیا آپ کو معلوم ہے کہ الہام پہلے کس خلیفہ کو ہوا؟

سوال ۱۲۲۵۔ علامہ خطابی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الہام سب سے پہلے

حضرت عمرؓ کو ہوا کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ کیا تو پھر بتایا

ایسے الہامی خلیفہ کی زبان والہام پر اعتبار کر کے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت

زیدؓ نے اُن سے آیت ”رحم قبول کیوں نہ کر لی؟“

سوال ۲۲۱:- آپ کے عقیدے کے مطابق حضرت علی علیہ السلام بھی خلفاء راشدین میں سے ہیں لہذا انہیں بھی الہام ہوا پھر بتائیں ان کے جمع کردہ قرآن کو لینے سے انکار کیوں کیا گیا؟

سوال ۲۲۲:- کیا آپ کو رائے میں حضرت ابو بکر کا جمع کردہ قرآن معتبر تھا؟
سوال ۲۲۳:- اگر معتبر نہیں تھا تو پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے اسے بے اعتبار کر دیا تو آپ کے الہام الہی ہوا مسلمانوں کے لئے غیر معتبر قرآن کیوں جمع کیا؟

سوال ۲۲۴:- اگر معتبر تھا تو تیسرے خلیفہ راشد صاحب الہام حضرت عثمان بن عفان کے عہد میں وہی قرآن مروان نے لے کر کیوں جلا دیا ثبوت کیلئے دیکھیے فیض الباری ج ۲ ص ۲۱۲

سوال ۲۲۵:- امام حاکم نے اپنی مستدرک میں لکھا ہے کہ قرآن تین مرتبہ جمع ہوا پہلی مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اب جواب دیں کہ جو قرآن آنحضرتؐ کے سامنے جمع ہوا کیا آپ اسے قابل اعتبار و صحیح تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۲۲۶:- اگر صحیح تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ امام حاکم نے اپنی مستدرک میں زید ہی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”ہم رسول اللہ کے سامنے پڑھنے سے قرآن جمع کرتے تھے“ تو پھر اسی قرآن کی انتقال کیوں نہ کر دی گئیں؟

سوال ۲۲۷:- اگر وہ قرآن صحیح و معتبر نہ تھا تو پھر رسولؐ کا کیا اعتبار؟ جہاں خلیفوں کا الہام مانا ہے وہاں وحی و نبوت سے بھی ان ہی کو مقرر فرما دیجئے؟

سوال ۲۲۸:- امام حاکم نے بقول بخاری روایت درج کی ہے کہ جب حضرت عثمان کے زمانے میں قرآن مجید جمع کیا گیا تو اس جمع کردہ مصحف کے علاوہ باقی تمام صحائف و مصاحف کو جلا دینے کا حکم دیا گیا اور زید بن ثابت نے کہا کہ سورہ احزاب کی ایک آیت ہم نے کم کر دی تھی حالانکہ رسولؐ کو پڑھتے ہم نے سنا تھا پس ہم نے اسے ڈھونڈا جو حذیمہ بن ثابت انصاری سے ملی پھر انچہ وہ آیت بھی اس مصحف (عہد عثمانی) والے قرآن میں ملا دی گئی

بخاری کی یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر کے جمع کردہ قرآن میں یہ آیت نہ تھی بلکہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان کے عہد میں شامل کی گئی کیا اتنا عرصہ قرآن میں کمی رہی؟

سوال ۲۳۳۔ بخاری کی مستذکرہ بالا روایت ہی میں ہے کہ حضرت عثمان نے اُم المومنین بی بی حفصہ سے قرآن طلب کیا (حضرت ابوبکر کا جمع شدہ) چنانچہ بی بی صاحبہ نے اسے دیدیا حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص اور عبد الرحمن بن حارث پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی اور اس قرآن کمیٹی کو حکم دیا کہ اگر تم لوگ اس میں کسی آیت میں اختلاف پاؤ تو اسے زبان قریش میں لکھ دینا پس انہوں نے ایسا ہی کیا کیا حضرت عثمان اس قرآن کو مستند اور اختلاف سے پاک اعتقاد نہیں کرتے تھے؟

سوال ۲۳۴۔ اگر وہ جمع شدہ قرآن صحیح و مکمل تھا تو اس کمیٹی کی تشکیل کی کیا ضرورت پیش آئی؟

سوال ۲۳۵۔ کیا حضرت عثمان نے اس سلسلے میں حضرت علیؑ کی خدمات حاصل کرنے کی سعی فرمائی؟

سوال ۲۳۶۔ اگر انہوں نے حضرت علیؑ کو مشورہ کیلئے بلایا تو پھر انہوں نے کیا جواب دیا اور نہیں بلایا تو کس وجہ سے؟ مکمل حوالہ کے ساتھ تشریح فرمائیے؟

سوال ۲۳۷۔ کیا حضرت عثمان بن عفان حافظ قرآن تھے؟

سوال ۲۳۸۔ اگر تھے تو انہوں نے خود اپنی خدمات جمع قرآن کے سلسلے میں پیش کیوں نہ کر دیں یا کمیٹی کے محتاجات اترائے ہونے کی صورت میں اپنا مشورہ کیوں نہ دیا کہ میں خود حافظ ہوں۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو مجھ سے رجوع کر لیا جائے؟

سوال ۲۳۹۔ مستذکرہ بالا سوالات کی موجودگی میں آپ کیسے انکار کر سکتے ہیں کہ خلفاء کے زمانے میں اصحاب کا کسی ایک قرآن کے نسخہ پر اتفاق نہ تھا؟

سوال ۱۲۴۱۔ کیا صحابہ کا ایک قرآن پر اجماع نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ کے مذہب کے مطابق قرآن متواتر نہیں ہے؟

سوال ۱۲۴۲۔ کیا صحابہ کا اختلاف کوئی باطل چیز ہے؟ اگر یہ باطل چیز ہے۔ تو پھر بتائیے اُن کے مصداق باطل کئے یا نہیں؟

سوال ۱۲۴۳۔ اگر باطل تھے تو جواب دیجئے کہ باطل چیز پر ایمان رکھنے والا شخص گمراہ دے دین ہو گا یا نہیں؟

سوال ۱۲۴۴۔ اگر اختلاف صحابہ حق تھا تو پھر قرمانیہ حضرت عثمان نے اس حق کو مٹانے کی کوشش کیوں کی؟

سوال ۱۲۴۵۔ اور جو شخص حق کو مٹائے وہ راستہ کس طرح ہوا؟

سوال ۱۲۴۶۔ قرآن کو جلانا ثواب ہے یا گناہ؟

سوال ۱۲۴۷۔ اگر ثواب ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیجئے اور اپنے علمائے معہر فتویٰ اخبارات میں شائع کر ڈیجئے پھر بے حرمتی قرآن پر استیحاں کیوں کرتے ہیں؟

سوال ۱۲۴۸۔ اگر گناہ ہے تو جن لوگوں نے اس کا ارتکاب کیا وہ گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

سوال ۱۲۴۹۔ جو شخص قرآن میں اپنی مرضی سے کمی بیشی کرے اس کے بارے میں شرع کیا کہتی ہے؟ کیا تحریف قرآن مذموم نہیں ہے؟

سوال ۱۲۵۰۔ اگر قرآن میں تحریف کرنا یعنی اپنی مرضی سے گھٹا بڑھا دینا جرم ہے تو پھر حضرت عثمان کو آپ اس جرم سے کیسے بری الذمہ سمجھیں گے جنہوں نے حکم دیا کہ اختلاف کی صورت میں قریشی زبان لکھ دی جائے؟

سوال ۱۲۵۱۔ علامہ سیوطی کے مطابق ابن ابی الوداؤد نے المصاحف میں ایک روایت درج کی ہے جس میں حضرت عمر کا یہ قول نقل ہے: ”لو كانت ثلث آیات لجعلتها أسوة على أمة“ یعنی کاشش تین آیات

ہوئیں تو میں اس کا الگ سورہ بنا دیتا، کیا حضرت عمر کو اختیار تھا کہ وہ اپنی مرضی سے سورتیں بنا ڈالیں؟

سوال ۱۲۵۲۔ اگر اختیار تھا تو قول رسول تبادلیجے اور اگر نہیں تھا تو انہوں نے کلام خدا کے بارے میں غیروہی ہوتے ہوئے ایسا کیوں کہا؟

سوال ۱۲۵۳۔ کیا حضرت عمر آپ کے مذہب کے مطابق اس بات کے مجاز تھے کہ سورہ بقرہ کی آیات سورہ بنی اسرائیل میں لگادیں؟

سوال ۱۲۵۴۔ اگر تھے تو پھر زید نے ان کی ایک آیت لینے سے انکار کیوں کیا؟ کیا زید ان کے اس اختیار سے واقف نہ تھے چلو زید نہ سہی حضرت ابو بکر کو تو ضرور معلوم ہونا چاہیے تھا؟

سوال ۱۲۵۵۔ اگر ان کے پاس یہ اختیار نہیں تھا تو اس روایت کا جواب دیجئے حضرت زبیر نے کہا کہ حارث بن خزیمہ آخر سورہ بقرہ کی یہ دو آیتیں لائے اور بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ دونوں آیتیں رسول اللہ سے سماعت کر کے یاد رکھی ہیں جناب عمر نے کہا واللہ میں بھی شاہد ہوں کہ میں نے ان دونوں کو سنا ہے کاشش یہ تین آیتیں ہوئیں تو میں ان کا جدا گانہ سورہ بنا دیتا غیر اب تم قرآن کا آخری سورہ دیکھو اور ان دونوں کو اس کے آخر میں لگا دو (اتقان جلد ۱ ص ۶۳) سورہ بقرہ کی آیات کسی دو سری سورت میں لگانے کا حکم حضرت صاحب نے کیوں دیا؟

سوال ۱۲۵۶۔ کیا روایت بالا سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ بس قرآن کو حضرت عمر مانتے تھے اس کا آخری سورہ ”سورہ بقرہ“ تھا؟ جب کہ حضرت عثمان وائے قرآن میں یہ ترتیب نہیں ہے؟

(واضح ہو کہ یہ حرث موضوع بھی نہیں ہے کہ علامہ سید مٹی نے درست تسلیم کر کے ہی اسے نقل کیا ہے۔)

سوال ۱۲۵۷۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ زید

کہتے ہیں جب بیگ برآمد کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا تو صدیق صاحب نے فرمایا ”ہم وہ کام کیے کریں جو رسول اللہؐ نے نہیں کیا“ حضرت عمرؓ نے کہا ”واللہ یہ کام بہت اچھا ہے“ دونوں میں کافی دیر جھگڑا ہوا۔ آپ کے مذہب میں یہ بات ہے کہ جو بات سنت نہ ہو یعنی رسولؐ نے نہ کی ہو وہ بدعت ہے۔ اقرار ابوبکرؓ و صدیق عمرؓ بشہادت زید بن ثابتؓ امام بخاری کے مطابق یہ ثابت ہوا کہ حضورؐ نے جمع قرآن نہ فرمایا لہذا سنت کے خلاف ٹھہرا کیا آپ کا قرآن بدعت ہے یا سنت؟

سوال ۲۵۸۔ روایت مذکورہ ہی میں آگے بیان ہوا ہے اس تکرار کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ میاں نے ان کی بھی (حضرت عمرؓ کی طرح) شرح صدر کر دی چنانچہ روایت ہے کہ راوی زید کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے قرآن جمع کرنے کی فرمائش کی زید بولے ”واللہ اگر ان سپاہیوں میں سے کسی پہاڑ کے نقل کرنے کی یہ لوگ مجھے تکلیف دیتے تو مجھے اتنا گراں نہ گزرتا کہ مجھے جمع قرآن کا حکم دیا“ کیا زید اس کام کو مستحسن و فلاحی و بائز نہیں سمجھتے تھے؟

سوال ۲۵۹۔ اگر زید کی نگاہ میں یہ کام ٹھیک تھا تو اسی روایت میں ہے کہ زید کہتے ہیں میں نے ان دونوں سے کہا (یعنی حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ) ”تم لوگ وہ کام کیوں کرتے ہو جو رسولؐ نے نہیں کیا“ فرمایا ”واللہ یہ کام اچھا ہے۔ پس جناب ابوبکرؓ مجھ سے نزاع کرتے رہے تا اینکه اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اس کام کے لئے جس کے واسطے شیخین کے سینے کشادہ فرماتے تھے“ جواب دیکھئے کہ زید کو حضرت شیخین کی شرح صدر پر اعتبار کیوں نہ آگیا کہ ان سے نزاع کی؟

سوال ۲۶۰۔ کیا بعد از رسولؐ اگر کوئی غیر نبی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میرا سینہ اللہؐ نے کشادہ کر دیا ہے لہذا قرآن و سنت کے خلاف کوئی کام جدید دین میں داخل کر لیں تو آپ اس کا دعویٰ قبول کر لیں گے؟

۱۷۳

سوال ۲۶۱۔ اگر کر لیں گے تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی پر کاذب ہونے کا الزام کیوں لگاتے ہیں اور اس کا الہام کیوں نہیں مان لیتے؟

سوال ۲۶۲۔ اگر نہیں کریں گے تو پھر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ یا دیگر حضرات کے الہام کو کس دلیل سے مانا گیا ہے؟

سوال ۲۶۳۔ اگر یہ کام فی الواقعہ الہامی ہدایت کے تحت ہی ہوا تو پھر حضرت عثمانؓ نے اسے مجتہد قبول کرنے میں کیوں احتیاط برتی کیا وہ اس الہام کی قدر نہیں کرتے تھے؟

سوال ۲۶۴۔ اگر حضرت عثمانؓ پر بھی الہام ہوا کہ انہوں نے از سر نو جمع قرآن کی طرف توجہ فرمائی تو براہ توازن اس الہام و تضاد کی وجہ تفصیل سے بیان کریں؟

سوال ۲۶۵۔ اب چونکہ آپؐ کے ہاں ایسا الہام اہم اور دلچسپ ہے لہذا میں یہ دعویٰ (جھوٹا) کرتا ہوں کہ مجھے بھی الہام ہوا ہے کہ آپؐ سے پوچھوں کہ بتائیے قرآن موجود کے دوسرے پارہ کے چودہویں رکوع میں عدہ وفات کی آیت ماسخہ اور پندرہویں رکوع میں آیتہ منسوخہ کیوں ہے حالانکہ قول خداوندی ہے کہ ”ما نسخ من آیتہ او نسیہا نأت بخیر منها“ اور مثلاً ”یا“ یعنی قائمہ خدا یہ ہے کہ جب کوئی آیت منسوخ کر دی جاتی ہے تو اس کی جگہ نئی ماسخ آیت ہے ماسی طرح اللہ کا ارشاد ہے کہ بدلنا آیتہ مکان آیتہ جس سے ثابت ہے کہ ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلی جاتی ہے پس یہ کیسی ترتیب خداوندی ہے کہ ماسخ مقدم ہے؟

سوال ۲۶۶۔ ویسا ہی دوسرا الہام ہم کو یہ ہوا ہے کہ آپؐ سے دریافت کریں قرآن کے چوتھے پارہ کا دوسرا رکوع نکال کر آیتہ فاما الذین اسودت وجوہہم کی تلاوت فرمائیے اور ازراہ مہربانی اس کی ترکیب نحوی سے آگاہ کر دیجئے اور مبتدا کی خبر کر دیجئے اگر کہیے کہ مخدوف ہے تو یہ بھی فرما

۱۷۲

دیکھئے کہ کیا اسے خود رسول کریم نے مخدوف فرمایا ہے اگر فرمایا ہے تو کسی ایک حدیث متواتر کا نشان اپنی کتابوں ہی سے بتا دیکھئے اس کے علاوہ ہم کوئی دوسرا عذر نہیں مانیں گے کہ یہ حکم بھی ہمیں اپنے الہام ہی سے ملا ہے؟ سوال ۲۶۷۔ اگر آپ مطلوبہ حدیث متواتر پیش کرنے سے قاصر ہیں تو پھر دوسری صورت از خود ہی پیدا ہوگی کہ قرآن جمع کرنے والوں سے غلطی سے ارتکاب حذف ہو یا پھر صحابہ کو آیت ہی اتنی یاد تھ گئی کیا ایسی صورت آپ کے لئے قرآن کے ناقص ہونے کا ثبوت نہیں ہے؟

سوال ۲۶۸۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت عثمان نے سورہ برات کو سورہ انفال کا جزو سمجھ کر دونوں کو ملا لیا اس لئے سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ نہیں ہے (التقان جلد ۱ ص ۶۲) کیا جو قرآن عید ابو بکر میں جمع کیا گیا اس میں بھی ایسا ہی تھا؟

سوال ۲۶۹۔ اگر ایسا ہی تھا تو غیر معتبر ہو یا نہیں؟

سوال ۲۷۰۔ اگر ایسا نہیں تھا تو سب سے بھر حضرت عثمان نے خلاف شیخین ان کے قرآن میں قطع ویرید و اضافہ کیوں کیا، کیا آپ کے خیال میں سلسلہ وحی نبوت کے بعد اللہ نے سلسلہ الہام اصحاب نبی شروع کر دیا تھا؟

سوال ۲۷۱۔ مستند قاری قرآن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد پیغمبر ہے کہ عبداللہ بن مسعود سے قرآن پڑھو

کیا آپ اس فرمان نبیؐ کو تسلیم کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو وجہ بتائیے؟

سوال ۲۷۲۔ اگر تسلیم کرتے ہیں تو علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے (التقان جلد ۱ ص ۶۲) صاحب اقتناع کا قول لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورہ توبہ کیلئے بسم اللہ ثابت تھی۔ اب اس سورت سے قبل بسم اللہ کیوں نہیں ہے؟

سوال ۲۷۳۔ بتائیے خدا نے قرآن کے قائم رکھنے کا حکم کس کو دیا؟ یہ حکم

کون سی آیت میں ہے مکمل حوالہ نقل فرمائیے؟

سوال ۱۲۷۴۔ اپنی کتب صحاح سے ان اصحاب رسولؐ کے نام لکھ دیجئے جنہوں نے آنحضرتؐ سے پورا قرآن پڑھا ہو؟

سوال ۱۲۷۵۔ قرأت کا رسول کریم ﷺ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کرنا آپ کی کتابوں کے مطابق کس کس صحابی کیلئے ثابت ہے؟ صرف پانچ نام لکھ دیجئے اور مکمل حوالہ لکھیے۔؟

سوال ۱۲۷۶۔ آپ کے مشہور قاضی ابوبکر کا قول ہے کہ ”آیات کی ترتیب ایک ضروری چیز ہے اور لازمی حکم ہے۔ اس لئے کہ جبرائیل آتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں موضع میں رکھئے“ اگر ترتیب ضروری و لازمی چیز تھی اور جبرائیل نے یہ ترتیب حضورؐ کو بتادی تھی تو پھر بتائیے وہ مرتبہ کر دے کتاب جو جبرائیل کی ترتیب کے مطابق خود آنحضرتؐ نے تیار فرمائی کیا ہوئی؟

سوال ۱۲۷۷۔ قاضی صاحب موصوف اسی بیان کے بعد خود ہی اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں ”واندیسہ کن ان یکون الرسولؐ قدر تبسودہ ویکون ان یکون قد وکل ذالک الی الامت بعدہ و لہ یقول ذالک بنفسہ قال وھذا اثباتی اقرب“ ممکن ہے سورتوں کی ترتیب بھی رسول اللہؐ نے خود دی ہو اور ممکن ہے یہ کام اپنے بعد امت کے سپرد کر دیا ہو اور خود نہ انجام دیا ہو قاضی صاحب نے کہا ہے کہ یہی دوسری بات زیادہ قریب ہے، اب فرمائیے جب آیات کی ترتیب دی تھی تو پھر سورتوں کی ترتیب تو از خود ہی وجود میں آگئی لہذا امت کو یہ کام سونپنے کی کیا ضرورت تھی؟

سوال ۱۲۷۸۔ اگر یہ کام امت کے سپرد حضورؐ نے خود ہی کو دیا تھا تو بتائیے البام ہونے سے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت زید نے اس کام کو

۱۷۶

خلاف سنت رسول کیوں سمجھا؟

سوال ۲۷۹۔ الفاظ قرآن ہیں ”یا ایہا الرسول بلغ ما أنزل الیک“
یعنی اے رسول! پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف نازل ہوا۔ اب فرمائیے کیا رسول
نے خدا کے اس حکم کی تعمیل کی؟

سوال ۲۸۰۔ اگر تعمیل کی تو ضروری ہے کہ حضورؐ نے امت کو قرآن منزل
پہنچا دیا لہذا بتائیے وہ قرآن پھوڑ کر دو مرتبہ جمع کی زحمت اٹھانے
کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال ۲۸۱۔ اگر نہیں پہنچایا یا دسوارا رہنے دیا کہ کچھ ذمہ داری امت پر
ڈال دی تو کیا حکم خدا کی خلاف ورزی نہ کی؟

سوال ۲۸۲۔ یہ بات مستحکم ہے کہ قرآن سات حرف میں نازل ہوا مگر خود
قرآن ایک حرف میں ہے۔ فرمائیے باقی چھ حرف کس لئے چھوڑ دیئے گئے؟

سوال ۲۸۳۔ اتقان جلد ۱ ص ۴۳ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں ”ان میں
سے بعض نے نزولی ترتیب پر قرآن مرتب کیا تھا وہ مصحف علی
ہے“ بتائیے خلفاء نے اس مصحف کو کس وجہ سے قبول نہ کیا صرف
تین وجوہات سے آگاہ کر دیجئے؟

سوال ۲۸۴۔ اہل سنت تحریف قرآن کے معتقد ہیں یا نہیں؟

سوال ۲۸۵۔ اہل سنت تحریف کا اعتقاد رکھنے والے کو کیا سمجھتے ہیں؟

سوال ۲۸۶۔ حیات پیغمبرؐ میں سلسلہ نسخ بند ہو گیا تھا یا نہیں؟

سوال ۲۸۷۔ کیا حضورؐ نے منسوخ شدہ آیات کو نسخ آیات سے

بدل دیا تھا یا نہیں؟

سوال ۲۸۸۔ اگر نہیں بدلا تو حکم الہی کی تعمیل نہ کی کیا حکم عدول نبی

معتبر ہو سکتا ہے؟

سوال ۲۸۹۔ جب آپ کے ایمان میں قرآن کو مکمل کہنا ہی منع ہے تو

پھر قرآن کے کمال و جامع ہونے پر آپ کے اعتقاد کو خلاص کیوں کروا
جاسکتا ہے ملاحظہ فرمائیں قول ابن عمر اتقان جلد ۲ ص ۲۵

سوال ۱۲۹۰۔ جو صاحب ایمان و عہدِ اسلام قرآن سے کراہت کرے آپ اسے
کیا سمجھیں گے؟

سوال ۱۲۹۱۔ کیا اللہ کا رسول قرآن کو مکروہ سمجھ سکتا ہے؟

سوال ۱۲۹۲۔ جس فرقہ میں الزام صاحب قرآن سید الانبیاء پر لگایا جائے
کہ وہ معاذ اللہ قرآن سے کراہت کرتے تھے۔ کیا وہ فرقہ رسول پر افتراء نہیں
باندھتا ہے؟

سوال ۱۲۹۳۔ نبی پر افتراء اور نسبت کذب کرنے والا کس سزا کا مستحق ہے۔
جب کہ وہ دعویٰ اسلام بھی کرے؟

سوال ۱۲۹۴۔ آپ کا اس روایت پر کیا تبصرہ ہے؟ بکثرت طریقوں سے حاکم
نے ابن الصلت سے روایت کی ہے اس نے کہا زید بن ثابت اور سعید بن
العاص دونوں قرآن نکھر رہے تھے جس وقت ان دونوں کا گزر کیا وجم
پر ہوا پس زید نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
بوڑھا اور بڑھیا جب زنا کریں تو ان کو دُر سے ضرور لگنا عمر نے کہا جیب
یہ آہِ رجم نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا
کہ آپ اسے لکھوادیں مجھے آپ نے اس سے کراہت فرمائی (فقال عمر لہما
نزلت آیتہ النبی صلعم اکتبھا فکانہ مکروہ ذالک)

(اتقان جلد ۲ ص ۲۴)

سوال ۱۲۹۵۔ مسلک اہل سنت والجماعہ کے مطابق حقیقت و مابیت قرآن کیا؟

سوال ۱۲۹۶۔ شیعہ مذہب کے مطابق قرآن کہاں سے نازل ہوا۔ اور
حروفِ سبعہ سے آپکے ہاں کیا مراد ہے؟

سوال ۱۲۹۷۔ جب حضور کو دعوتِ فوالعشیرہ کا حکم ہوا تو کیا اس دعوت

۱۷۸

میں حضرت ابوبکر شریک ہوئے؟

سوال ۲۹۸:- اس دعوت پر رسول مقبول نے مدعوین سے کیا ارشاد فرمایا؟

سوال ۲۹۹:- آپ کے پیغام کو کس کس نے قبول کیا؟

سوال ۳۰۰:- کیا اس دعوت کے انعقاد سے قبل آپ نے عوام پر اظہار نبوت کیا؟

سوال ۳۰۱:- کیا اس دعوت سے پہلے حضور نے کسی کو اسلام لانے کیلئے فرمایا؟

سوال ۳۰۲:- حضرت ابوبکر دعوت ذوالعشیرہ کے وقت مکہ میں موجود تھے یا نہیں؟

سوال ۳۰۳:- شب ہجرت حضرت ابوبکر کو اگر رسول کریم اپنی مرضی سے ساتھ لے گئے تھے تو وہ حدیث بنا کیے جس میں مرقوم ہو کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو ہم سفری کے لئے حکم دیا ہو؟ حوالہ صحیح دیجئے اور روایت کے معتبر ہونے کا ثبوت بھی پیش کریں؟

سوال ۳۰۴:- حضرت ابوبکر کے قول سے ثابت کیجئے کہ شب ہجرت مجھے خصوصی طور پر حضور نے بلایا کہ میں اُن کے ساتھ جاؤں؟

سوال ۳۰۵:- سورہ توبہ کی آیت میں حضرت ابوبکر کیلئے لفظ ”صاحب“ استعمال ہوا ہے جو آپ فضیلت آنجناب میں پیش کرتے ہیں بتائیے پھر اہل عرب ”یا صاحب الحمار“ کیسے کہتے ہیں؟

سوال ۳۰۶:- حضرت یوسف نے اپنے کافر قیدیوں کے لئے فرمایا ”یا صاحبی السجن“ اسی طرح قرآن میں باغ والوں کے قصے میں یہ لفظ کافر کیلئے استعمال ہے قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک منی لئرب۔ الخ بتائیے اگر اس لفظ میں کوئی خاص فضیلت کا حجاز ہے تو اسے کفار کیلئے اللہ نے کیوں استعمال فرمایا ہے؟

سوال ۳۰۷۔ اسی آیت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کو حضورؐ نے فرمایا ”لا تحزن“ فرمائیے حضرت ابوبکر کا یہ حزن اطاعتِ خدا اور رسولؐ میں بھٹایا نہیں؟

سوال ۳۰۸۔ اگر یہ حزن و خوف جناب ابوبکر کا اطاعتِ حق میں تھا تو پھر امرِ حق سے رسولؐ نے منع کیوں فرمایا؟

سوال ۳۰۹۔ اگر یہ حزن و خوف اطاعت میں نہ تھا بلکہ کسبی و بزدلی اور ضعیف الاعتقاد ہی اور خدا و رسولؐ پر یقین کامل کی کمی کا نتیجہ تھا تو پھر فضیلت کیسے ظہر؟

سوال ۳۱۰۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ ”الا ان اولیاء اللہ کا خوف علیہم ولا یخفون“ یعنی ”یقیناً خدا کے ولی وہ ہیں جن کو نہ ہی خوف ہوتا ہے نہ ہی حزن“ اس حصری تعریف و شرط ولایت کے بعد رسول کریمؐ کا یہ فرمانا کہ ”لا تحزن“ کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر اولیاء اللہ میں سے نہ تھے؟

سوال ۳۱۱۔ سنا ہے کہ غارِ ثور میں حضرت ابوبکرؓ کو سانپ نے ڈس لیا جب خدا کو اپنے پیغمبرؐ کی حفاظت کرنا منظور تھی اور ہجرتِ امرِ الہی ہی کے مطابق تھی تو پھر غار میں سانپ کا مسلط کر دینا خدا نے کیوں ضروری سمجھا جب کہ اہتمامِ قدرت یہ تھا کہ فی الغور کڑی کو حکم دید یا گیا تھا کہ جلالین کر غار کا منہ بند کر دے؟ اور پرندہ نے فوری انڈے دے دیئے؟

سوال ۳۱۲۔ آیتِ مقدسہ ہی میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ”ان اللہ معنا“ یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے اس سے آپؐ حضرت ابوبکرؓ کی کیا فضیلت قائم فرماتے ہیں؟

سوال ۳۱۳۔ کیا جمع کا صیغہ تعظیماً رسولؐ کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا ہے؟

سوال ۳۱۴۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ ”ما یکون من بخوی ثلثۃ الا امر او لعنہم ولا خمسۃ الا ہوسا و سہم ولا لوی امن“

ذَلِكَ اَلَا هُوَ مَعْصُومٌ، یعنی راہ گیاروں میں سے نہیں ہیں میں آدمی مگر یہ کہ جو تھا اللہ تعالیٰ ہے اور نہیں ہیں پانچ آدمی مگر یہ کہ خدا ان کا چھٹا ہے کمترین اس سے زیادہ ہیں ان سے مگر خدائے تعالیٰ ان کے ہمراہ ہے اس آیت سے ثابت ہوا کہ تمام کافروں، مشرکوں، منافقوں، مومنوں اور مسلمان کے ساتھ خدا ہے پھر حضرت ابوبکر کو اس ”مع“ سے کیا خاص فضیلت حاصل ہوئی؟

سوال ۱۵۳۔ ”فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَةً“ پس اللہ نے اس پر تسکین نازل فرمائی یہ الفاظ کس کے لئے خدا نے استعمال فرمائے ہیں؟

سوال ۱۵۴۔ یہاں ضمیر واحد مذکر کیوں استعمال کی گئی ہے؟

سوال ۱۵۵۔ آپ کے مذہب میں مہاجر کی تعریف کیا ہے؟

سوال ۱۵۸۔ آپ سابقین سے کیا مراد لیتے ہیں؟

سوال ۱۵۹۔ جب حضرت ابوبکر اسلام لائے تو ان کے نعتے قبول اسلام کے کتنے روز بعد ہوئے؟

سوال ۱۶۰۔ جنگ بدر اسلام کی پہلی لڑائی تھی ضروری ہے کہ حضرت صاحب نے اس جہاد میں شرکت کی ہوگی؟

ازراہ نوازش صرف تین نام ان کافروں کے تحریر کر دیجئے جو آپ جناب کے دست شجاعت سے واصل جہنم ہوئے مگر حوالہ کل تحریر فرمائیے بے شک کتابیں اپنی ہی دیکھئے؟

سوال ۱۶۱۔ حضرت ابوبکر کا اصل نام جو ان کے والدین نے رکھا تھا تحریر فرماد دیجئے؟

سوال ۱۶۲۔ مشرک ظالم ہے یا عادل؟

سوال ۱۶۳۔ کیا ظالم خلیفہ رسول ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو ”قال لا ینال عہدی الظالمین“ کی شرط کا کیا تدارک ہوگا؟

سوال ۱۳۲۴۔ اگر حضرت ابوبکر کو رسولؐ صدیق سمجھتے تھے تو پھر ان کو مہلبہ میں ساڑھ کیوں نہ لے گئے؟

سوال ۱۳۲۵۔ حضرت ابوبکر کو حضرت علیؑ پر کون سی آیت قرآن سے فضیلت ثابت ہوتی ہے؟

سوال ۱۳۲۶۔ کوئی ایسی متواتر مرفوع حدیث پیش کیجئے جس کے تمام راوی ثقہ ہوں جو یہ ثابت کرے کہ حضرت ابوبکر حضرت علیؑ سے افضل ہیں؟ مہربانی کر کے اس کے متواتر ہونے، مرفوع ہونے اور تمام راویوں کے ثقہ ہونے کا ثبوت بھی بالتفصیل رقم فرمائیے؟

سوال ۱۳۲۷۔ آپ کے علامہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ کہ مصعب الشیخین وقتلہما ایس بکفر، یعنی حضرات شیخین (ابوبکر و عمر) کو گالیاں دینا یا قتل کر دینا کفر نہیں ہے پھر آپ شیعوں پر بلا وجہ محض انکار فضیلت پر ہی کیوں ایسے لمبے پردہ فترے لگاتے ہیں؟

سوال ۱۳۲۸۔ اللہ کی بنائی ہوئی شے اچھی ہوتی ہے یا بندوں کی؟

سوال ۱۳۲۹۔ گناہ گار و خاطی بہتر ہے یا بے گناہ و معصوم؟

سوال ۱۳۳۰۔ شجاع و عالم افضل ہوگا یا جاہل و سبزل؟

سوال ۱۳۳۱۔ اگر مستحق گھر میں موجود ہو تو بیرونی مستحقین سے اُس کا حق مقدم ہوگا یا نہیں؟

سوال ۱۳۳۲۔ حدیث شریف چار یار (جامع ترمذی جلد ۲ مطبوعہ نوٹکشر مرادہ) میں اس طرح لکھی گئی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مجھے چار شخصوں سے محبت کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی نے سوال کیا تو آپؐ نے ”علی علی علی“ تین مرتبہ فرمایا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لئے۔ ”مجاہد دیکھئے ان میں حضرت ابوبکر کا نام کیوں نہیں ہے؟“

سوال ۳۳۳۔ اگر حضرت ابوبکر کی کوئی کرامت یا معجزہ آپ کو یاد ہو تو کسی صحیح وغیر مجروح روایت کی نشان دہی فرمادیجئے اور اس معجزے و کرامت کا بیان بھی تفصیل سے لکھ دیجئے؟

سوال ۳۳۴۔ کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ ”نخن معاشوا لانیاً“، والی حدیث صحیح ہے حالانکہ اصول کافی میں بھی ایسی حدیث ابوالخثریٰ کذاب سے مروی ہے؟

سوال ۳۳۵۔ اگر صحیح ہے تو اس کو قرآن مجید کے مواقف ثابت کر دیجئے اگر نہ ہو سکے تو کم از کم تین اصحاب رسول جن میں صرف ایک خاندان بنی عبدالمطلب سے ہو حضرت ابوبکر کے علاوہ راوی بتا دیجئے جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہو؟

سوال ۳۳۶۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو فرمائیے کہ پھر حضرت عمر نے اس پر پورا پورا عمل کیوں نہ کیا جیسا کہ صحیح بخاری سیپارہ ۱۲ ص ۶۱ مطبع احمدی لاہور میں ہے؟ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں جائیداد مدینہ منورہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علی بن ابی طالب کے حوالے کر دی اور عملاً قول و فعل ابوبکر کو باطل کر دکھایا؟

سوال ۳۳۷۔ صحیح بخاری سے ثابت کیجئے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکر پر غضبناک نہ تھیں؟

سوال ۳۳۸۔ صحیح بخاری ترجمہ علامہ مولوی وحید الزماں پارہ بار ہوا ص ۸ کتاب الجہاد والسیر باب برکتہ الغازی فی مالہ حیاً ومیتاً مع النبی صلعم میں ہے کہ عبد اللہ بن زبیر نے (اپنے باپ کا ترکہ بعد ادا سے قرضہ) تقسیم کیا زبیر کی چار بیویاں تھیں باوجودیکہ ۱۰ حصہ وصیت کا لگا لگا گیا جب بھی زبیر بی کو بارہ بارہ لاکھ دیکھتا آئے اور کل جائیداد زبیر کی پانچ کروڑ دو لاکھ درہم کی ہوئی زہرا دانا ابوبکر بچے فرمائیے اتنی دولت

انہیں کیسے حاصل ہوئی؟

سوال ر ۳۳۹۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی عربی ص ۴ مطبوعہ سرکاری میں ہے کہ کان ابو بکر سبائاً اولسبائاً یعنی حضرت ابو بکر سب سے زیادہ گالی بکنے والے تھے یا نسب نامہ جاننے والے تھے اب گزارش یہ ہے کہ اپنے خلیفہ صاحب کی عادت شیعہ غریبوں کیلئے اعتراف کیوں بنائی جاتی ہے؟

سوال ر ۳۴۰۔ حجاجہ سلمیٰ نامی شخص جو مرتے دم تک کلمہ شہادت پڑھتا رہا اُسے حضرت ابو بکر نے کس خرم میں آگ میں ڈال کر جلادیا، ملاحظہ فرمائیے تاریخ ابن خلدون، ابن اثیر، تاریخ اسلام جلد ۲ باب دوم ص ۳۳ فٹ نوٹ بحوالہ ثبوت خلافت حصہ دوم ص ۷۹

سوال ر ۳۴۱۔ آپ بخاری ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب المغازی اور ابوداؤد مترجم ص ۵۳ میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے اپنے دور حکومت میں سادات پر خمس بند کر دیا جو ان کو اللہ کے حکم سے زمانہ رسولؐ میں ملتا رہا۔ آخر حکومت حاصل کر لینے کے باوجود حضرت صاحب کو ایسا کرنا کیوں ضروری ہوا؟

سوال ر ۳۴۲۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری باب الشرط مع الناس پارہ ۱ ص ۱۱۱ مع حاشیہ مطبع احمد لاہوری میں ہے کہ مشرکین مکہ کا سفیر عروہ حاضر خدمت حضورؐ ہوا اور عرض کیا کہ اگر قریش مکہ غالب ہو سکے تو قسم خدا کی میں تمہارے ساتھیوں کے گم نہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ تمہیں چھوڑ کر پل دیں گے یہ سن کر حضرت ابو بکر کو طیش آ گیا آپ نے اسے گالی دی (کہ لات نامی بت کی شرمگاہ زنانہ چاٹ) کیا ہم حضرت کو بھڑکھاگے؟ سفیر کو گالی دینا اور موجودگی رسولؐ کا احساس نہ کرنا پھر مذکور بت کے لئے مونث بات کرنا۔ کیسی تہذیب و علم و رواداری ہے؟

سوال ۳۴۳۔ صواعق محرقہ باب اول فصل ۵ اور روضۃ الاحباب جلد ۱۔

صفحہ ۴۱۰ میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنی صاحبزادی کا وظیفہ بیت المال سے دس ہزار درہم مقرر کیا، بتائیے و خیر رسولؐ کا باغ کیوں چھین لیا؟

سوال ۳۴۴۔ جنگ خندق میں حضرت ابوبکر کا کردار و کارنامے سپرد قلم کیجئے؟

سوال ۳۴۵۔ کتاب کشف المعطاء عن کتاب الموطا مطبع صدیقی لاہور ص ۳۱۰

میں ہے کہ ابوالنضر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ اُحد کے شہیدوں کے لئے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کا میں گواہ ہوں حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔

جیسے وہ مسلمان ویسے ہم جیسے انہوں نے جہاد کیا ویسے ہم نے کیا؟ فرمایا ”وَلَا اَدْرِ مَا تَجِدُوْنِیْ بَعْدِیْ“ یعنی معلوم نہیں کہ میرے بعد تم کیا احداث کرو گے تو ابوبکر رونے لگے۔۔۔ (کتاب المغازی وافدی غزوہ

احد ص ۱۰۲) جواب دیجئے حضورؐ نے ایسا کیوں فرمایا اور آپ کے صدیق اکبر کے گواہ کیوں نہ ہوئے؟

سوال ۳۴۶۔ ”اگر علیؑ بیعت نہ کرے تو اس کا گھر جلا دو“ حضرت ابوبکر کا یہ

حکم تاریخ ابوالفداء ص ۱۶۵ پر مرقوم ہے کیا خلیفہ برحق ایسے بیعت

طلب کیا کرتے ہیں؟

سوال ۳۴۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب الزائلۃ الخفا ص ۱۹۹ میں

لکھتے ہیں حضورؐ نے ابوبکر کو فرمایا ”تَقْلَتُکَ اَمَلٌ“ کہ تیری مال تہ

پر روئے۔ یہ کلمہ بدعا نیز ہے آنحضرتؐ نے ایسا ارشاد کیوں کیا؟

سوال ۳۴۸۔ کیا حضرت علیؑ کسی بھی جنگ میں حضرت ابوبکر کے ماتحت ہوئے؟

سوال ۳۴۹۔ کیا حضرت ابوبکر کے زمانے میں حضرت علیؑ نے کوئی جنگی خدمت

سرا انجام دی؟

سوال ۳۵۰۔ کیا حضرت سیدہ فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا حضرت ابوبکر

کے پاس کوئی مطالبہ لیکر تشریف لے گئیں؟
سوال ۱۳۵۱۔ اگر تشریف لے گئیں تو انہوں نے کیا طلب فرمایا؟ اور نہیں گئیں
تو پھر حدیث ”کا فوڑش“ حضرت ابو بکرؓ کس کو سنائی؟
سوال ۱۳۵۲۔ کیا غصب فدک کا جو قصہ شیعوں بیان کرتے ہیں وہ وقوع پذیر

ہوا؟

سوال ۱۳۵۳۔ اگر نہیں ہوا تو کتابوں میں درج کیوں ہو گیا؟
سوال ۱۳۵۴۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ فدک خاص آنحضرت
کی ملکیت تھا کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

سوال ۱۳۵۵۔ رسول مقبولؐ نے قبل از رحلت اپنی ازواج و اولاد وغیرہم
کلیے کچھ وصیت فرمائی یا نہیں؟

سوال ۱۳۵۶۔ اگر فرمائی تو کیا؟ کسی مستند کتاب سے وہ عبارت نقل کیجئے؟

سوال ۱۳۵۷۔ اگر نہیں فرمائی تو کیا اپنے اہل خانہ کو اُمت کے رحم و کرم پر بلا
ہدایت وصیت چھوڑ کر اس جہان سے رخصت ہوئے؟

سوال ۱۳۵۸۔ قرآن مجید میں وصیت کا جو حکم آیا ہے وہ نقل فرما دیجئے؟

سوال ۱۳۵۹۔ کیا رسول خداؐ حامل قرآن تھے؟

سوال ۱۳۶۰۔ اگر نہیں تھے تو اُمت کو عمل قرآن کی تعلیم کیوں فرمائی؟

سوال ۱۳۶۱۔ جب حضرت سیدہ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے
تاراض ہو کر ان سے قطع کلامی اختیار کر لی تو کیا حضرت علیؓ یا حضرت عباسؓ
نے بی بی صاحبہؓ کو خطا وار مٹھہرایا؟

سوال ۱۳۶۲۔ بعد از وفات سیدہ حضرت علیؓ یا اولاد فاطمہؓ میں سے کسی

ممعصوم ہستی نے جناب سیدہ کے اقدام کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا؟

سوال ۱۳۶۳۔ اگر کسی کا کوئی ایسا قول آپ کی نظر سے گزرا ہو تو برائے مہربانی مکمل
و مفصل طور پر نشاندہی کرا دیں؟

سوال ۳۴۴۔ آپ کی کتب میں موجود ہے کہ حضرت ابوبکر نے بی بی پاک سے گواہ طلب کئے تباہ کیوں؟

سوال ۳۴۵۔ جب حضرت ابوبکر نے حدیث ۱۱۸۰ نورث بیان کی تو کس کو گواہ پیش کیا؟

سوال ۳۴۶۔ کیا آپ اس اصول کو مانتے ہیں کہ قبضہ دلیل ملکیت ہوتا ہے؟

سوال ۳۴۷۔ اگر کوئی فریق مقدمہ اپنے خلاف مقدمہ کا خود ہی فیصلہ صادر کرے تو اس کی حیثیت قانونی نقطہ نگاہ سے کیا ہوتی ہے؟

سوال ۳۴۸۔ حضرت علیؑ علیہ السلام یا حضرات حسنین علیہما السلام کے اقوال سے ثابت کریں کہ حضرت ابوبکر کا فیصلہ منہی برحق تھا لیکن اسکا صحیح ہونا اور اس کے راویوں کا ثقہ ہونا ضروری ہے لہذا التوق بھی ساتھ ہی پیش کر دیجئے تاکہ شیعوں کا منہ بند ہو جائے؟

سوال ۳۴۹۔ قرآن مجید سے کسی ایک نبی کی مثال دے دیجئے جس کے وارثوں کو وراثت سے محروم کیا گیا ہو؟

سوال ۳۵۰۔ کیا قبل از وفات حضرت سیدہؓ آپ کے مطابق اپنی سہو خطا پر نادم ہو گئی تھیں؟ ثبوت مفصل درکار ہے؟

سوال ۳۵۱۔ اگر بی بی پاک نے ایسا نہیں کیا تو ان کا یہ فعل آپ کی نظر میں کیا شرعی حیثیت رکھتا ہے؟

سوال ۳۵۲۔ کیا عمر رسولؐ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیعت ابوبکر پر راضی ہوئے؟

سوال ۳۵۳۔ اگر عشرہ مبشرہ میں سے کوئی صحابی نادم آخر حضرت ابوبکر کی بیعت سے کنارہ کش رہے تو اسکی بشارت قائم رہے گی یا نہیں؟

سوال ۳۵۴۔ اگر رہے گی تو پھر یہ کیوں ضروری ہے کہ کوئی منکر خلافت

ابوبکر مستحق سزا سمجھا جائے؟

سوال ۱۳۷۵۔ اگر نہیں رہنے کی تو براہِ نرازش تمام اصحاب عشرہ مشبرہ کی بیعت ابوبکر ثابت کر دیجئے؟

سوال ۱۳۷۶۔ آپ کے ہاں ایک حدیث مشہور ہے کہ ”کل طویل احمق الا العمر“ یعنی عمر کے علاوہ تمام دراز قد احمق ہیں حالانکہ حضرت ابوبکر کا قد طویل تھا بتائیے (اپنی حدیث کے مطابق) حضرت ابوبکر کو استثنیٰ کیوں حاصل نہیں ہے؟

سوال ۱۳۷۷۔ حضرت ابوبکر نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک پل صراط پار نہ کر سکے گا جب تک علیؑ اس کو پروانہ راباری نہ دیں گے۔ کیا راوی حدیث کیلئے بھی ایسا پروانہ ضروری ہو گا یا نہیں؟

سوال ۱۳۷۸۔ کیا حضرت ابوبکر نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ میں حضرت علیؑ سے افضل ہوں؟

سوال ۱۳۷۹۔ اگر کیا تو کوئی ان کا ایسا قول نقل کر دیجئے؟

سوال ۱۳۸۰۔ اگر نہیں کیا تو پھر آپ یہ دعویٰ کیوں کرتے ہیں کہ ابوبکر حضرت علیؑ سے افضل ہیں؟

سوال ۱۳۸۱۔ اگر محض پہلے حاکم بن جنان ہی افضلیت کی دلیل ہے تو پھر کیوں یزیدؓ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل نہیں مان لیتے ہیں؟

سوال ۱۳۸۲۔ حضرت علی بن عثمان الہمویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری اپنی کتاب ”کشف المحجوب“ میں ایک روایت لکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ابوبکرؓ اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے ہیں یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا ہیں میں اللہ آپ کو معاف کرے۔ یہ کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ”جس خرابی سے میں دوچار ہوا ہوں اسی (زبان) کی وجہ سے ہوا ہوں“ فرمائیں وہ خرابی کیا

سہیل سکنیہ

۱۸۸ نمبر ۸-۶۱

کھتی؟

سوال ۳۸۳ء۔ منہاج السنہ میں علامہ امام اہل سنت ابن تیمیہ (جلد ۳ ص ۶۱۶) نے تحریر کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیعت ابوبکر کے منکر رہے حالانکہ جناب سعد ۱۰ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال ۳۸۴ء۔ کیا جس طریقہ سے حضرت ابوبکر کو نہ لایا گیا وہ بیہوشی پر ہے؟

سوال ۳۸۵ء۔ اگر خیر ہے تو پھر حضرت ابوبکر کے دست راست حضرت عمر نے کیوں کہا ”ابوبکر کی بیعت بلا سوچے سمجھے ناگہانی طور پر واقع ہو گئی تھی۔ اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا“ آئندہ اگر کوئی اس طرح کرے تو اسے قتل کر دینا (صواعق محررقہ ص ۳۶)

سوال ۳۸۶ء۔ اگر قبول آپ کے حضرت ابوبکر کی حکومت آئینی اور جمہوری تھی تو حضرت فاروق اہل سنت کی نظر میں ”فلسفہ“ کیوں ہے؟

سوال ۳۸۷ء۔ اگر حکومت سازی کا یہ طریقہ قابل استحسان ہے تو پھر جناب عمر بن خطاب نے حکم قتل کیوں دیا ہے؟

سوال ۳۸۸ء۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سادے دھڑے کس نے پورے کئے؟

سوال ۳۸۹ء۔ جناب ختمی مرتبت کے قرضے کون ادا کرتا رہا؟

سوال ۳۹۰ء۔ حضور اکرم نے تبرکات خاص کس کے حوالے کئے؟

سوال ۳۹۱ء۔ کیا آپ کی کتابوں میں کوئی ایسی صحیح مرفوع حدیث موجود ہے کہ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کے لئے ”خلیفہ“ یا ”وصی“ کے الفاظ استعمال کر کے اُمت کو ان کے حاکم ہونے کا حکم صادر فرمایا ہو؟ اگر ہے تو نقل کیجئے اور حوالہ مکمل دیجئے؟

سوال ۳۹۲ء۔ جناب زہ رسولؐ کو چھوڑ کر تدریس حکومت کیوں ضروری ہوا؟

سوال ۳۹۳ء۔ امکان سازش و حملہ کی صورت میں مرکز کی حفاظت ضروری

ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال ۱۳۹۴۔ مرکزی دارالسلطنت شرب کو خالی چھوڑ کر جانا حرصِ اقتدار کی ترکیب سمجھا جائے یا حفاظتِ حکومتِ اسلامیہ؟

سوال ۱۳۹۵۔ ”فہل عیستہ ان تو لیم ان تقسد وافی الارض و تقطعوا امر حاکمہ اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم واعمی البصارہم“

(سورہ محمد ۲۲، ۲۳) وہ وقت بالکل قریب ہے کہ تم لوگ حاکم بن جاؤ گے ارض (خدا) پر فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتے متقطع کر لو گے ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے کانوں کو پرہ کر دیا ہے اور آنکھوں کو اندھا کر دیا گیا ہے کیا یہ ارشاد خداوندی پیشگوئی نہیں ہے کیا حضرت ابوبکر کا دور آغاز فساد فی الارض اور انقطاع الارحام سے نہ ہوا؟

سوال ۱۳۹۶۔ حضرت عمر نے وفاتِ رسولؐ سے انکار کیوں کیا؟ اور لوگوں کو برہنہ تلوار سے قتل کر دینے کی دھمکی کیوں دی؟

سوال ۱۳۹۷۔ اگر ایسا کرنا فرطِ غم وفاتِ رسولؐ کا نتیجہ تھا تو کھچر تدفین و تکفین میں غیر حاہری کیوں ہوئی؟

سوال ۱۳۹۸۔ انزال اللہ الخفا شاہ ولی اللہ مقصد اول ص ۲۲ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ“ فرمائیے حضرت عمرؓ کو اپنی حیثیت کیوں معلوم نہ تھی؟

سوال ۱۳۹۹۔ حضرت عمرؓ بن خطابؓ کو سب سے پہلے امیر المومنین کس نے کہا؟ اور یہ لقب آپؓ کو کیوں پسند آگیا؟

سوال ۱۴۰۰۔ شیخ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں حضرت عمرؓ کو لقب ”فاروق“ اہل کتاب نے دیا آپؓ ثابت کیجئے کہ زمانہ رسولؐ مقبول میں یا دور ابوبکرؓ میں حضرت عمرؓ کو فاروقِ اعظمؓ کہا جاتا تھا؟

سوال ۱۴۰۱۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام جلد اول ص ۵۵ میں ہے کہ حضرت

۱۹۶

عمر ثوریت کا ایک نسخہ لیکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو پڑھنا شروع کیا آنحضرتؐ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ بُخدا اگر موسیٰ ہوتے تو تم اس کی اطاعت کرتے اور تم مجھے پھوڑ کر گمراہی اختیار کر لیتے لیکن اگر موسیٰ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میرا اتباع کرتے کیا آپ یہ بتانے کی تکلیف گوارہ کریں گے کہ حضرت موصوفؑ ناراضگی رسولؐ کا باعث کیوں ہوئے اور صرف کتاب انہوں نے بحضورؐ رسولؐ کیوں پڑھنا شروع کی؟

سوال ۲۰۲۔ حضرت عمرؓ کو خدمت رسولؐ میں قلم دوات پیش کرنے میں کیا اعتراض تھا؟

سوال ۲۰۳۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے بارے میں ”ہذیان“ والا لاکستھ جملہ کیوں کہا؟

سوال ۲۰۴۔ آپ کے ہاں حضرت عمرؓ بہت بہادر اور جبری مانے جاتے ہیں؟ جنگ بدر میں ان کے ہاتھ سے کتنے آدمی کفار کے مارے گئے یا زخمی ہوئے یا خود ان کو کتنے زخم آئے؟

سوال ۲۰۵۔ جنگ احد کے حالات میں تفسیر نیشاپوری جلد ۲ ص ۱۱ منتخب کنز العمال بر جہار شیعہ مسند احمد جنبل جلد ۱ ص ۴۲۹ اور النہایہ ابن اثیر جزیری باب الواو مع القاف ص ۳۴ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ حضورؐ کو زخم کفار میں پھوڑ کر فرار ہو گئے اور سپاہ پر پڑھ کر کبریٰ کی مانند چلا گئے مارتے تھے ”بتائے میدان میں وہ ثابت قدم کیوں نہ رہے کیا حضرت صاحب جہاد فرمانے آئے تھے یا کوہ احد پر پھلی چھلپا کھیلنے؟“

سوال ۲۰۶۔ جنگ خندق میں جب عمرو ابن عبدود نے لٹکارا اور حضرت رسولؐ اکرمؐ نے حضرت عمرؓ کو اس کا کلام قطع کرنے کا حکم دیا تو حضرت عمرؓ نے کیا جواب دیا مکمل نبوت کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

سوال ۲۰۷۔ حضرت عمرؓ نے خود اعتراف کیا ہے کہ انا شک آنحضرتؐ کی نبوت

- پر مجھے کبھی نہ ہوا جتنا کہ صلح حدیبیہ کے روز ہوا،
- بنائے نبوت پر شک ہونے کے باوجود بھی آدمی مومن رہ سکتا ہے
- جملے کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپ پہلے بھی شک کرتے رہے؟
- سوال ۲۰۸۔ کتب تاریخ میں ہے کہ فذک کے معاملے میں حضرت ابو بکر نے بی بی فاطمہ کے حق میں ان کو تحریر لکھ دی جیسا کہ تذکرہ خواص الامویہ
- ابن جوزی اور سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۹۲ وغیرہ سے ثابت ہے لیکن وہ وثیقہ حضرت عمرؓ نے لے کر پھاڑ دیا بتائے حضرت عمرؓ نے خود اپنے تسلیم شدہ خلیفہ و امام کی ہتک کیوں کی؟ علاوہ ازیں مہربانی کر کے اس تحریر کی نقل بھی فرما دیجئے؟
- سوال ۲۰۹۔ کیا حضرت عمرؓ نے خود کبھی نماز تراویح پڑھی اگر ٹیڑھی تو کسے پیچھے؟
- سوال ۲۱۰۔ طلاق ثلاثہ کا رواج کب سے شروع ہوا؟ صحیح مسلم میں باب الطلاق کا مطالعہ فرما کر جواب دیجئے؟
- سوال ۲۱۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب ۱ ص ۹۶ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے شراب نمیدہنی کی کیا آپ شراب کو جائز سمجھتے تھے؟
- سوال ۲۱۲۔ کیا حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کی آیت فیتیم معلوم تھی؟
- سوال ۲۱۳۔ اگر یاد رکھتی تو انہوں نے خلاف کتاب و سنت یہ فتویٰ کیوں جاری کر دیا کہ پانی نہ ملے تو نماز نہ پڑھو؟ (صحیح مسلم و صحیح بخاری)
- سوال ۲۱۴۔ جامع ترمذی جلد ۲ کتاب التفسیر ص ۳۳۲ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے وطی فی الدبر (یعنی عورت سے پیچھے کی جانب فعل کرنا) کا ارتکاب کیا تو اللہ نے آیت نسا کہ حرث لکم نازل کی حضرت صاحب کو الٹی راہیں کیوں پسند تھیں؟
- سوال ۲۱۵۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری باب ۱ ص ۶۷ کتاب التفسیر میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب اس نفل (وطی فی الدبر) کے ہمیشہ

۱۹۲

فائل رہے کیا اپنے والد کی عادت اُن کو اللہ کے حکم سے بھی عزیز تھی؟
سوال ۴۱۸۔ موجودگی آرب میں دلفانی یعنی ڈھیلے پچتر سے استنجا کرنے کا
جواز قرآن مجید میں دکھائیے؟

سوال ۴۱۹۔ کسی مرفوع حدیث سے یہ طریقہ طہارت ثابت کر دیجئے کہ یہ
سُنّت نبی کریم ہے۔

سوال ۴۱۸۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ اول ص ۶۷ میں ہے
کہ حضرت عمرؓ پدیشاب کے بعد اپنے ذکر کو دیوار پر لگوا، کیا فعل عمر
کو سُنّت رسولؐ کہنا بہتان نہیں ہے؟

سوال ۴۱۹۔ راز دار رسولؐ حضرت حذیفہؓ سے حضرت عمرؓ اپنے بارے میں
کیا دریافت کیا کرتے تھے؟

سوال ۴۲۰۔ صحیح مسلم و تاریخ ذائقہ میں ہے کہ صحابہ سے حضورؐ نے
دریافت کیا کہ جس وقت تم یہ خزانہ فارس اور روم کے مُنہ کھولے
جائیں گے اس وقت تم کیسے لوگ ہو گے، عبدالرحمن بن عوف نے کہا
جیسا کہ ہمیں خدا نے حکم دیا ہے۔ ویسے ہی ہو گے آنحضرتؐ نے فرمایا
”کبھی نہیں“ بلکہ تم باہم حسد و نفسانیت کرو گے اور بغض رکھو گے اور
یہ بھی فرمایا کہ مجھے تمہارے مشرک ہونے کا خوف نہیں مگر تم حرص و ہوا
میں پھر جاؤ گے“ تیناے روم، فارس کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ
کب آئے؟ اور اس وقت حاکم مسلمان کون تھا؟

سوال ۴۲۱۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیرۃ ص ۴۸ میں حدیث
رسولؐ ہے کہ ”خُذُوا اس دینَ اِسْلَامَ“ کی ایک شخص فاجر سے
نامید کرے گا اس حدیث پر تبصرہ کر دیجئے

سوال ۴۲۲۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الامات میں ہے حضورؐ نے فرمایا ”تم
(اصحاب) لوگ امارت حکومت پر زیادہ لالچی ہو جاؤ گے مگر قیامت کے

دن پچھتاؤ گے، کیا پیشگوئی رسولؐ بعد از وفاتِ حضورؐ اسی پوری نہیں ہو گئی تھی؟

سوال ۱۲۲۳۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علیؓ روزِ قیامت خدا کے سامنے دو زانو بیٹھ کر اپنے خصم سے حق جوئی کریں گے (کتاب المغازی پ ۱۹ ص ۹) حضرت امیر علیہ السلام کس چیز کا مطالبہ کریں گے وضاحت فرمادیتے؟

سوال ۱۲۲۴۔ حضرت حذیفہؓ ہماری رضی اللہ عنہ نے زمانہ اصحابِ ثلاثہ دیکھا اور ۳۷ھ میں وفات پائی۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حینابِ حذیفہؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا؟ یا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی؟

سوال ۱۲۲۵۔ صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الامارات ص ۱۲، صحیح بخاری کتاب المناقب پ ۵۲، مشکوٰۃ شریف کتاب النفس حصہ سوم ص ۲ پر حضرت حذیفہؓ کی ایک حدیث نقل ہوئی ہے آپؓ فرماتے ہیں کہ:-

میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ پہلے ہم ایک شریک تھے خدا نے بعد اس کے خیر بخشی (یعنی زمانہ جاہلیت سے دور رسولؐ بدلا) اب ہم اس میں ہیں کہ اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے حضورؐ نے فرمایا ہاں حذیفہؓ نے تجھے یہی سوال دھرایا اور حضرتؐ نے وہی جواب دیا حذیفہؓ نے

پوچھا کہ وہ شریکوں کو ہوگا؟ نبی کریمؐ نے جواب دیا کہ عنقریب ایسے لوگ امام و پیشوا بن جائیں گے کہ میری سنت و ہدایت پر نہ چلیں گے اور بہت قریب ہے کہ ان میں سے مردہوں میں سے ولی مثل شیطان

کے ہوئے اور ہم انسان کا حذیفہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں ان کا زمانہ دیکھوں تو کیا کروں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ان کی اطاعت

مت کرنا۔ اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی کر دی جائے،

(متفق علیہ) کیا صرف یہی ایک حدیث متفق علیہ خلافتِ ثلاثہ کو باطل

۱۹۴

کھڑا دینے کے لئے کافی نہیں ہے؟

سوال ۱۴۲۶۔ اگر حضرت عمر کو رسول اللہ نے جنتی ہونے کی بشارت دے

دی تھی جیسا کہ آپ نے ان کو عشرہ مبشرہ میں شمار کیا ہے تو فرمائیے

انہیں بشارت رسول پر یقین و ایمان تھا یا نہیں؟

سوال ۱۴۲۷۔ اگر تھا تو پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے راز کیوں اگلائے کیلئے

پر تو لا کرتے تھے؟

سوال ۱۴۲۸۔ کیا یہ کہیں چور کی دال تھی میں تنکا تو نہ تھا؟ (اللہ عز و جل کے لئے)

کترین کی غلط فہمی دور کر دیجئے اگر آپ خود کو حق پرست سمجھتے ہیں)

سوال ۱۴۲۹۔ عبدالنہویؒ میں حضرت عمر کو نصیر کے علاوہ کس کس جنگ میں

امیر لشکر مقرر کیا گیا اور ان کی قیادت میں مسلمانوں کو کس کس اہمیت کی

جنگی کامیابیوں کا حاصل ہوئیں؟ ذرا تفصیل سے ایسے کارہائے نمایاں لکھ

دیں اور ثبوت مکمل دیں؟

سوال ۱۴۳۰۔ کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا واقعہ بھی ہے کہ حضرت علی علیہ

السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کے ماتحت

کروایا ہو؟ اگر ہے تو نشان دہی فرمائیں۔

سوال ۱۴۳۱۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت

ابوبکر اور حضرت عمر کو گناہ گار جانا کیا آپ اپنے امام مسلم اپنے فاروق اعظم

اور اپنے خلیفہ چہارم حیدر کو رابر اعتبار کرتے ہیں؟

سوال ۱۴۳۲۔ صحیح مسلم ہی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا ہے حضرت امیر علیہ

السلام نے حضرت شعیب (ابوبکر و عمرؓ) کو خائن کہا فرمائیے ان دونوں نے

کیا خیانت کی تھی؟ اگر یہ حضرات امین تھے تو علیؑ نے ان پر ایسا

بہتان کیوں باندھا؟

سوال ۱۴۳۳۔ امام مسلم کی اسی روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ ان دونوں

خلیفوں کو غادر بھی فرمایا اس کی وجہ بتائیے؟
 سوال ۱۲۳۴۔ مسلم شریف کی اسی روایت میں ہے حضرت علیؑ نے ان دونوں کو کاف جانا۔ کیا صدیق، فاروق کو امام المتقین نے کاف کہا کہ کھجواٹ بولا؟ (معاذ اللہ)

سوال ۱۲۳۵۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں بنی ہاشم کے کس فرد کو کلیدی عہدہ یعنی گورنری وغیرہ کے فرائض سونپے؟
 سوال ۱۲۳۶۔ انصار میں سے کن کن اصحاب کو حضرت عمرؓ نے گورنر بنایا پوری فہرست مرتب فرمائیے؟

سوال ۱۲۳۷۔ سوال ۲۹۵ میں ہم نے سورہ محمدؑ کی دو آیات نقل کی ہیں ان کی تلاوت دوبارہ کر کے اس حدیث کا مطلب سمجھا دیجئے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری آیات بکسر و محرف قال هذا ان السمع والبصر (ترمذی شریف) یعنی حضورؐ نے فرمایا جیب ابو بکر و عمر کو دیکھا کہ شینوائی و بینائی ہیں کیا یہ حدیث مطابق قرآن ہے یا خلاف قرآن؟

سوال ۱۲۳۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ”اگر علیؑ ابن ابی طالب موجود نہ ہوتے اور پیچیدہ معاملات و پیش آتے تو حضرت عمرؓ ہمیشہ گھبراہٹ کرتے تھے۔ (ص ۹۳ مطبوعہ زمیندار پریس لاہور) فرمائیں اگر وہ فاروق تھے تو یہ گھبراہٹ کیوں محسوس کرتے تھے؟
 سوال ۱۲۳۹۔ مطالب السؤل ص ۳ پر حضرت عمرؓ کا اقرار ہے کہ ”علیؑ ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں“ کیا ہم سب میں حضرت عمرؓ شامل نہیں؟
 سوال ۱۲۴۰۔ آپ کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح معاذ اللہ حضرت عمرؓ سے کر دیا اگر آپ یہ بات صحیح سمجھتے ہیں تو وہ تاریخ اور سن، ہجری بتائیے جیب یہ نکاح ہوا اور نکاح کس نے پڑھایا؟ مکمل دستخطیہ عوالدیں۔

۱۹۶

سوال ۱۴۴۱۔ زوبہ حضرت عمر ارم کلثوم کی وفات کب ہوئی؟ سن ہجری لکھ دیجیے کافی ہے۔

سوال ۱۴۴۲۔ جب حضرت عمرؓ نے اس بی بی سے نکاح کیا تو ان کی عمر کتنی تھی اور بی بی صاحبہ کا سن کیا تھا؟

سوال ۱۴۴۳۔ جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو بی بی صاحبہ کی عمر کتنی تھی؟

سوال ۱۴۴۴۔ حضرت عمرؓ نے اس نکاح کی غرض و غایت کیا بیان کی ہے؟ مکمل جوابات سے لکھئے؟

سوال ۱۴۴۵۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ نکاح کیا تو ان کی کتنی بیویاں اور لونڈیاں موجود تھیں اور اولاد کتنی تھی تفصیل بیان کریں؟

سوال ۱۴۴۶۔ جب کوئی نانا اپنی نواسی سے عقد کرے تو آپ اس کو کیا کہیں گے؟

سوال ۱۴۴۷۔ مسند رک حاکم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے جب حضرت عمرؓ نے رشتہ مانگا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ رشتہ اپنے بھتیجے ابن جعفر کے لئے رکھا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے کہا آپؓ یہ رشتہ مجھے دیں بخدا کوئی شخص مجھ سے زیادہ اس اعزاز کا امیدوار نہیں ہے پس حضرت علیؓ نے اُم کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا؟

جواب طلب امر یہ ہے کہ جب رشتہ ابن جعفر کیلئے مخصوص ہو چکا تھا تو پھر حضرت عمرؓ نے ایک منسوب بی بی کیلئے ایک ہاشمی رشتہ دار رسولؓ کے رشتہ میں رد و اکیوں اٹکایا؟ اور ایک مومن ہاشمی رشتہ دار رسولؓ کا رشتہ تڑا کر اس بڑھاپے میں اپنے ہاتھ پیالے کرنے کا خواب کیوں دیکھا؟

سوال ۱۴۴۸۔ حضرت علیؓ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے فرزند کے جذبات کو ٹھیس کیوں پہنچائی اور معاذ اللہ

اپنی بیٹی کے لئے موزوں رشتہ تجویز کرنے کے بعد ایک ضعیف العمر شخص کو اپنی نابالغ لڑکی کیوں دے دی؟ خدا کے واسطے اخلاقی ضوابط کی روشنی میں یہ جواب دیجئے؟

سوال ۱۴۴۹۔ امام اہل سنت حاکم کا بیان اسی روایت میں اسی طرح جاری ہے کہ حضرت عمر مہاجرین کے پاس آئے اور اُن سے کہا مجھے مبارک باد کیوں نہیں دیتے لوگوں نے پوچھا کس بات کی؟ تو انہوں نے کہا ”کلثوم بنت علی وابنتہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ یعنی اُم کلثوم بنت علی اور فاطمہ بنت رسول اللہ کی بیٹی کی۔“

کیا ایک عمر رسیدہ شخص اس طرح بھی مبارک باد طلب کرتا اچھا لگتا ہے؟ اور پھر کہ اگر حضرت صاحب کو صرف ”ام کلثوم بنت علی“ ہی کہنے پر صبر کیوں نہ آ گیا تذکرہ فاطمہؑ و رسولؐ کی ضرورت کس مصلحت کے تحت محسوس ہوئی؟

سوال ۱۴۵۰۔ کیا حضرت عمرؓ نے حضرت رسولؐ کریم سے سیدہ فاطمہؑ زہراؑ السلام اللہ علیہا کارشتہ مانگنے کی کوشش کی تھی؟

سوال ۱۴۵۱۔ اگر کی تھی تو آنحضرتؐ نے کیا جواب دیا تھا مکمل واقعہ لکھتے بہتر ہے کہ مشکوٰۃ شریف ملاحظہ کریں؟

سوال ۱۴۵۲۔ حضرت عمرؓ نے اپنی ساری عمر میں کتنی شادیاں کی تھیں۔ اُن کی ازواج کی فہرست لکھیے؟

سوال ۱۴۵۳۔ حضرت سیدہ فاطمہؑ زہراؑ کی وفات کس سن ہجری میں ہوئی؟

سوال ۱۴۵۴۔ اس وقت اُن کی اولاد اور ان کی عمریں کیا کیا تھیں؟

سوال ۱۴۵۵۔ قتیبہ دینوری کی کتاب المعارف مطبوعہ مصر ص ۷۷ میں لکھا

ہے کہ ”حضرت علیؑ کی تمام لڑکیوں کی شادی اولادِ عقیل و اولادِ عیاس سے ہوئی تھی سوائے اُم الحسنؑ بنت اُم سعید کے جن کی شادی

جعدہ بن ہبیرہ مخزومی سے ہوئی اور سوائے فاطمہ کے جن کی شادی سعید بن الاسود سے ہوئی، بتائیے آپ کے امام قسبہ نے اس استنار میں بی بی اُم کلثوم کا تذکرہ کیوں نہیں کیا ہے؟

سوال ۴۵۶:- مولوی محمد انصار اللہ صاحب محمدی صدیقی حنفی چشتی بدایونی اپنی کتاب ”السر المختوم فی تحقیق عقد اُم کلثوم“ میں لکھتے ہیں کہ ”ناظرین یہ سب راوی اول کی فضولیات ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ابتداً ایک مفتری زبیر بن بکار ایسے کذاب اور وضع حدیث نے حضرت عمر فاروق پر یہ نہمت لگائی ہے اور حضرت علیؑ پر یہ بھوٹ بولا ہے کہ عقد اُم کلثوم بنت علی کا واقعہ اپنے دل سے تراش کر بیان کر دیا ہے“ اہل سنت مولوی انصار اللہ صاحب کی اس تحقیق پر تبصرہ فرمائیے؟

سوال ۴۵۷:- اس افسانوی عقد کے راوی زبیر بن بکار کو اپنی ہی کتب ارجال سے قابل اعتبار ثابت کر دیجئے؟

سوال ۴۵۸:- صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں زبیر بن بکار کی کوئی اور حدیث نکال دیجئے؟

سوال ۴۵۹:- جب علمائے شیعہ کے نزدیک زبیر مذکور دشمن اہل بیت ناقابل اعتبار، کاذب و مفتری ثابت ہے تو پھر آپ اس کی روایات کو ماننے پر کس طرح مجبور کر سکتے ہیں؟ جب کہ خود مذہبِ سنیہ میں بھی اسے ایسا ہی درجہ حاصل ہے۔

سوال ۴۶۰:- حضرت داتا گنج بخش لاہوری اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں حضرت عمر قرآن اونچا اس لئے پڑھتے تھے کہ شیطان بھاگے جب کہ آپ کے ہاں حدیث ہے شیطان اس راہ پر نہیں آتا جس راہ پر عمرؓ ہو بتائیے جب شیطان آتا ہی نہیں تو پھر حضرت صاحبِ بھگت کے تھے؟

سوال ۱۴۶۱:- حضرت عمر سے رسول خداؐ نے فرمایا ”هَلْ أَنْتَ الْأَحْسَنُ مِنْ حَسَنَاتِ ابْنِ الْبَكْرِ“ یعنی اسے عمر تو ابوبکرؓ کی تمام نیکیوں میں سے ایک نیکی کے مرتبہ پر ہے (کشف المحجوب) جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خطبہ اول میں کہا کہ مجھ پر شیطان مسلط ہے۔ تبائیے وہ شخص افضل ہوگا جس پر شیطان مسلط ہو یا وہ افضل ہے جس سے شیطان دور رہے؟

سوال ۱۴۶۲:- اگر وہ شخص افضل ہے جو شیطان سے محفوظ ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے ہیں کیا آپ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل مانتے ہیں؟

سوال ۱۴۶۳:- اگر نہیں مانتے تو حضرت ابوبکرؓ کے اقرار تسلط شیطان کا کیا بنے گا؟ حالانکہ اللہ کے خاص بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوتا ہے؟

سوال ۱۴۶۴:- بقول آپ کے جب حضرت عمرؓ کے گھر حضرت اُم کلثومؓ کی ختی ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے ہونا دیا اور ناگفتہ بہ سلوک کیا آپ اُسے صحیح مانتے ہیں؟

سوال ۱۴۶۵:- جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو بی بی اُم کلثومؓ کو حضرت عمرؓ کی میراث سے کیا حصہ ملا، مفصل بیان کیجئے؟

سوال ۱۴۶۶:- کیا حضرت علیؓ وفات عمرؓ کے وقت مدینہ میں تھے؟

سوال ۱۴۶۷:- اگر مدینہ میں موجود تھے تو انہوں نے جنازہ عمر ابن خطابؓ میں شرکت کی؟

سوال ۱۴۶۸:- اگر شرکت فرمائی تو اس کا ثبوت پیش کیجئے مگر صحیح و معتبر؟

سوال ۱۴۶۹:- اگر نہیں شرکت کی تو وجہ بتائیں کہ انہوں نے یہ سعادت کیوں حاصل نہ کر لی اور اپنے افسانوی داماد کے آخری دیدار سے کیوں محروم رہے؟

سوال ۱۴۷۰:- جب حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد شوریٰ منعقد ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سیرت کی پیروی کرنے کی شرط

۲۰۰

نامنظور فرما کر حکومت کیوں ٹھکرا دی؟

سوال ۱۴۱۔ حبیب کتاب اللہ کہہ کر حدیث رسول یعنی سنت کے اتباع کا انکار سب سے پہلے کس نے کیا؟

سوال ۱۴۲۔ مولوی عبدالسلام ندوی تاریخ فقہ اسلامی (ترجمہ تاریخ السنن الاسلامی علامہ خضریٰ) حصہ ۳ میں علامہ حافظ ذہبی کا ایک بیان نقل کرتے ہیں جو مراسیل ابن ابی ملیکیہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے حکم دیا "احادیث کی روایت کر کے تلاوت قرآن میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا صرف قرآن مجید پر بس کرو" جب اہلسنت کے خلیفہ دوم احادیث رسول کی اہمیت کا انکار کرتے ہیں تو پھر شیعوں کے ہاں احادیث کی کیا وقعت و منزلت ہے؟ پرویز صاحب بھی تو اتباع عمر ہی کرتے ہیں اودہ قصور وار کیوں؟

سوال ۱۴۳۔ مولوی ندوی صاحب اسی جگہ پر لکھتے ہیں کہ "لوگوں نے حدیث کی خواہش کی انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو حضرت عمر نے اس کی ممانعت کی ہے۔" زمانہ اصحاب رسولؐ میں جب کہ حضورؐ کے وصال کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا ایسی ممانعت کس وجہ سے کر دی گئی؟

سوال ۱۴۴۔ اگر حضرت عمرؓ کو یہ نہدش تھا کہ لوگ حضورؐ کی طرف غلط احادیث منسوب نہ کر دیں لہذا ممانعت کر دی تو فرمائیے سارے اصحاب عادل کیسے ہوئے جب کہ صحابہ کو خود صحابہ پر ہی اعتماد تھا اور ان پر شک تھا؟

سوال ۱۴۵۔ کیا حضرت عمرؓ کے زمانے میں قرآن مجید نے کئی صورت اختیار کر لی اور مسلمانوں میں یہ کتاب رائج ہو گئی تھی؟

سوال ۱۴۶۔ اگر ہو گئی تھی تو پھر حضرت عثمانؓ نے اس میں رد بدل کر کے شیخ دوم کی مخالفت کیوں کی؟

سوال ۱۴۷۔ اگر کتابی شکل رائج نہ ہوئی تھی تو پھر وہ غیر مرتب

و نامکمل کافی کیسے ہوگی؟

سوال ۴۷۸۔ اگر حضرت عمر اقبال رسولؐ کو ضروری سمجھ کر جزو دین سمجھتے
کھتے تو انہوں نے کیوں نہ کچھ مخلص صحابہ کی ایک جماعت مقرر کر دی جو
احادیث رسولؐ کی تدوین کر کے ایک جامع کتاب احادیث بنوی تیار
کر دیتی؟

سوال ۴۷۹۔ مولوی شبلی نعمانی "الفاروق" میں حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مکالمہ نقل کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کا یہ
استفسار بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس سے پوچھا "میں
نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت
حسداً اور ظلماً چھین لی، اور ابن عباس نے جواب دیا ظلماً کی نسبت
تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیوں کہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے لیکن حسداً
تو اس کا کیا تعجب ہے ابلیس نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا ہم لوگ آدم ہی
کی اولاد ہیں۔ پھر خسودہوں کو کیا تعجب ہے؟ فرمایا حضرت عمرؓ کو
ایسا کھٹکا کیوں تھا کہ ابن عباس سے یہ باتیں دریافت کیں؟

سوال ۴۸۰۔ اہل سنت معتزلی علامہ ابن ابی الحدید اپنی شرح نہج البلاغہ
میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا یہ بھی امر واقع ہے کہ آنحضرتؐ
نے اپنے مرض موت میں علیؓ کے نام کی تصریح کر دی چاہی کھتی مگر
میں نے اس سے ان کو روک دیا، فرمایا رسولؐ اکرمؐ کو جب حضرت عمرؓ
نے اس بارے میں رکنے کا مشورہ دیا تو کیا کہا؟ آنحضرتؐ نے اس
وقت کیا جواب دیا؟ نکالنے کی صورت میں اپنی کسی معتبر کتاب سے
نقل کر دیجئے؟

سوال ۴۸۱۔ تاریخ بغداد میں علامہ احمد ابن ابی طاهر نے لکھا ہے حضرت
عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو کہا کہ اے ابن عباسؓ یہ تو درست ہے کہ

جناب رسول خدا کا یہی ارادہ تھا کہ خلافت، علیؑ کو ملے لیکن جناب رسول خدا کے چاہتے سے کیا ہوتا ہے جب خدا نے نہ چاہا کہ خلافت علیؑ کو ملے، بواب دیں کہ اگر رسولؐ آپ کے بقول عمر کو مسلمان کرنا چاہیے تو وہ تو مسلمان ہو جائیں لیکن اگر علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہیں تو اللہ ایسا نہ چاہے! آخر خدا کو علیؑ میں کیا نقص نظر آگیا نیز وہ آیت پیش کر دیجئے کہ جس میں خدا نے نبی کی اس خواہش سے ان کو باز رکھا ہو؟

سوال ۱۴۸۲ء۔ کیا آپ حضرت عمر کو عاشق رسولؐ مانتے ہیں؟

سوال ۱۴۸۳ء۔ کیا کوئی عاشق صادق ایسا بھی ہوا ہے کہ جس نے اپنے معشوق کی خواہش کا احترام نہ کیا ہو؟

سوال ۱۴۸۴ء۔ اگر کوئی ایسا بد بخت عاشق ہے تو اس کا نام و تعارف مکمل لکھیے اور اگر نہیں تو پھر معیار عشق پر حضرت عمرؓ کیسے پورے اترے؟

سوال ۱۴۸۵ء۔ کیا جو شخص حضرت علیؑ پر ظلم کرے وہ ظالم ہوگا؟

سوال ۱۴۸۶ء۔ رسولؐ مقبول کو اسلام زیادہ عزیز تھا یا حضرت عمرؓ کو اسلام سے زیادہ محبت تھی؟

سوال ۱۴۸۷ء۔ علامہ اہل سنت علیؑ متقی اپنی کتاب کنز العمال ج ۴ ص ۱۵۵

حدیث ۲۵۸۲ لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ”سیکون بعدی

فتنتہ فاذا کان ذلک فالزمو علی بن ابی طالب فانہ الفاروق

بین الحق والباطل“ یعنی میرے بعد فوراً فتنے اٹھیں گے پس جب ایسا

ہو تم علی بن ابی طالب کا دامن پکڑنا وہ فاروق، حق و باطل بے کیوں

دیجئے حضرتؑ نے اُمت کو حضرت عمرؓ کی بجائے حضرت علیؑ کے حوالے

کیوں کیا؟

سوال ۱۴۸۸ء۔ جب حضرت عمرؓ آپ کے بقول فاروق ہیں تو پھر حضرت علیؑ کو

حضورؐ نے اس لقب سے کیوں سرفراز فرمایا؟

۲۰۳

سوال ۱۴۸۹۔ ”سیکون“، عربی میں مستقبل قریب کیلئے استعمال ہوتا ہے
جواب دیجئے بعد از رسولؐ وہ فتنوں کا قریبی زمانہ کون سا تھا؟

سوال ۱۴۹۰۔ حضرت عمرؓ نے جو ثور کی کمیٹی بنائی اس میں اختلاف کی صورت میں
قتل کرنے کی شرط کیوں عائد کی؟

سوال ۱۴۹۱۔ امور شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمرؓ کی اولیات میں شمار کیا جاتا
ہے (الفاروق شبلی) لیکن علمائے اسلام کا قول ہے کہ ”اولیٰ حق قاس

ابلیس“ جناب جواب دیں کہ حضورؐ اور ابوبکرؓ نے قیاس کو کیوں نہ مانا؟

سوال ۱۴۹۲۔ رسولؐ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ عاقل و عالم تھے یا
حضرت عمرؓ؟

سوال ۱۴۹۳۔ اگر حضرت عمرؓ سے زیادہ عقل مند اور صاحب علم تھے
تو پھر آپؐ اُن ہی کو نبی کیوں نہیں مان لیتے؟

سوال ۱۴۹۴۔ اور اگر آنحضرتؐ ہی حضرت عمرؓ سے زیادہ عالم اور عاقل تھے تو
پھر حضرت عمرؓ نے حضورؐ کی شریعت کو خلاف عقل سمجھتے ہوئے نکتہ چینی کر کے
دین کے احکام میں رد و بدل کیوں کیا؟ الفاروقؓ میں اولیات کا مطالعہ
کر کے اس سوال کا مفصل جواب دیجئے؟

سوال ۱۴۹۵۔ حضرت عثمان ابن عفانؓ نے بعثت کے کون سے سن میں اسلام
قبول کیا؟

سوال ۱۴۹۶۔ حضرت عمرؓ پہلے اسلام لائے یا حضرت عثمانؓ پہلے مسلمان ہوئے؟

سوال ۱۴۹۷۔ دونوں حضرات میں قبول اسلام کا درمیانی وقفہ کتنی مدت تھا؟

سوال ۱۴۹۸۔ دونوں اصحاب میں کس کا درجہ اسلام اولیٰ تھا پہلے مسلمان ہونے
والے کا یا بعد والے کا؟

سوال ۱۴۹۹۔ قبول اسلام میں تقدیم و تاخیر کے علاوہ کیا کوئی اور وجہ
بھی ہے جو ان دونوں میں باعث امتیاز و درجہات ہے؟

۲۰۴

سوال ۱۵۰۰۔ حضرت عمر قبل از اسلام کون سے کسب معاش سے وابستہ تھے؟

سوال ۱۵۰۱۔ حضرت عثمان مسلمان ہونے سے پہلے کیا کاروبار کیا کرتے تھے اور ان کی مالی حیثیت کیا تھی۔ جائیداد اور دوسری معاشی دولت کا ایک گوشوارہ مرتب فرمادیجئے جس سے معلوم ہو جائے کہ حضرت صاحب قبل از اسلام اتنی مالی حیثیت کے مالک تھے؟

سوال ۱۵۰۲۔ جب حضرت عثمان نے قبول اسلام فرمایا تو کتنی دولت بارگاہ نبوی میں نذر کی کسی تاریخی حوالہ سے نقل کر کے اس کی تصدیق حدیث متواترہ سے کرو دیجئے؟

سوال ۱۵۰۳۔ حضرت ام المومنین بی بی خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی دولت اور جناب عثمان کی دولت کا ایک تقابلی گوشوارہ مرتب فرمائیے جس سے دونوں ہستیوں کے ایشارہ مالی کا جائزہ ایک نظر میں آجائے؟

سوال ۱۵۰۴۔ جس وقت ام المومنین سیدۃ المسلمین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا تو ان کی مالی پوزیشن کیا تھی؟

سوال ۱۵۰۵۔ بی بی صاحبہ کی کتنی رقم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی ضروریات کی مدتی خرچ فرمائی؟

سوال ۱۵۰۶۔ کیا کوئی ایسی روایات آپ کی کتب میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرتؐ نے یہ اقرار کیا ہے کہ ان کے ذمہ بی بی معظّمہ کا اتنا قرض ہے؟

سوال ۱۵۰۷۔ اگر یہ بات کتابوں میں موجود ہے تو فرمائیے وہ قرض کتنا تھا؟

سوال ۱۵۰۸۔ اس کی ادائیگی حضرتؐ نے کس طرح فرمائی؟

سوال ۱۵۰۹۔ بی بی صاحبہ کے انتقال کے بعد حضورؐ کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپ نے مکہ چھوڑ دیا۔ اس وقت حضرت عثمان کہاں تھے مکہ میں تھے یا کہیں اور؟

سوال ۱۵۱۰۔ اگر حضرت عثمان مکہ میں تھے اور دیگر لوگوں کے ساتھ انہوں نے ہجرت کی تھی تو بتائیے اس وقت ان کی مالی حالت کیا تھی؟

۲۰۵

سوال ۱۵۱۵ء۔ مکہ سے مدینہ کوچ کرتے وقت اُن کو کتنا مالی نقصان اٹھانا پڑا؟
سوال ۱۵۱۶ء۔ بوقت ہجرت حضرت عثمان نے کتنی رقم یا اثاثے بارگاہِ رسولؐ میں پیش کیے؟

سوال ۱۵۱۷ء۔ مدینہ منتقل ہونے کے بعد حضرت عثمان نے کون سا معاشی دھندہ شروع کیا؟

سوال ۱۵۱۸ء۔ جس وقت حضرت عثمان کی بیوی حضرت رقیہ کا انتقال ہوا تھا اس وقت آپ کی بیویوں کی تعداد کیا تھی؟

سوال ۱۵۱۹ء۔ جب اُم کلثوم آپ کے ہاں نکاح میں آئیں تو آپ کتنی ازواج کے شوہر تھے؟

سوال ۱۵۲۰ء۔ حضرت رقیہ کا نکاح کون سے سال میں حضرت عثمان سے ہوا اور بی بی کی عمر اس وقت کیا تھی؟

سوال ۱۵۲۱ء۔ حضرت رقیہ کا نکاح فرزند ابولہب سے ہوا تھا وہ کتنا عرصہ اپنے شوہر کے گھر رہی؟

سوال ۱۵۲۲ء۔ حضرت رقیہ کا جب پہلا نکاح ہوا تو آپ کی عمر کتنی تھی؟

سوال ۱۵۲۳ء۔ جنگ بدر میں حضرت عثمان نے اگر جہاد فرمایا تو ان کے ہاتھ سے کتنے کافر مارے گئے؟ صرف دو کے نام لکھ دیں اور اپنی کتب سے مکمل حوالہ پیش کر دیں؟

سوال ۱۵۲۴ء۔ جنگ اُحُد میں حضرت عثمان شامل تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو ثابت کر دیجئے کہ انہوں نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا مکمل و مستند ثبوت دیں؟

سوال ۱۵۲۵ء۔ کیا رسولؐ مقبول اپنے عہد و معاہدہ پر کاربند رہا کرتے تھے یا نہ اکت وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاذ اللہ عہد شکنی بھی کر دیا کرتے تھے؟

سوال ۱۵۲۶ء۔ اگر حضورؐ بات کے پکے اور قول کے سچے تھے تو وہ شرائط ملہ نقل فرمائے جسکے تحت صلح حدیبیہ ہوئی؟

۲۰۶

سوال ۱۵۲۳۔ کیا صلح نامہ ہیں یہ شرط تھی کہ اگر کوئی کفار کا آدمی مدینہ آئے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان مکہ میں پکڑا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائیگا؟

سوال ۱۵۲۴۔ اگر یہ شرط مسلمہ تھی تو پھر حضرت عثمان کی گرفتاری پر رسول معاہدہ سے انحراف کس طرح کر سکتے تھے؟

سوال ۱۵۲۵۔ کفار مکہ نے کون سی خلاف ورزی کی تھی؟

سوال ۱۵۲۶۔ کیا خدا بھی وعدہ وعید کا پاس نہ کرتا؟

سوال ۱۵۲۷۔ اگر کرتا تو بیعت شجرہ کو ایک غیر آئینی اور خلاف عہد و جد کی بنا پر منسوخ کرنے کا حکم کیوں دیتا؟ کیوں کہ آپ کے بقول بیعت رضوان حضرت عثمان کے لئے تھی؟

سوال ۱۵۲۸۔ قتل عثمان کی افواہ بھوٹی تھی لیکن خدا کو تو اس کا علم تھا پھر کیا

بھوٹی افواہ کے باعث اتنا اہم انتہام کیوں کیا گیا؟

سوال ۱۵۲۹۔ جب معلوم ہو گیا کہ عثمان زندہ ہیں پھر یہ اقدام کیوں نہ روک دیا گیا جس کی اساس صرف غلط فہمی پر تھی؟

سوال ۱۵۳۰۔ اگر بیعت رضوان کا باعث حضرت عثمان کا واقعہ تسلیم کر لیا جائے

تو خدا کے علم کی نفی، رسول کی امانت و صداقت کا انکار اور وحی مصنوعہ

جیسے رکیک امور جنم لیتے ہیں کیا یہ صداقت دین پر کاری ضرب نہیں ہے؟

سوال ۱۵۳۱۔ جن لوگوں نے بیعت رضوان توڑی کیا وہ اس بیعت کی فضیلت

کا استحقاق بیعت شمس کی باوجود رکھتے ہیں؟

سوال ۱۵۳۲۔ جنگ حنین اس بیعت کے بعد ہوئی فرمائیے جن لوگوں نے اس

جنگ میں فرار اختیار کیا وہ بیعت شمس ہوئے یا نہیں ہوئے؟

سوال ۱۵۳۳۔ قرآن مجید میں جنگ حنین میں مسلمانوں کی کیفیت موصوفہ ہے

مہربانی کر کے وہ آیات نقل فرما دیجئے اور ان کا ترجمہ بھی لکھ دیجئے گلابی کوئی

تشریح فرمائیے؟

سوال ۱۵۳۴۔ معرکہ کارزار حنین میں حضرت عثمان کی شجاعت کی کوئی ایک مثال صحاح ستہ کی کسی صحیح حدیث سے نقل فرمائیے؟

سوال ۱۵۳۵۔ کسی تاریخ سے صرف ایک مقتول کا نام لکھ دیجئے جسے جنگ حنین میں حضرت عثمان نے اپنے دست مبارک سے واصل جہنم کیا ہو؟

سوال ۱۵۳۶۔ اگر کہا جائے کہ وقت حنین حضرت عثمان مدینہ میں نہیں تھے تو اس کا ثبوت درکار ہے؟

سوال ۱۵۳۷۔ کیا ابن لوگوں نے "بیعت بنجرہ" کرنے کے بعد خدا اور رسولؐ سے عہد شکنی کی ان کی مذمت کرنا آپؐ صحیح سمجھتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۵۳۸۔ اگر نہیں سمجھتے تو بتائیے قرآن میں یہ مذمت کیوں آئی؟

سوال ۱۵۳۹۔ اگر صحیح سمجھتے ہیں تو پھر شیعوں کے اس الزام کو ناکار کیوں خیال فرماتے ہیں؟

سوال ۱۵۴۰۔ کیا کسی بھی کتاب سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ حنین میں فرار اختیار کیا؟

سوال ۱۵۴۱۔ اگر ہو سکتی تو اس کتاب کا مکمل حوالہ مع متعلقہ عبارت اور سیاق و سباق درج کر دیں؟

سوال ۱۵۴۲۔ اگر نہیں ہو سکتی تو مکمل اتفاق ہو کہ حضرت امیرؑ نے یہ عہد نہیں توڑا اب بتائیے اگر ایک شخص کیسے سو فیصد یقین ہو کہ اس نے یہ مذموم کام نہیں کیا لیکن دوسروں کے بارے میں متضاد گواہیاں ہوں تو ان میں یقینی بری الذمہ کون ہو گا؟

سوال ۱۵۴۳۔ جن کتب میں اصحاب کا خصوصاً حضرات ثلاثہ کا جنگ حنین میں فرار ہونے کا تذکرہ ہے کیا وہ کتابیں اہلسنت کی نہیں ہیں؟

سوال ۱۵۴۴۔ اگر اہل سنت کی نہیں ہیں بلکہ شیعوں کی ہیں تو پھر آپ

کے ہاں رائج کیوں ہیں جب کہ کسی شیعوے سے ایک روایت تک قبول کر لینا آپ کے مذہب میں جائز نہیں ہے حالانکہ شمر کی روایت کو سب روایتیں تسلیم کر کے نقل کر لیتے ہیں؟

سوال ۱۵۴۵:- اگر شیعہ آپ ہی کی کتابوں اور علماء کی شہادت کے تحت جنگِ حنین میں فرار ہو جانے والوں سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں کیوں کہ انہوں نے ایفائے عہد کیا اور اللہ اور رسولؐ کی بیعت شکنی کا ارتکاب کیا تو آپ ان کو قصور وار کیوں ٹھہراتے ہیں؟

سوال ۱۵۴۶:- اگر چند افراد کے بارے میں آپ کا زعم ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا تو پھر آپ تاریخ سے اُن کے کارنامے متعلقہ جنگِ حنین تلاش کر کے شیعوں کا منہ بند کیوں نہیں کر دیتے؟ کہ بھائی آپ محض غلط فہمی میں مبتلا ہیں حالانکہ فلاں فلاں فلاں صاحب نے تو یہ تیر چلایا یہ تلوار اٹھائی اور یہ نیزہ بازی کی؟ کیا تاریخ میں ایسے واقعات نہیں ہیں؟

سوال ۱۵۴۷:- اگر آپ ایسے شواہد پیش کرتے ہیں لیکن شیعہ محض ہٹ دھرمی سے آپ کی بات کا اعتبار نہیں کرتے تو ایسی مثال پیش کیجئے جس سے ثابت ہو کہ آپ کی پیش کردہ شہادت پر شیعوں نے نامعقول جرح کر کے جھٹلایا ہے؟

سوال ۱۵۴۸:- کیا آپ کے عقیدے میں فرشتے بے حیا ہو سکتے ہیں؟

سوال ۱۵۴۹:- اگر ہو سکتے ہیں تو کسی عالم کا فتویٰ پیش کر کے تین اُن فرشتوں کا تعارف کروا دیجئے؟ جو با حیا نہیں ہیں۔

سوال ۱۵۵۰:- اگر فرشتے معصوم و حیا دار ہیں تو پھر حضرت عثمان سے وہ کون سی خصوصیت حیا کرتے ہیں؟ فدا تفصیل سے سمجھا دیں تا کہ فرشتوں کی عام انسانوں سے حیا اور حضرت عثمان سے حیا سمجھ میں آجائے؟

سوال ۱۵۵۱:- اگر حضرت عثمان ”ذوالنورین“ تھے تو پھر ابولہب کو ”ذوالنورین“

کا باپ کیوں نہ مان لیا جائے کہ حضورؐ نے اپنی دونوں (مبنیہ) بیٹیاں اس کے دونوں بیٹوں کو دے دیں؟ اور وہ ان بیٹیوں کا والد نسبتی قرار پایا اور حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق رسولؐ کے رشتے منقطع نہیں ہونگے؟

سوال ۵۵۲۔ اس فضیلت میں تو پھر ابولہب کو خاص مقام حاصل ہو جاتا ہے کیا آپ اس کی فضیلت کے بھی قائل ہیں؟

سوال ۵۵۳۔ اپنی ہی کتابوں سے رسولؐ مقبول کی کوئی مرفوعہ حدیث پیش کریں جس کے زادی ثقت ہوں کہ آنحضرتؐ نے اپنی ان ربیبہ بیٹیوں کو ”نور“ فرمایا ہو؟

سوال ۵۵۴۔ عمرہ ہمدانیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ سفیر مسلمین کیوں بنائے گئے؟ اور حضرت عمرؓ نے ہمدانیہ کیوں نہ قبول کی؟

سوال ۵۵۵۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں حضرت عثمانؓ کو کونسی ریاستی ذمہ داری سونپی گئی تھی؟

سوال ۵۵۶۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۸۹ میں اقرار کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے سال مروان بن حکم کو افریقیہ کا خمس معاف کر دیا اور اپنے اقربا کو بہت سامان دے ڈالا بتائے حضرت عثمانؓ نے خمس کی معافی کس اختیار سے دی اور جو وال انہوں نے اپنے عزیزوں میں تقسیم کیا وہ قومی اثاثہ بھٹایا انکی ذاتی ملکیت تھا؟

سوال ۵۵۷۔ حافظ سیوطی اپنی مذکورہ تاریخ کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے لوگوں کی جاگیریں مقرر کیں فرمائیے اسلام میں سب سے پہلے جاگیر دارانہ نظام کا بانی کون ہوا؟

سوال ۵۵۸۔ بتائیے جمعہ کی آذان اول کس وقت رائج ہوئی؟ حضرت رسالتؐ کے دور اور حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانوں میں اس آذان کا رواج کیوں نہیں تھا؟

سوال ۱۵۵۹۔ نماز عید سے قبل خطبہ پڑھ کر کس بادشاہ نے عسکرت کے خلاف

یہ امر جدید شروع کیا۔ تاریخ الخلفاء کا حصہ ۸۹ پڑھ کر جواب دیں؟

سوال ۱۵۶۰۔ حضرت عثمان نے ۳۷ھ میں حضرت سعد بن وقاص کی جگہ

ولید بن عقیقہ کو گورنر بنایا۔ صحابی ولید مشہور شہزادی تھا جیسا کہ صحیح بخاری

کے حصہ ۴۳ میں مرقوم ہے کہ اُسے اس جرم میں چالیس کوڑے

لگوائے گئے اور علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء کے حصہ ۸۳ پر تحریر کرتے ہیں،

کہ اس نے حالت شراب (نشہ) میں نماز فجر پڑھائی اور اس میں چار

رکعت پڑھ کر سلام پھیرا پھر مقتدیوں کو کہا اگر کہو تو اور پڑھا دوں

فرمائیے حضرت عثمان نے ایسے شہزادی اور گستاخ شریعت کو والی

کیوں مقرر کیا؟

سوال ۱۵۶۱۔ عمر و ابن العاص نے حضرت عثمان بن عفان کی بہن کو

طلاق کیوں دی؟

سوال ۱۵۶۲۔ تاریخ اعمام کو قی میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان نے اتنا پٹوایا کہ انہیں مرض فشق ہو گیا فرمائیے

حضرت عمار کو کس جرم کی یہ سزا ملی جب کہ سارے صحابی عادل ہوتے ہیں؟

سوال ۱۵۶۳۔ صدیق صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان نے اونٹ کی تنگی پیچھے پر سوار کر کے ملک بدر کیوں

کیا؟ کیا انکا جرم صرف یہی نہ تھا کہ وہ مسادات محمدی کے قائل تھے؟

سوال ۱۵۶۴۔ صحیح بخاری کتاب المناسک میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا

”میں حضورؐ کی حدیث کو کسی کے قول سے نہیں چھوڑ سکتا“ فرمائیے

یہ جملہ حضرت امیرؓ نے کیوں ارشاد فرمایا؟

سوال ۱۵۶۵۔ صحیح بخاری پارہ ۳ کتاب الحج باب الاذان یوم الحجۃ

میں ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حکم جناب عثمانؓ نے دیا۔ آخر

شریعت مکمل ہونے کے بعد اس قسم کے اضافے و تراجم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ خدا اور رسولؐ نے حضرت عثمان کو کس آیت یا حدیث کے تحت اس کا مجاز قرار دیا؟

سوال ۱۵۶۶۔ صحیح بخاری پارہ ۲۲ کتاب الصلوٰۃ المنیٰ میں ہے کہ جناب عثمان نے ایام حج میں منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی اور قصر نہ کر کے سنت رسولؐ کی مخالفت کی جواب دیجئے ان کا یہ عمل بدعت ہو گیا یا سنت؟

سوال ۱۵۶۷۔ مروان بن حکم کو حضرت عثمان نے مدینہ واپس بلایا اور مذک کی جاگیر دیدی فرمائیں حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں نہ کیا اور عثمان نے کس کارنامے پر خوش ہو کر یہ عنایات فرمائیں؟

سوال ۱۵۶۸۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ حضرت عثمان کے زمانے میں سوائے اُن کے اور کسی کا تجارتی بیڑا سمندر میں نہیں چلتا تھا یا اجارہ داری کیوں کی گئی؟

سوال ۱۵۶۹۔ تاریخ اسلام علامہ عباسی جلد ۲ ص ۱۴۵ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان نے عوام الناس کو بارش ملک کے بانی سے محروم کر دیا جب کہ اُن کے رشتہ دار اس سے قائمہ اٹھاتے خدائی نعمت پر یہ پابندی کیوں لگائی گئی؟

سوال ۱۵۷۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پسلیاں کس خطا پر مضروب کی گئیں؟

سوال ۱۵۷۱۔ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ کے وظیفے میں کمی کو دمی گئی جبکہ مروان ملعون کو ۵ لاکھ دینار افریکہ کے خمس میں سے دے دیا گیا آخر کیوں؟ کوئی معقول وجہ پیش کریں؟

سوال ۱۵۷۲۔ عبداللہ ابن ابی سرح کے خلاف عوامی احتجاج کا حضرت عثمانؓ نے کیا دیا؟

سوال ۵۷۳۔ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا گیا تو راستے سے واپس مدینہ کیوں پلٹ آئے؟

سوال ۵۷۴۔ محمد بن ابوبکر نے حضرات طلحہ، زبیر اور علی وغیرہم سے کیا شکایت کی تھی؟

سوال ۵۷۵۔ جب اصحاب نے جن میں حضرت علی بھی شامل تھے حضرت عثمان سے اصل مخبر موان طلب کیا تو انہوں نے اُسے کیوں پناہ دی؟

سوال ۵۷۶۔ اہل مدینہ نے حضرت عثمان کی اس طرف داری کو کیوں پسند نہ کیا؟

سوال ۵۷۷۔ جب ہوا یوں نے مان لیا کہ حضرت عثمان سے ان کا کوئی بھگڑا نہیں ہے اگر وہ مروان بن حکم کو ان کے حوالہ کر دیں تو پھر جناب عثمان نے ایسا کیوں نہ کیا؟

سوال ۵۷۸۔ جب حضرت عثمان کو قتل کیا گیا تو اس وقت موقعہ کا گواہ کون تھا؟

سوال ۵۷۹۔ کیا حضرت عثمان کا مقدمہ قتل خلیفہ کی عدالت میں ان کے وارثوں نے پیش کیا؟

سوال ۵۸۰۔ اگر مقدمہ پیش ہوا تو حکومت وقت نے کیا قدم اٹھایا؟

سوال ۵۸۱۔ کیا کوئی ایک ضعیف سی بھی ایسی شہادت ملی جس سے ثابت ہو کہ کس شخص نے عثمان کے خون سے ہاتھ دھو رکھے؟

سوال ۵۸۲۔ کیا کسی بھی تاریخ سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ حضرت محمد بن ابوبکر نے عثمان کو قتل کیا؟ مکمل حوالہ مع جرح و دلائل لکھیں؟

سوال ۵۸۳۔ کیا حضرت عثمان کا قتل اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی؟

سوال ۵۸۴۔ موجودہ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے صرف ایک ہی نام تحریر فرمائیں جو (پورے دور عثمان میں) مکمل طور پر حضرت عثمان سے متفق رہا ہو

اور اس کا حضرت صاحب سے کسی وقت بھی کوئی تنازعہ نہ ہوا ہو؟

سوال ۱۵۸۵:- بوائیوں کا مطالبہ کیا تھا؟

سوال ۱۵۸۶:- سوامہینہ کے محاصرہ میں معاویہ بن ابوسفیان نے اپنے حسن خلیفہ کی کیا امداد کی؟

سوال ۱۵۸۷:- بی بی عائشہ نے حضرت عثمان کے بارے میں کیوں فرمایا کہ عثمان کافر ہو گیا ہے؟ (مسند احمد بن حنبل)

سوال ۱۵۸۸:- حضرت عثمان نے مکان کے روشندان سے امداد علی کیوں طلب کی جب کہ غلیٰ موجود نہیں اور غلیٰ سے مدد مانگنا آپ گناہ بھی سمجھتے ہیں؟

سوال ۱۵۸۹:- عثمان کی پیاس کس نے بجھائی؟

سوال ۱۵۹۰:- امام حسنؑ کس کی حفاظت میں زخمی ہوئے؟

سوال ۱۵۹۱:- حضرت عثمان کی لاش کو غسل کس نے دیا؟

سوال ۱۵۹۲:- حضرت عثمان کی نماز جنازہ کس صحابی نے پڑھائی اور یہ نماز کہاں پڑھی گئی اور کتنے افراد نے شرکت کی، مکمل حوالہ درکار ہے؟

سوال ۱۵۹۳:- حضرت عثمان کو کہاں دفن کیا گیا؟

سوال ۱۵۹۴:- قتل کے کتنے دن بعد کتنے آدمیوں نے انہیں کس جگہ سپرد خاک کیا؟ کیا لاش صحیح و سالم تھی؟

سوال ۱۵۹۵:- ”حسن کو کب“ کا کیا مقام تھا؟ جس جگہ حضرت عثمان کو دفن کیا گیا۔ آپ کی تدفین سے قبل وہ جگہ کس مقصد کیلئے مشہور تھی؟

سوال ۱۵۹۶:- فرض کریں آپ کے دو دوست ہیں ایک نام نہاد غیر جانب دار ہے کہ آپ سے والہانہ محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن آپ کے دشمنوں کو بھی بڑل د

جان چاہتا ہے اور اختلافات اور عداوت کے موقعوں پر خاموش رہتا ہے کہ آپ دونوں آپس کے معاملات طے کریں ایک دوست ایسا ہے کہ وہ آپ سے حقیقی محبت و عشق کا دعویدار ہے آپ کے دوستوں کو دوست سمجھتا ہے

۲۱۴

اور آپ کے دشمنوں کو اپنا بھی دشمن سمجھ کر ان سے راہ و رسم کے تمام رشتے منقطع کرتا ہے بتائیے ان دونوں دوستوں میں سے معتد کون ہوگا؟

سوال ۹۷۔ آپ کی رفاقت کا ایک دعویدار آپ کو دوست بھی کہتا ہے۔ لیکن آپ کے اہل نفاقانہ سے سخت عداوت رکھتا ہے حالانکہ آپ اپنے عزیزا سے انتہائی محبت رکھتے ہیں کیوں کہ وہ بڑے بالکردار و لائق مدح ہیں۔ فرمائیں ایسے شخص کی محبت کا کیا معیار ہے کہ ہو آپ ہی کے خون کا دشمن ہے اور آپ کی محبوب چیز کا ظالم اور باطناً عدو مطلق ہے؟

سوال ۹۸۔ کیا دشمن اہل بیت رسولؐ آپ کے عقیدے میں پاک باز صحابی ہو سکتا ہے؟

سوال ۹۹۔ اگر ہو سکتا ہے تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں جو اہل بیتؑ کا دشمن ہے وہ سنی نہیں؟

سوال ۱۰۰۔ اگر نہیں ہو سکتا تو پھر معاویہ بن ابوسفیان مخلص صحابی کیسے ہوا؟ کیا اس نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت نہیں کی؟ امام حسن علیہ السلام کو قتل نہیں کروایا؟

سوال ۱۰۱۔ اگر کہا جائے کہ یہ سب کچھ اجتہادی خطا تھی تو ازراہ مہربانی اپنے مذہب کے مطابق اجتہاد کی جامع تشریف لکھی جاوے؟

سوال ۱۰۲۔ مجتہد کے معیار اور شرائط سے مطلع فرمائیں؟

سوال ۱۰۳۔ فرمائیے امام بخاری نے یہ اقرار کیوں کیا کہ معاویہ کی وفایت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی؟

سوال ۱۰۴۔ ایسی ہی رائے امام نسائی اور اسحاق بن راہویہ کی ہے کیوں؟

سوال ۱۰۵۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور بخاری کتاب المناقب باب ذکر معاویہ ص ۱۲ مطبع احمدی لاہور کے حاشیہ میں یہ کیوں تحریر کیا ہے

کہ جب امام حسنؑ کا انتقال ہوا تو معاویہ نے کہا ”ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا“؟ (سنن ابوداؤد)

سوال ۴۰۶۔ کیا اہل سنت حضرات حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کو برحق خلیفہ تسلیم نہیں کرتے ہیں؟

سوال ۴۰۷۔ شیعوں کی اصحاب ثلاثہ پر تنقید اجتہاد کے زمرے میں کیوں نہیں آجاتی ہے؟

سوال ۴۰۸۔ کتب نصرت الحق ص ۳۹، نصاب کافہ، ابن عساکر، اوائل سیوطی اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ معاویہ شراب پیا کرتا تھا کیا شرابی امیر المؤمنین ہو سکتا ہے؟

سوال ۴۰۹۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ معاویہ نے جمعہ کی نمازیدھ کے دن پڑھائی؟ کیا ایسا صحابی لائق تعظیم ہوگا؟

سوال ۴۱۰۔ تاریخ الخلفاء سیوطی، تاریخ ابوالفداء، تاریخ الخمیس، نصاب کافہ، صواعق محرقہ، تطہیر الجنان وغیرہ میں ہے کہ معاویہ اور اس کے عمال حضرت علیؑ علیہ السلام پر سب کیا کرتے تھے کیا علیؑ کو گالیاں دینے والے کو اہل سنت معزز و محترم سمجھتے ہیں؟

سوال ۴۱۱۔ اسلام میں سب سے پہلے خواب سراکس نے رکھے؟ اور لوگوں کو شخصی کرنے کی بے ہودگی کا ارتکاب کس نے کیا؟

سوال ۴۱۲۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۵ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کو ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر سے پونا بھر دیا اور ان کو زندہ دگر کیا؟ کیا قاتل زوجہ رسولؐ پاک باز صحابی تھا؟

سوال ۴۱۳۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۲۳ اور تاریخ طبری میں ہے کہ معاویہ دُعائے قنوت پڑھتے وقت جناب علیؑ، حضرت ابن عباسؓ و عقیلینؓ شریفینؓ اور حضرت مالکؓ رجاشتر کو گالیاں لگا کرتا تھا کیا اہل سنت اس

شخص کو مسلمان سمجھیں گے جو اس فعل کا ارتکاب کرے؟

سوال ۱۶۱۔ علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی حصہ اول ص ۴۹ مطبوعہ تاسی پریس کانپور میں لکھا ہے کہ حدیثوں کی تدوین دور نبی اُمیہ میں ہوئی اور زاروں احادیث، معاویہ وغیرہ کے ذرائع میں بنوائیں گئیں تبائیں کیا وہ احادیث معتبر ہوں گی؟

سوال ۱۶۲۔ دراسات اللیب جلد ۲ ص ۴۰۲ میں ہے کہ معاویہ نے لوگوں کو برا منع کیا کہ وہ علیؑ کے طریقہ پر نہ چلیں؛ کیا مذہب اہل سنت یہی ہے؟

سوال ۱۶۳۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے فرمایا کہ اے عمارؓ تجھے باغی گردہ قتل کریگا (بخاری) کیا جناب عمارؓ کو گردہ معاویہ نے شہید نہیں کیا ہے؟

سوال ۱۶۴۔ اہل حدیث علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ وہ امیر معاویہ سنن مشہورہ کی مخالفت کرتے تھے پس جو مذہب معاویہ پر جو اس کو ثقہ نہیں کہا جاسکتا؟ (ہدیت المہدی) کیا سنت کی مخالفت کرنے کے باوجود بھی صحابی واجب الاحترام ہوگا؟

سوال ۱۶۵۔ مشہور محدث امام نسائی کی موت کیسے واقع ہوئی؟

سوال ۱۶۶۔ محاضرات راغب اصفہانی میں ہے کہ معاویہ نے مرتے وقت گلے میں عیسائیوں کی صلیب لٹکائی اور عیسائی ہو کر مرنا بتائیے پھر اسے رضی اللہ عنہ کیوں کہا جاتا ہے؟

سوال ۱۶۷۔ محدث شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ عزیزی ص ۱۳ میں ہے کہ سب سے صحیح بات یہ کہ معاویہ کو مرتکب کہا نہ جانا چاہیے پھر ایسے شخص کی فضیلت کیسی؟

سوال ۱۶۸۔ الامامت والسیاست ص ۱۴۵ میں ہے جب معاویہ

کو امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے بیڑی
نوشی منائی اور سجدہ شکر ادا کیا۔ کیا یہ بھی اجتہاد تھا؟
سوال ۱۶۲۲۔ ”کلاشیع اللہ بطنہ“ یہ دعا حضورؐ نے کس بزرگ کے
حق میں کی؟ اس کا پیٹ نہ بھرے؟

سوال ۱۶۲۳۔ اگر معاویہ کا تب وحی تھے تو صحاح ستہ میں سے کوئی ایک
حدیث مرفوع جسکے راوی ثقہ ہوں نقل کر دیجئے؟

سوال ۱۶۲۴۔ مدارج النبوة میں ہے کہ معاویہ کا کاتب وحی ہونا ثابت نہیں
ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال ۱۶۲۵۔ حضرت عمرؓ نے معاویہ کو لکھنے کی قیصر سے تشبیہ کیوں دی؟
کیا مسلمانوں کے نزدیک قیصر و کسریٰ محترم و معظّم تھے؟

سوال ۱۶۲۶۔ اگر وہ معظّم تھے تو پھر کیوں نہ حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر کو یہ مماثلت بخش دی جائے؟

سوال ۱۶۲۷۔ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے کسی صحابی سے بھی روایت کردہ
کوئی سی تین احادیث نقل کریں جو معاویہ کے فضائل میں ہیں نیز ان
روایات کے راویوں کے ثقہ ہونے کا ثبوت بھی ساتھ ہی دیا جائے؟

سوال ۱۶۲۸۔ کہا جاتا ہے کہ بھائیوں کے درمیان تنازعات ہو جاتے ہیں
لیکن ایک اجنبی شخص کا حق نہیں ہے کہ اس تنازعہ کی وجہ سے کسی کو
بُرا بھلا کہے۔ فرمائیے جب آپکے خیال میں دین و انصاف کا کوئی لحاظ
ہی نہیں ہے تو پھر ابولہب و ابوجہل کو بُرا بھلا کیوں کہا جائے؟

سوال ۱۶۲۹۔ اگر یہ جواب ہے کہ وہ دشمن اسلام اور دشمن رسولؐ
تھے تو پھر ہم کہیں گے کہ بھائیوں اور چچوں کا معاملہ ہے آپ! اجنبی
ہیں آپ کیوں بُرا کہتے ہیں؟ بائیل اور قابیل کے معاملہ میں کیوں خاموشی
اختیار نہیں کرتے ہیں؟

سوال ۱۶۲۔ کیا امام حسن علیہ السلام نے معاویہ بن سفیان کی بیعت کی؟ ثبوت و رد کار ہے؟

سوال ۱۶۳۔ جب امام حسن علیہ السلام نے حکومت معاویہ کو سونپ دینے کا فیصلہ فرمایا تو معاویہ نے کن شرائط پر کاربند رہنے کا تحریری عہد کیا؟

سوال ۱۶۴۔ شرائط صلح کی نقل مؤلف شائع کر دی جائے؟

سوال ۱۶۵۔ مصنفی محمد شفیع کے فرزند معاویہ کے تالیف ارا اور منتخب محمد تقی عثمانی کتاب ”حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق“ میں لکھتے ہیں کہ ”ابو الیمان شعیب سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ چلی آتی ہے کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو گا نہ مسلمان کافر کا یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز آئے تو انہوں نے پہلی سنت کو لوٹا دیا پھر شام نے اس فیصلہ کو لوٹا دیا جو حضرت معاویہ اور ان کے بعد کے بزمائید نے کیا تھا۔ یہ عبارت البدایہ سے اخذ کر کے عثمانی صاحب نے ترجمہ کی ہے قطع نظر ترجمہ کے کیا اس سے ثبوت نہیں ہے کہ معاویہ نے خلاف سنت قانون بنایا؟ پھر کیوں اہل سنت مخالف سنت کو حرم سمجھتے ہیں؟

سوال ۱۶۶۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملہ میں حضرت معاویہ نے سنت کو بدل دیا سنت یہ تھی کہ معاویہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت معاویہ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود اپنی شہرہ کر دی۔ کیا معاویہ کا یہ فیصلہ خلاف سنت ہے یا نہیں؟

سوال ۱۶۷۔ موطا باب الیمین میں ہے کہ ابن ذنیب روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام زہری سے ایک قسم اور ایک گواہ (کے بل پر فیصلہ) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بدعت ہے اور مجھے جنہوں

نے ایسا فیصلہ کیا وہ معاویہ ہیں“ فرمایا معاویہ بدعتی ہو یا نہیں؟ سوال ۱۶۳۶۔ امام نووی اپنی کتاب ”تہذیب الاسمار واللعنات“ میں ابو بکر بن ابوبکر کے حالات درج کر کے لکھتے ہیں کہ جب عبدالرحمن بن ابوبکر نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو ان کو ایک لاکھ درہم بھیجے گئے تاکہ انہیں بیعت پر راضی کیا جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا میں دنیا کے عوض دین نہیں بیچ سکتا کیا معاویہ رشوت دے کر بیعت طلب کرتا رہا؟ رشوت لینے اور دینے کا شرعی مقام کیا ہے۔؟

سوال ۱۶۳۷۔ شاہ ولی اللہ محدث اپنی شرح موطا میں لکھتے ہیں کہ ابن شہاب سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جس نے سرکاری عطیات میں سے زکوٰۃ وصول کی وہ معاویہ تھے؟ کیا یہ بدعت ہے کہ نہیں؟

سوال ۱۶۳۸۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں لکھا ہے کہ ”مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی حضرت معاویہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب و سنت کی رو سے پورے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم ہونے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہو لیکن حضرت معاویہ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کھیلے نکال دیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے کیا ایسی بنیاد امیر المومنین کو زیب دیتی ہے (واضح ہو کہ مولانا مودودی نے یہ رائے پانچ معتبر کتابوں کے حوالوں سے ثابت کی ہے اُن کا ذاتی خیال نہیں ہے)

سوال ۱۶۳۹۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ معاویہ نے جو اپنے لئے سونا چاندی علیحدہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ بھی بیت المال ہی کے لئے تھا تو اس کی ذاتی ضرورت کھیلے تو پھر بھی یہ حکم قرآن و سنت کے خلاف ہے کیوں کہ زمانہ

۲۲۰

رسولؐ یا زمانہ علیؑ ایک سونا چاندی مال سے علیؑ پر نہیں کیا جاتا رہا ہے
کیا کوئی ایسی مثال پہلے حکمرانوں کی موجود ہے کہ اس طرح سونا چاندی
علیؑ پر کیا گیا ہو؟

سوال نمبر ۱۶۴۔ حافظ ابو نعیم القاسم بن سلام اپنی کتاب الاسوال ص ۲۵۹
روایت ۶۳۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز مروان نے ممبہر کھڑے ہو
کر کہا امیر المومنین معاویہ نے تمہیں بھرپور عطیات دینے کا حکم فرمایا
ہے اور پوری کوشش کی ہے مگر مال میں سے ایک لاکھ درہم کم ہے اور
انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ یمن کی زکوٰۃ جب یہاں سے گزرے تو میں اس
میں سے یہ مال (متمم کر لے) لے لوں۔ اس پر لوگ گھٹنوں کے بل
کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا ہرگز نہیں ہم اُن میں سے ایک درہم
بھی نہ لیں گے کیا ہم دوسروں کا حق وصول کر لیں؟ یمن والا مال تو تیار ہی
و مساکین کیلئے صدقہ ہے ہمارے عطیات تو ہذیب میں سے ملنے چاہئیں
تم معاویہ کو لکھو کہ وہ ہمیں بقیہ عطا یا بھیج دیں۔ مروان نے یہ بات لکھی تب
معاویہ نے بقایا ارسال کیا جواب دیجئے اگر لوگ بروقت احتجاج نہ کرتے
تو کیا یتیموں اور مسکینوں کی حق تلفی نہ ہو جاتی؟

سوال نمبر ۱۶۴۔ حضرت حجر بن عدی کا مقام مذہب اہل سنت میں کیا ہے کیا وہ
شہید ستم و مظلوم نہ تھے؟

سوال نمبر ۱۶۴۔ کیا کیرہ گناہوں کے کرنے والا مسلمانوں کا امیر المومنین ہو
سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو حدیث یا اقوال خلفائے ثلاثہ سے ثابت
کیا جائے؟

سوال نمبر ۱۶۴۔ اگر نہیں ہو سکتا تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ
اشتا عشریہ میں اعتراف کیا ہے کہ معاویہ کیرہ گناہوں کے کرنے والا
کھاتا ہے آپ اسے خلیفہ کیوں مانتے ہیں؟

سوال ۶۴۴۔ حبیب معاویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنے پر مجبور کیا تو آپ نے کیا جواب دیا اور کون سی تین ۳ تفصیلتیں بیان فرمائیں کہ جوان کو اگر ایک بھی حاصل ہوتی تو سرخ اذخول سے بہتر تھی؟

سوال ۶۴۵۔ حبیب عشرہ مبشرہ میں کے اصحاب مثلاً سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید اور دیگر خلفاء کے متقی و اہل فرزند موجود تھے تو پھر معاویہ نے خلاف شرط اپنے بیٹے کو ولی عہد کیوں بنایا؟

سوال ۶۴۶۔ کیا یہ ولی عہدی محض تجویز تھی یا جبری حکم؟ اگر یہ تجویز تھی تو رشوتیں دے کر لوگوں کو خریدنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال ۶۴۷۔ عدالت صحابہ کا صحیح مفہوم اہلسنت کے نزدیک کیا ہے؟

سوال ۶۴۸۔ عقیدہ اہل سنت "الصحابہ کلہم عدول" قدیم کتب عقائد میں ثابت کیا جاتے۔ کم سے کم دو کتابوں سے مکمل حوالہ نقل فرمائیے؟

سوال ۶۴۹۔ کسی علم کتاب کی پرانی کتاب سے اس عقیدہ کو ثابت کیا جائے؟

سوال ۶۵۰۔ کیا صحابہ کا ہر فعل و قول اجتہاد ہو گا؟

سوال ۶۵۱۔ کوئی ایسا اجتہادی مسئلہ پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ معاویہ کو یار گاہ رسالت میں مرجع اجتہاد حاصل ہوا؟

سوال ۶۵۲۔ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر وغیرہم کے بارے

میں آپ کے ہاں مشہور ہے کہ انہوں نے اپنی غلطیوں سے رجوع کر

لیا۔ کوئی ایسا ثبوت پیش کریں کہ معاویہ نے بھی ایسا رجوع کیا ہو؟ علامہ

شہرستانی کے مطابق معاویہ کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کہ

اس نے امام حق کے خلاف بغاوت کی (الملل والنحل)

سوال ۶۵۳۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب عزوہ خندق کی اس

حدیث میں خط کشیدہ فقرات پر تبصرہ فرمائیے؟

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے پاس گیا انہوں نے غسل کیا تھا اور پانی کے قطرے ان کے بالوں سے گر رہے تھے میں نے حفصہ سے کہا کہ لوگوں کا حال آپ دیکھ رہی ہیں۔ میرا امارت و خلافت کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں رہنے دیا گیا۔ وہ بولیں آپ جائیں تو سہی لوگ آپ کے انتظار میں ہیں۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ آپ اگر وہاں نہ گئے تو تفرقہ پیدا ہو گا۔ حضرت حفصہ نے ابن عمر کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ وہ بھی اجتماع میں نہ چلے گئے جب لوگ جدا جدا ٹکڑیوں میں بیٹھ گئے تو معاویہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص بھی امارت یا ولی عہد کی کے معاملے میں زبان کھولنا چاہتا ہے۔ وہ ذرا اپنا سینگ تو اونچا کر کے دکھائے ہم اس سے اور اس کے باپ سے بھی زیادہ امارت کے مستحق ہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے (جو حضرت ابن عمر سے یہ روداد سن رہے تھے) بوجھا کہ آپ نے معاویہ کو کوئی جواب نہ دیا؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے اپنی چادر ڈھیلی کی تھی اور ارادہ کیا تھا کہ میں اُن سے کہوں تم سے زیادہ مقدار امارت وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ (ابوسفیان) سے اسلام کی خاطر قتال کیا پھر میں ڈر گیا کہ میری بات سے تو اور زیادہ تفریق پیدا ہوگی حتیٰ کہ خون ریزی تک نوبت چاہیے گی۔ اور میری بات سے کوئی دوسرا ہی مطلب اخذ کیا جائے گا۔ پس میں نے جنت میں اپنے ابو کو یاد کیا (غاموش رہا)

کیا تخویف و تحریص کا انزام معاویہ پر ثابت نہیں ہوتا ہے؟

سوال ۱۶۵۴۔ کیا عقیدہ سنیہ میں صحابہ کرام معیار حق ہیں؟

سوال ۱۶۵۵۔ ترمذی کی حدیث کہ ”اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا ذریعہ بنا“ کے اسناد صحیح ثابت کر دیں۔؟

سوال ۱۶۵۶۔ تنقید کے معنی اہل سنت کے نزدیک کیا ہیں؟

سوال ۱۵۷۔ کوئی ایک آیت قرآن ایسی بتا دیجئے جس میں یہ حکم موجود ہو کہ کسی صحابی پر تنقید نہ کی جائے؟

سوال ۱۵۸۔ اگر کوئی آیت نہ مل سکے تو کوئی ایسی مرقوعہ صحیحہ حدیث صحاح ستہ میں سے پیش کیجئے جس کے راوی ثقہ ہوں کہ اُس میں حکم رسولؐ ہو کہ میرے اصحاب پر تنقید نہ کی جائے۔ ۹ (حوالہ مکمل دیجئے)

سوال ۱۵۹۔ حضرت ابوبکر کے کلام سے ثابت کریں کہ انہوں نے صحابہ پر تنقید کرنا منع فرمایا ہو صحاح ستہ سے حوالہ دیجئے؟

سوال ۱۶۰۔ حضرت عمرؓ کے کسی قول سے ثابت کریں انہوں نے صحابہ پر تنقید کرنے پر اعتراض کیا ہو؟ صحاح ستہ سے ثبوت دیجئے؟

سوال ۱۶۱۔ حضرت عثمان بن عفانؓ ہی کی زبان سے ایسی ممانعت ثابت کر دیجئے صحاح ستہ سے ثبوت درکار ہے؟

سوال ۱۶۲۔ حضرت علی علیہ السلام کے فرمان سے ایسا حکم بتا دیجئے کہ انہوں نے تمام اصحاب پر تنقید کو مذہوم فرمایا ہو صحاح ستہ سے مکمل حوالہ دیں؟

سوال ۱۶۳۔ تبرائے معنی بیان کر دیجئے؟

سوال ۱۶۴۔ سب و شتم کا مطلب واضح فرمائیے؟

سوال ۱۶۵۔ کیا اسلامی شریعت عام آدمی پر سب و شتم جائز قرار دیتی ہے؟ اگر دیتی ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کیجئے؟

سوال ۱۶۶۔ اگر تبرائے اور سب و شتم ایک ہی چیز ہے تو پھر اہل سنت اپنے چھٹے کلمہ ”رد کفر“ میں یہ ارتکاب کیوں کرتے ہیں؟

سوال ۱۶۷۔ آپ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے معاویہؓ پر سب و شتم نہ فرمایا۔ حبيب کہ معاویہؓ نے اس فعل کا ارتکاب کر کے قرآن و سنت کی خلاف ورزی کی لہذا اہل سنت حضرت امیرؓ کی پیروی

کرتے ہیں جو خلیفہ برحق تھے اور معاویہ کی اتباع شیعہ کرتے ہیں بکتب اربعہ شیعہ سے ثابت کریں کہ مذہب شیعہ میں گالی بکنا جائز ہے؟

سوال ۱۶۶۸۔ جب مذہب میں یہ فعل مذموم ہے تو پھر یہ بغوا اعتراض کیوں کیا جاتا ہے۔؟

سوال ۱۶۶۹۔ کیا ”لعنت“ گالی ہوتی ہے؟ کسی سنی مفتی کا فتویٰ درکار؟

سوال ۱۶۷۰۔ آپ کے مذہب میں مشہور ہے کہ ناسق و فاجر پر لعنت کرنا درست نہیں ہے۔ فرمائیے قرآن مجید میں کاذبین پر لعنت کیوں ہوئی؟

سوال ۱۶۷۱۔ اگر لعنت گالی ہے تو یہ گالیاں اللہ میاں نے کیوں دیں؟

سوال ۱۶۷۲۔ کیا معاویہ کو اہل سنت حضرات ابو بکر و عمر سے زیادہ قوی و

امین مانتے ہیں؟

سوال ۱۶۷۳۔ اگر نہیں تو محمد تقی عثمانی کی کتاب کے آخر میں ان کے پیچھے

مولوی محمد اشرف نے یہ روایت کس عقیدہ کی عکاسی میں لکھی ہے۔

”ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ نبی اکرم نے حضرت ابو بکرؓ اور

حضرت عمرؓ کو کسی کام میں مشورہ کے لئے طلب فرمایا مگر دونوں

حضرات کوئی مشورہ نہ دے سکے تو آپؐ نے فرمایا کہ معاویہؓ کو بلاؤ

اور معاملہ کو ان کے سامنے رکھو کیوں کہ وہ قوی ہیں (مشورہ دیں گے)

اور امین ہیں (غلط مشورہ نہ دیں گے)“ کیا اہل سنت حضرات اس

حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۱۶۷۴۔ اگر صحیح ہے تو پھر معاویہ کا فہم حضرات شیخینؓ تو رہے

ایک طرف آنحضرتؐ سے بھی اعلیٰ ہوا کیا آپ معاویہ کو رسول اکرمؐ

سے زیادہ فہیم تسلیم کر لیں گے؟

سوال ۱۶۷۵۔ اگر غلط ہے تو پھر ایسی غلط اور توہین آمیز روایات

مناقب معاویہ میں کیوں وضع کی گئیں اور اہل سنت ان کو استدلال کیوں کر بناتے ہیں؟

سوال ۱۶۷۱۔ اگر معاویہ علیؑ سے جنگ کر کے، اُن کو بعد از شہادت برسر منبر گالیاں دے کر اور دلو کر، امام حسن کو زہر دے کر، سنت کی خلاف ورزی کر کے، قرآن کی مخالفت کے باوجود جنت میں جائے گا تو پھر شیعہ صرف رسولؐ و آل رسولؐ کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرنے کی وجہ سے کیوں جہنمی ہیں؟

سوال ۱۶۷۲۔ آخر شیعوں کو ان افراد سے کیا ذاتی دشمنی ہے۔ اُن کا اجتہاد بھی تو یہ ہے کہ چند لوگ کچھ وجوہات کے باعث قرآن و سنت کے مخالف ہوئے اور انہوں نے خانوادہ رسولؐ کو بے عزم و خطا اذیت دی۔ ایسے اجتہاد کا فائدہ انہیں کیوں نہیں ہے؟

سوال ۱۶۷۳۔ مطاعن شیعہ کا جواب جب کبھی بھی آپ کی طرف سے دیا جاتا ہے تو صرف یہ بات بنیاد بنائی جاتی ہے کہ اصحاب کے معاملہ میں نیک گمان رکھنا چاہیے یا پھر اپنی کتب سے استدلال پیش کر دیئے جاتے ہیں کیا یہ طریقہ معقول و تسلی بخش ہے؟

سوال ۱۶۷۴۔ اہل بیت کے فضائل کی احادیث آپ کے بقول شیعوں کی ہوتی ہے لیکن مخالفین اہل بیت کے مناقب جب شیعہ یہ کہہ کر تسلیم نہیں کرتے کہ یہ یسٹیوں کے ہیں تو آپ اودھم کیوں مچاتے ہیں؟

سوال ۱۶۷۵۔ جب غیر مسلم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے تو آپ سیخ پا ہو کر اس بات کی تردید کرتے ہیں لیکن سلاطین اسلام کی توسیع پسندی و ہوس ملک گیری کا تذکرہ تو آپ بڑے فخر سے ”سنہری فتوحات“ کہہ کر نشر کرتے ہیں آخر یہ دو نئی کیوں؟

سوال ۱۶۷۶۔ جب اسلام جارحانہ کاروائی، وسعت حدود و سلطنت کی

اجازت ہی تھیں دیتا تو ممنوع افعال باعث فضیلت کیوں کہے جاتے ہیں؟
 سوال ۱۶۸۲ء۔ روضۃ المناظر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ ص ۱۸۵ میں لکھا
 ہے کہ در تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ مراد شجرہ ملعونہ فی القرآن سے ہی
 اُمّیہ ہے۔ کیا اپنے مفسرین کی اس رائے سے آپ بھی اتفاق کرتے
 ہیں؟

سوال ۱۶۸۳ء۔ تطہیر الجنان حاشیہ صواعق محرقة علامہ ابن حجر مکی ص ۴۲ میں
 ہے کہ امام حاکم نے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر ایک صحیح حدیث
 بیان کی ہے کہ دو حضرات ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام
 قبیلوں میں جناب رسول خدا کے نزدیک، بنو اُمّیہ اور معاویہ سب سے
 زیادہ قابل نفرت شریروں اور مضر لوگوں سے تھے، فرمائیں معاویہ کو
 قابل نفرت، شریروں اور مضر سمجھنا سنت رسولؐ ہے یا نہیں؟

سوال ۱۶۸۴ء۔ مشکوٰۃ شریف باب مناقب قریش ص ۴۳ مطبوعہ
 گلزار محمدی لاہور میں ترمذی کے حوالہ سے عمران بن حصین سے
 روایت ہے کہ نبی ﷺ علیہ وآلہ وسلم نے ذنات پائی اور وہ
 تین قبیلوں سے ناخوش گئے بنی ثقیف، بنی خنیفہ اور بنی اُمّیہ
 جواب دیجئے کہ جس قبیلہ سے رسولؐ ناخوش گئے اگر شیعہ خوش
 نہیں تو مطابق سنت ہے یا بدعت؟

سوال ۱۶۸۵ء۔ آفت سے بیزاری اختیار کرنا بہتر ہے یا نہیں؟
 سوال ۱۶۸۶ء۔ اگر بہتر ہے تو بنی اُمّیہ بقول رسولؐ دین کے لئے آفت
 تھے جیسا کہ منتخب کثر العمال بر حاشیہ مسند احمد حنبلی جلد ۵
 ص ۳۰ مطبوعہ مصر میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
 سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر دین کے لئے ایک آفت
 ہے۔ اور اس دین اسلام کے لئے بنی اُمّیہ آفت ہیں لہذا حکم

رسولؐ کی اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ آفت سے بچا جائے نہ کہ آفت سے محبت کی جائے۔ آپؐ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

سوال ۱۶۸۔ جواب دیجئے معاویہ کی زندگی میں اور اپنے زمانہ ولی عہدی میں یزید ملعون نے بی بی عائشہؓ کو نکاح کی خواستگاری کیوں کی۔ (مدارج النبوة) جب کہ اُم المؤمنین اُمت پر حرام ہے؟

سوال ۱۶۸۸۔ مسلم کی حدیث ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا خدا اُس کو خوف زدہ کرے اور اس پر خدا اور انسانوں اور فرشتوں کی لعنت ہوگی؟ اب واقعہ حترہ میں یزید نے کیا کیا؟ کیا وہ لعنت خرا اٹس و ملک کا مستحق نہ ہوا؟

سوال ۱۶۸۹۔ صواعقِ محرقہ میں ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ یزید پلید نے ماں و بیٹی، بہن و بھائی کا نکاح جائز کر دیا تھا۔ کیا ایسا ملعون خلیفہ برحق ہو سکتا ہے؟ جب کہ آج کل اہل سنت اُسے خلیفہ راشد و راشدین کہہ رہے ہیں۔؟

سوال ۶۹۔ امام احمد بن حنبل، علامہ سبط ابن جوزی، علامہ سمہودی، علامہ ہلال الدین سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری، علامہ تفتازانی اور کثیر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یزید لعنتی ہے۔ بلکہ اکثریت نے اس کا کافر ہونا تسلیم کیا ہے۔ فرمایئے آج کل جو مہر و ان یزید ہیں اور اُسے رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں وہ اہل سنت میں سے ہیں یا نہیں؟

سوال ۶۹۱۔ اگر یزید نیکو کار تھا پھر اس کے فرزند حضرت معاویہ بن یزید رحمت اللہ علیہ نے اُسے فاسق و فاجر قرار دے کر تختِ حکومت کو کیوں مٹھو کر مار دی؟

سوال ۶۹۲۔ حضرت معاویہؓ عین یزید نے اپنے دادا (معاویہ بن سفیان) کو قصور وار کیوں بٹھرایا۔؟

سوال ۱۶۹۳ء۔ اگر بزرگ چلن تھا تو جواب دیجئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے محض ایک درباری کے بزرگ کو امیر المومنین کہنے کی سزا میں بیس کوڑوں کی سزا کیوں دی؟
سوال ۱۶۹۴ء۔ جواب دیجئے کہ آج کل جو لوگ بزرگ کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ اگر وہ دور عثمانی میں ایسا کرتے تو کیا ان کو یہ سزا نہ ملتی؟ عمر عثمانی کا یہ فعل بزرگی کی نااہلیت و بدکاری کے لئے کافی ثبوت نہیں ہے؟ پھر ابن تیمیہ، غزالی، محمود عباسی و غیرہ کی مصنوعی و خود ساختہ تحقیق کیا مقام رکھتی ہے کہ محض عداوت کی خاطر انہوں نے یہ اچنبہ بات کر کے باطل کی پشت پناہی کی؟

سوال ۱۶۹۵ء۔ علامہ قسطلانی اپنی شرح بخاری جلد ۱۰ ص ۱۰۷۳ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ”میرے بعد میری اُمت فقہ ہر پا کر کے حقوق اہل بیت ضبط کرے گی“ فرمائیے اُمت نے سب سے پہلا کون سا حق اہل بیت غصب کیا اور اس غاصب سرکردہ کا نام کیا ہے؟
سوال ۱۶۹۶ء۔ ازراہ نواز شمس کسی پانچ سو سال پرانی معتبر تاریخ اسلام سے اصحاب ثلاثہ کا نماز جنازہ پڑھا ہانا دکھا دیجئے مستحکروں کا؟

سوال ۱۶۹۷ء۔ روضۃ الاحیاء جلد سوم ص ۱۴ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ”علی خلیفۃ علیکم من حیاتی و فی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی“ علیؑ تم پر میری حیات اور میری ممات میں خلیفہ ہے جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ فرمائیے کسی اور صحابی کی شان میں کوئی ایسا حکم رسولؐ موجود ہے؟ اگر ہے تو مع مکمل حوالہ نقل فرمائیے۔

سوال ۱۶۹۸ء۔ قرآن مجید میں ہے کہ ”تحقیق ہم نے تمہاری طرف ایک رسولؐ بھیجا تم پر شاہد جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسولؐ

(موسیٰ) بھیجا تھا۔ یعنی حضور کو شیل موسیٰ قرار دیا گیا قوم موسیٰ پر بارہ سردار مامور ہوئے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے فرمائیے قوم محمد کے سردار بھی بارہ ہونگے یا نہیں؟

سوال ۱۶۹۹۔ اگر نہیں تو پھر صحیح مسلم وغیرہ میں بارہ سرداروں والی احادیث کیوں درج ہیں؟

سوال ۱۷۰۰۔ مسلم شریف میں ہے کہ یہ بارہ سردار قریش میں سے ہونگے اور مودۃ القربی وغیرہ میں ہے کہ یہ سردار قریش کے قبیلہ بنی ہاشم میں سے ہوں گے؟ (ان بارہ کے نام بتا دیجئے)

سوال ۱۷۰۱۔ کیا اہل سنت کے تعلیم کردہ بارہ خلفاء جن میں یزید بھی شامل ہے کسی قولِ رسولؐ سے ثابت ہیں اگر نہیں تو ثبوت دیجئے؟

سوال ۱۷۰۲۔ شیعوں کے آئمہ اثنا عشر صلوٰۃ اللہ علیہم کے اسماء مبارکہ از روئے حدیث ثابت ہیں۔ ملاحظہ کیجئے شواہد النبواۃ ص ۱۹ بتائیے یہ امام برحق ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۷۰۳۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن جلد ۲ ص ۴۵۵ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ”ہیں اپنی اُمت میں گمراہ کرنے والے آئمہ سے ڈرنا ہوں“ فرمائیے وہ کون سے امام تھے؟

سوال ۱۷۰۴۔ کیا آپؐ یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ ہمارے بارہ امام معاذ اللہ گمراہ کرنے والے تھے؟

سوال ۱۷۰۵۔ اگر آپؐ کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ آئمہ اہل بیت ہادیان برحق ہیں تو پھر ان سے تمسک کیوں نہیں کرتے؟

سوال ۱۷۰۶۔ اگر فرمایاں کہ ہمارا تمسک ہے تو ازراہ ثبوت ایک حد دل تیار فرمائیے کہ آپؐ کی کتب احادیث میں کتنی احادیث آئمہ آلِ محمدؐ علیہم السلام سے مروی ہیں؟

۲۳۰

سوال ۱۶۰۷۔ آپ کے ہاں مہاجرین سے کیا مراد ہے؟
 سوال ۱۶۰۸۔ کیا وہ تمام لوگ جنہوں نے ہجرت کی نیک نیت اور صاحبان
 مراتب تھے؟

سوال ۱۶۰۹۔ اگر سارے ہی مہاجرین صاحبانِ فضیلت ہیں تو مشکوٰۃ
 شریف کی اس حدیث کی وضاحت فرمائیں؟

”اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔ اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ
 ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس شخص نے اللہ اور رسول کی
 طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف شمار ہوگی جس
 نے کسی دنیوی غرض کیلئے ہجرت کی اُسے وہ غرض حاصل ہو جائے
 یا جس نے کسی عورت کے لئے ہجرت کی اس سے اس کا نکاح ہو جائے
 تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی،“
 کیا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام مہاجرین کی ہجرت اللہ
 و رسول کی طرف نہیں تھی؟

سوال ۱۶۱۰۔ جب خود آنحضرتؐ نے ہجرت کا معیار غلو ص نیت قرار دیا ہے
 تو پھر آپ سارے مہاجرین کو اس فضیلت کا مستحق کیوں قرار دیتے ہیں؟

سوال ۱۶۱۱۔ جب اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے تو ظاہر ہے کہ ہر عمل کے رد
 عمل و نتیجہ سے نیت کا خلوص و نفاق شناخت کیا جاسکتا ہے لہذا
 اگر کسی شخص کے اعمال کے نتائج مذموم برآمد ہوتے ہیں تو پھر اُسے
 اجتہاد کے نقاب میں کیوں چھپایا جاتا ہے؟

سوال ۱۶۱۲۔ اگر کوئی خلوص نیت سے اہل بیتؑ سے محبت رکھتا ہے
 اور ان کے دشمنوں اور موزیوں سے عداوت رکھتا ہے تو کیا آپ
 اس شخص کو خلص سمجھتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۶۱۳۔ کیا یہ نیک نیتی کی ”محبت“ اور عداوت“ اس کے لئے باعثِ نجات

۲۳۱

ہوگی یا نہیں؟

سوال ۱۷۱۲ء: کیا محبوب خدا اور رسولؐ کی محبت آپ کے نزدیک ہدایت یافتہ ہونے کا باعث ہے یا نہیں؟

سوال ۱۷۱۵ء: کیا علانیدشمن محبوب رسول خدا سے دشمنی رکھنا چاہیے یا محبت یا دورنچی پالیسی اختیار کر کے ظالموں سے رہنا چاہیے؟

سوال ۱۷۱۶ء: جب آپ کے نزدیک سارے صحابی عادل ہیں اور ستمارے ہیں ان میں کسی ایک کی پیروی کر لینا ہی کافی ہے تو پھر آخر حضرت علی (جو کہ صحابی بھی ہیں اور اہل بیت میں بھی شامل ہیں) کے پیرو کاروں کی پیروی آپ کیوں کافی نہیں سمجھتے۔ کیا جناب امیرؑ زمزمہ اصحاب و نجوم سے باہر ہیں؟

سوال ۱۷۱۷ء: اس بات سے تو کسی کو انکار ہی نہیں ہو سکتا کہ اصحاب کے درمیان آپس کے اختلافات تھے اجتہادی یا غیر اجتہادی تاہم افتراق کی صورت موجود ہے اور یہ وجود یقیناً مختلف راہیں پیدا کریگا پھر کیوں نہ اس صحابی کی اتباع کی جائے جس کے بارے میں اکثریت اتفاق کرتی ہے؟ کیوں کہ آپ کا زیادہ تر جھکاؤ جمہوری رائے کی طرف ہوتا ہے؟

سوال ۱۷۱۸ء: کیا صحابہ رسولؐ میں حضرت علیؑ ایسی ہستی نہیں ہیں جن کو اہل سنت و شیعہ مشترکہ طور پر بزرگ و خلیفہ و امام تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۱۷۱۹ء: اتحاد قائم کرنے اور اختلافات دور کرنے کا کیا اس سے بہتر اور کوئی حل ممکن ہے کہ شیعہ و سنی مشترکہ خلیفہ کو مرکز ہدایت تسلیم کر کے سارے جھگڑے ختم کر دیں؟

سوال ۱۷۲۰ء: اگر آپ کو دریائی سفر درپیش ہو اور کنارہ دریا پر بہت ساری کشتیاں موجود ہوں، ہر کشتی والا یہ دعویٰ کرتا ہو کہ میری کشتی پار جائے

گی۔ دریاطغیانہ پر ہوا اور پاٹ بھی چوڑا ہو لیکن ان سب کشتیوں کا مالک
سیانہ ترین ملاح بار بار لاؤڈ سپیکر پر اعلان کر رہا ہو کہ ان میں سے
ایک کشتی صحیح سلامت پار پہنچے گی باقی ساری ڈوب جائیں گی۔ تو کیا آپ
اس کمنڈ مشق ناخدا کی اس تہنہ کو اہمیت دیں گے یا نہیں؟

سوال ۱۷۱۔ اگر اہمیت دیں گے تو اس سے دریافت کرنے پر اگر وہ یہ جواب
دے کہ وہ کشتی جس پر میرے گھر والے بیٹھے ہیں پار جائے گی تو کیا آپ
گھر والوں کی کشتی میں سوار ہونا پسند فرمائیں گے یا غیروں والی میں؟
سوال ۱۷۲۔ کیا عقل سلیم اس وقت اس بات پر آمادہ نہیں کرے گی کہ
اگر یہ کشتی ڈوبنے والی ہوتی تو کبھی بھی یہ ناخدا اپنے کمنڈ کو اس میں سوار
نہ کرتا لہذا ابھی کشتی یا مراد ہے۔؟

سوال ۱۷۳۔ اگر عام حالات میں ایسی کشتی باعثِ نجات ہے تو پھر رسول کے
اس قول پر عمل کر کے کہ ”میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے
جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا جو رہ گیا ہلاک ہو گیا“، کشتی اہل بیت میں
سوار ہونا کیوں باعثِ نجات نہیں؟

سوال ۱۷۴۔ کیا کشتی نوح کسی ستارے کی محتاج تھی؟ جب کہ طوفان
میں ستارے نظر تک نہ آتے تھے اور سب طرف پانی ہی پانی تھا؟

سوال ۱۷۵۔ جب آپ کے مذہب کے مطابق کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر
کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر آپ یزیدؓ اور قتلانِ حسینؓ
تک کو کافر کہنے میں خاموش رہنا پسند کرتے ہیں؟ پھر تب ایسے شیعوں
کے بارے میں فتویٰ کفر صادر کر کے ان کا قتل عام کیوں ہوتا رہا ہے؟

سوال ۱۷۶۔ کیا کوئی شیعہ اہلبیتؑ کلمہ ثابت ہے؟

سوال ۱۷۷۔ شیعوں نے اختلافی بنیادِ خلافت ہے جسے نہ ہی آپ نے اٹھوا یا نہیں
سے تسلیم کیا ہے اور نہ ہی اسے فروعات میں آپ کے ہاں اہمیت حاصل

۲۳۳

ہے۔ پھر بتائیے اس غیر بنیادی (آپ کے زعم کے مطابق) امر پر صدیوں سے آپ ہم غریبوں کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟
 سوال ۲۸-۱: یا تو آپ خلافت و امامت کو اصل تسلیم کر لیجئے ورنہ بغیر انکار اصول آپ ہمارے ساتھ بلاوجہ کیوں جھگڑتے ہیں؟

سوال ۲۹-۱: آپ کے بیران پیر غوث، اشقین حضرت عبدالقادر جیلانی کا قول ہے کہ اگر حضرت معاویہ کے رگنڑ میں بھیڑیں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اس کو باعثِ نجات خیال کروں گا۔ معاویہ خلیفہ راشد کا باغی، پھول رسول کا قاتل تھا۔ جب اس کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے تو اگر خاک کربلا جہاں حسینؑ کے گھوڑے گزرے شیعہ خاکِ شفا سمجھ کر احترام کرتے ہیں تو اس پر اعتراض کیوں ہے۔؟

سوال ۳۰-۱: جب حضرت علیؑ خلیفہ راشد کے دشمن کی شان ایسی ہے تو پھر دوسرے خلیفوں کے مخالفین پر طعنہ زنی کرتا کیونکر درست ہوگا؟
 سوال ۳۱-۱: آپ کا اعتراض ہے کہ حضرت علیؑ اور دیگر ائمہؑ نے اپنی اولاد کے نام خلفاء ثلاثہ کے ناموں پر رکھے لہذا یہ ثبوت ہے کہ اُن کو اُن سے عقیدت تھی، لیکن ہم کہتے ہیں کہ نام سے کوئی فضیلت نہیں بنتی کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ رز پڑے نہ لکھے نام محمدؐ فاضل اور پھر حضرت علیؑ کے قاتل کا نام عبدالرحمن تھا جب کہ آپ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی عبدالرحمن تھا۔ اسی طرح امام حسن اور امام زین العابدین نے بھی اپنے فرزندوں کے نام عبدالرحمن رکھے تباہ کیا انہوں نے قاتل امیر المومنینؑ سے محبت کے باعث یہ نام رکھے؟
 سوال ۳۲-۱: محمدؐ نام کائنات کا بہترین نام ہے۔ لیکن قاتلانِ حسینؑ اہل بیتؑ میں ایسے موزیوں کا یہ عالیشان نام بھی تھا مثلاً محمد بن

۲۳۴

اشاعت فرمائیے یہ نام اس ظالم کی فضیلت کا باعث ہوگا؟
 سوال ۱۳۳۷ء۔ اگر آپ کا مفروضہ بالفرض محال صحیح مان لیا جائے تو
 ثابت کریں کہ خلفائے ثلاثہ نے اپنی اولادوں کے نام اہل بیت کے اسماء
 پر رکھے کیا ان کو اہل بیت سے محبت نہ تھی؟

سوال ۱۳۳۸ء۔ کیا آئمہ کا اپنی اولاد کا یہ نام رکھنا اس بات کا ثبوت نہیں
 ہے کہ شیعہ ان ناموں سے کوئی کدورت نہیں رکھتے بلکہ ان کا اختلاف
 افعال و مستمات سے ہے پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ شیعہ ثلاثہ کا نام
 سننا بھی گوارہ نہیں کرتے؟

سوال ۱۳۳۹ء۔ آپ میں سے بعض افراد کہتے ہیں کہ امام زین العابدین
 علیہ السلام نے یزید کی بیعت کرنی تھی اور واقعہ کی بنیاد دعوہ کافی کو
 بھی بنایا گیا ہے جس میں یزید کا مدینہ میں آکر امام سے بیعت لینا مرقوم
 ہے۔ کیا آپ کسی بھی معتبر تاریخ (سنی و شیعہ) سے یہ ثابت کر کے ایک
 ہزار روپیہ انعام حاصل کر سکتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے بعد یزید بلید
 مدینہ میں آیا؟

سوال ۱۳۴۰ء۔ آپ کی کتاب کنوز الدقائق علامہ وحید الزماں اہل ہریرہ
 ص ۳۴ پر ہے کہ ”مردار اور خنزیر کی ہڈی پاک ہے“ جب سورا اور مردار
 کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ تو پھر علامہ صاحب نے ایسا کیوں تحریر فرمایا؟

سوال ۱۳۴۱ء۔ کتاب الفقہ علی المذہب الادلجۃ جلد ۱ ص ۱۹ مطبوعہ
 مصر میں ہے ”مالکی سنی“ کہتے ہیں ہر زندہ حیوان اگر چہ کتا اور
 خنزیر ہی کیوں نہ ہو طہر الجسم (یعنی پاک) ہیں“ اس بارے
 میں کیا خیال ہے؟

سوال ۱۳۴۲ء۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۹ بحاشیہ مولوی احمد علی
 سہارن پوری مطبوعہ مجتبائی دہلی میں مرقوم ہے کہ ”بب کتا پانی

لک جلتے اور دیگر آب نہ ہو تو اسی پانی سے وضو جائز ہے۔“ فرمائیے
ایسے حالات میں تنیم کیوں ناجائز ہے۔؟

سوال ۱۷۳۹۔ اگر کوئی مسلمان (سُنی) سور کا گوشت کھالے تو آپ کے
مذہب میں کیا حد شرعی لگتی ہے؟ مکمل حوالہ پیش کیجئے؟

سوال ۱۷۴۰۔ اگر آپ حد شرعی ثابت کرنے میں ناکام رہیں اور انشاء اللہ
یقیناً ناکام رہیں گے تو پھر تباہی حضرت اہل سنت کو لحم الخنزیر
کھانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔؟

سوال ۱۷۴۱۔ کیا دطی فی الدبر آپ کے مذہب میں جائز ہے؟

سوال ۱۷۴۲۔ اگر جائز ہے تو یہ خلاف فطرت ہے اور طبی لحاظ سے بھی مضر
ہے جب کہ دین اسلام حکیمانہ ہے اور فطرت سے ہم آہنگی اس کا خاصہ
ہے۔ پھر ایسا مذہب فعل کیسے جائز ہوا؟

سوال ۱۷۴۳۔ اگر ناجائز ہے تو فرمائیے عبد اللہ ابن عمرؓ نے یہ فتویٰ کیوں دیا
کہ ”قال ان شاة فی قبلہا وانشاء فی دبرہا“ کہ یہ مرد کی
مرضی پر منحصر ہے (عورت کی رضامندی بھی ضروری نہیں) وہ انچاپے
تو آگے کرے اور اگر چاہے تو پیچھے۔ ملاحظہ کیجئے تفسیر درمنثور جلد ۱
صفحہ ۲۴ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی۔؟

سوال ۱۷۴۴۔ اگر آپ فرمائیں کہ یہ قول حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کا غلط ہے
تو پھر جواب دیجئے آپ کے علامہ ابن عبد البر نے اس کی توثیق یا اس الفاظ
کیوں کی ”السروایۃ ابن عمر یحدثنا المعنی صحیحۃ معرو
ضۃ مشہورۃ“ (درمنثور ج ۱ صفحہ ۲۴۴)

سوال ۱۷۴۵۔ جواب دیجئے اگر یہ فعل آپ کے ہاں جائز نہیں تو آپ کے
امام مالک نے کیوں فرمایا جب کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا دطی فی الدبر
جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا ”الساعة غسلتہ اسی حد“

یعنی میں نے ابھی ابھی اس فعل سے فراغت پا کر سر دھویا ہے یعنی غسل

کیا ہے۔ (تفسیر درمنثور جلد ۱ ص ۲۶۶)

سوال ۷۴۷۔ اگر کہیں کہ امام مالک کا فعل ہمارے لئے حجت نہیں تو کتاب مذکورہ کے اسی صفحہ پر امام شافعی کا بیان بھی موجود ہے اس کا کیا جواب ہوگا؟

سوال ۷۴۸۔ کیا جس مذہب کے امام ایسے شہوت ران اور ہوس پرست ہوں کہ سیدھی راہیں چھوڑ کر الٹی تدابیر کریں وہ مذہب لائق اتباع ہوگا؟

سوال ۷۴۹۔ علامہ سیوطی درمنثور جلد ۱ ص ۲۶۶ ہی میں ابن ابی ملیکہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا وطنی فی الدبر جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کیا پوچھتے ہو میں نے گذشتہ رات اپنی لونڈی سے کرنا چاہی اور حبیب (بوجہ تنگی مقام) معاملہ سخت ہو گیا تو میں نے تیل سے مدولی۔ (اور یہ کام کہی گزرا۔ رہ نہ سکا) اب یہ سوال ہم مستورات سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ ان ائمہ اطہار کا مذہب اختیار کرنا پسند کریں گی جنہوں نے ان کی حفظ ناموس کے پیش نظر اس غیر فطری فعل کی ممانعت فرمائی یا ایسے اماموں کے مذہب کو جنہوں نے قولی طور پر ہی نہیں بلکہ اس فعل شنیع کو تیل سے کرنے کو بھی حلال ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔؟

سوال ۷۵۰۔ فتاویٰ برہنہ جلد ۲ ص ۲۶ مطبوعہ نو لکسٹور لکھنؤ میں ہے کہ منجملہ مکروہات یہ بھی ہے کہ عورت کے منہ میں ذکر (عضو خاص) داخل کیا جائے اور دوسرے قول کے مطابق (حرام تو بجائے خود) مکروہ بھی نہیں ہے۔ فرمائیے ایسی تعلیم والا مذہب قابل قبول ہوگا؟

سوال ۷۵۱۔ فتاویٰ برہنہ جلد ۱ ص ۱۴۲ میں ہے کہ ”مالک اگر بخلام خود را خود یا منکوہ خود ولو اظت کند باتفاق حدیث“ یعنی اگر کوئی مالک اپنے غلام یا منکوہ سے اغلام بازی ولو اظت کرے تو باتفاق اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ فرمائیں خدائے تو اس فعل پر پوری قوم لوط پر عذاب

کر دیا تھا۔ آپ کے مذہب میں کیوں حد نہیں ہے؟

سوال ۱۷۵: فتاویٰ قاضی خاں جلد ۴ ص ۸۲ پر ایسی ہی بات ہے مگر وہاں یہ ہے کہ ”اجنبی عورت کی دُبر زنی کرنے پر کوئی حد نہیں ہے“ فرمائیں آپ اجنبی عورتوں سے یہ حرکت ہونے کا رواج پسند کرتے ہیں؟

سوال ۱۷۶: آپ کے مذہب کا کیا کہنا! فتاویٰ سرابھہ ص ۶۰ مطبوعہ نوکلستور میں مرقوم ہے کہ جب کسی مردہ عورت سے زنا کرے یا کسی لڑکے سے اعلام کرے یا کسی حیوان کے ساتھ بد فعلی کرے تو ان سب صورتوں میں اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ آج کل ہفتہ خواتین منایا جا رہا ہے اور خاتونِ اوّل نے ۱۹ نکاتی عورتوں کے مطالبات کا منشور شائع کیا ہے۔ کیا معزز خواتین اپنے مذہب کی ایسی باتیں پسند فرمائیں گی جو ان کی موت کے بعد بھی ان کا بیچا نہیں چھوڑ رہی ہیں؟

سوال ۱۷۷: فتاویٰ قاضی خاں جلد ۴ ص ۸۲۸ پر مرقوم ہے ”وَلَا كُفَّارَةَ عَلَيْهِمْ اِنْ كَانَ صَائِمًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ“، یعنی رمضان کے مہینے میں اگر روزہ دار حیوانات سے بد فعلی کرے تو اس پر کفارہ عائد نہیں ہوتا کیا روزہ دار کو یہ فعل زیبائے ہوگا؟ جیب کفارہ کا بھی خوف نہیں ہے؟

سوال ۱۷۸: اسی کتاب میں لکھا ہے کہ مردوں کی شرمگاہ میں ذکر و اتحل کرنے کا وہی حکم ہے جو حیوانات کے ساتھ بد فعلی کا ہے۔ بتائیے ایسا مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ حالتِ روزہ میں اگر انسان نہ ملیں تو حیوانات اور اگر وہ بھی میسر نہ ہوں تو اپنے انوات کے ساتھ مقاربت کر کے اپنے جذبہ شہوت کی تسکین کر لو اس سے بڑھ کر عیا شعی و ہوس رانی اور کیا ہو سکتی ہے؟

سوال ۱۷۹: ہدایہ جلد ۲ ص ۲۸۸ میں ہے کہ اگر کوئی شخص ایک لونڈی رکھے اور وہ شخص اس لونڈی کی بہن سے نکاح کرے اور اس سے مقاربت

۲۴۰

سوال ۷۶۷: سورہ آل عمران میں ارشاد خداوندی ہے فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن یقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً۔ یعنی اگر آنحضرت کی طبعی موت واقع ہوگئی یا وہ قتل ہو گئے تو تم اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے لیکن تم میں سے جو بھی پچھلے پاؤں لوٹے گا وہ خدا کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

جواب دیجئے خداوند صادق کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی یا نہ ہوئی؟ اور یہ بات ظاہر ہے اولین مخاطب اصحاب رسول ہی تھے۔

سوال ۷۶۸: اگر زمانہ رسولؐ ہی میں منافقت کا سد باب کر دیا گیا تھا تو پھر صحیح بخاری میں حضرت خلیفہؓ کا یہ قول کیوں موجود ہے کہ »منافقوں کی موجودہ حالت عہد نبویؐ والی حالت سے بدتر ہے۔ کیوں کہ اس وقت وہ پوشیدہ ریشہ دوانیاں کرتے تھے اور آج کل کھلم کھلا طور پر ان کا اظہار کر رہے ہیں؟

سوال ۷۶۹: کنز العمال جلد ششم ص ۴۰۲ میں فرمان رسولؐ ہے کہ اے علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد اہل ایمان کی پہچان نہ ہو سکتی۔ بتادیجئے کہ نعتوں پر غیر ایمان دہلی کا کیا رشتہ ہوا؟

سوال ۷۷۰: صحیح بخاری جلد اول ص ۵۲ مطبوعہ مجتہدائی دہلی میں ہے کہ »یا علی انتے منی وانا منک« کہ اے علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تم سے ہوں، فرمائیے علیؑ کو چھوڑ دینا رسولؐ و ایمان کو چھوڑ دینا ہو گا یا نہیں؟

سوال ۷۷۱: کیا آپؐ اس مذہب کو مذہب حق اعتقاد کریں گے جس میں عصمت فردوسی پر حد جاری نہ ہو سکے حالانکہ یہ سرگازنا ہے؟

سوال ۷۷۲: اگر نہیں کریں گے تو آپؐ نے ایسا مذہب کیوں اختیار کیا ہے جس میں یہ فتویٰ موجود ہے کہ ولوالہا چرامرأۃ

۲۴۳

ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے اس پر اللہ کا قہر و غضب ہے ہاں جو شخص ایسا کہ کہنے پر مجبور کیا جائے در حالیکہ اس کا دل حقیقت ایمان پر مطمئن ہو اسے کوئی حرج نہیں، فرمائیے کہ شیعوں کا تعلق قرآن مجید سے ثابت ہوا ہے یا نہیں؟

سوال ۷۸۲:- اگر بارِ خاطر نہ ہو تو اس آیت کا شانِ نزول اور واقعہ بھی درج فرمادیجئے۔؟

سوال ۷۸۳:- علامہ نوادی کی شرح مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۶۶ میں ہے کہ ”اگر کسی شخص کے پاس کسی کی امانت موجود ہو اور کوئی ظالم غاصب اسے لینا چاہے تو ائین پر جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب ہے (صلیٰ اللہ علیہ وسلم) لکذب جائز (واجب) جب بوقتِ ضرورت آپ جھوٹ کو جائز بلکہ واجب سمجھتے ہیں تو پھر شیعوں کا تعلق کیوں ناجائز ہے۔“

سوال ۷۸۴:- ”کا دین لمن لا تعلق لہ“، شبہِ حدیث ہے۔ لیکن آپ کے ہاں کنز العمال جلد ۲ ص ۲۲ مطبوعہ حیدر آباد میں بھی موجود ہے اگر آپ تعلق جائز نہیں سمجھتے تو اس حدیث کو ملا علی متقی حسام الدین نے کیوں درج کیا۔؟

سوال ۷۸۵:- علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر در منثور جلد ۳ پر لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن ابی صرح کاتب وحی تھا لیکن بعد میں مرتد ہو گیا۔ فرمائیے اگر کاتب وحی ہونا ہی باعثِ فضیلت ہے تو پھر عبد اللہ ذکرِ کویہ فضیلت کیوں حاصل نہ ہوئی؟

سوال ۷۸۶:- حضرت امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معاویہ مجبوراً (کرہاً) اسلام میں داخل ہوا تھا لیکن اپنی خوشی سے اسلام سے نکل گیا، کیا کل ایمان کی شہادت مسنون کے لئے کافی نہیں ہے؟

۲۴۴

سوال ۷۸۷ء۔ کیا نبی کا کبھی سراسر یا سالا ہونا ناجی ہوتے کیلئے کافی ہے؟
 سوال ۷۸۸ء۔ اگر کافی ہے تو پھر اُم المؤمنین صفیہ کے والد اور بھائیوں
 کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟

سوال ۷۸۹ء۔ اجتہاد کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں قرآن و حدیث
 میں کوئی نص موجود نہ ہو ترمذی و مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ ہر شے رسولؐ
 ہے کہ ”یا علی حریتِ حسری“ اسے علیؑ تیرے ساتھ جنگ کرنا مجھ سے
 جنگ کرنا ہے لہذا معاویہ کی جنگ اور اجتہاد کا بہانہ کس طرح درست
 ہو گا۔؟

سوال ۷۹۰ء۔ اگر آپ اجتہاد کی نفی کرنا چاہتے ہیں تو اس بن مالک اور ابو ہریرہ
 جیسے اصحاب (جن کی روایات کثیرہ برہمی آپ کے مذہب کی بنیادیں کھڑی
 ہیں) کے اجتہاد کی نفی کرتے ہیں (اصولِ شاشیہ ص ۸۲ طبع مجتہبی
 دہلی) اور جب سخت پرہیزگاری و ظالم قاتل جناب امیرِ حمزہ رضا
 سید الشہداء عم مرتضیٰ بیگز صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مجتہد قرار
 دے دیتے ہیں جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں کہا فرمائیے
 معاویہ کا اجتہاد بھی اسی نکل سال کی در آمد ہے کیا؟

سوال ۷۹۱ء۔ آپ کے امامِ اعظم کے نزدیک وہ بیویوں، ولیوں، فرشتوں
 بلکہ تمام نیکیوں، بدوں، فاسقوں، فاجروں (یعنی چور، جھواری، شرابی
 زانی وغیرہ) کا ایمان برابر ہے کسی کے ایمان میں کچھ زیادتی یا کمی
 نہیں، دیکھیے فقہ اکبر ص ۱۱، شرح فقہ اکبر طاعلی قاری ص ۱۰۵،
 شرح عقائد نسفی مطبوعہ نوکلشور ص ۹ کیا آپ کے امام کا یہ خیال صحیح ہے
 کہ نیک و بدکار برابر ہیں؟

سوال ۷۹۲ء۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مدینہ حرم (یعنی عزت کی جگہ) نہیں
 ہے مانند حرمِ مکہ معظمہ کے، دیکھیے ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبدالمطعم قرطبی

مطبوعہ نو کشتہ ص ۳۱۱ فرمائیے پھر آپ مکہ مدینہ کو ”حرمین شریفین“ کیوں کہتے ہیں؟

سوال ۷۹۳۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک، جھوٹی گواہی گزاران کر بیگانی عورت سے صحبت کرنے سے کوئی گناہ نہیں۔ دیکھئے ہدایہ جلد ۱ ص ۲۹۳، درمختار ص ۲۸۴، شرح وقایہ ص ۲۳۷، تباہیے سینہ زوری والامذہب بہتر ہے یا سینہ زنی والا؟

سوال ۷۹۴۔ آپ کے امام اعظم کے نزدیک اگر طاق حاصل کرنے کی نیت سے شراب پی جائے تو درست ہے۔ دیکھئے شرح وقایہ ص ۴۴۵، ہدایہ جلد ۲ ص ۴۸۱، ردالمختار ص ۲۶۲، جواب دیکھئے اس ام الحجابات کے علاوہ اور کوئی ٹائیک امام صاحب کو نہ سوچھا؟

سوال ۷۹۵۔ مذہب اہل سنت کے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک قاتل حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم بھی مسلمان سے نہیں نکلتا ہے۔ دیکھئے شرح فقہ اکبر طاعلی قاری ص ۸۴۔ پھر فرمائیں شیعوں کا محض بدگمان ہونا آپ کے نزدیک ضعیف ایمان کیوں ہے؟

سوال ۷۹۶۔ آپ کے امام قاضی ابویوسف کے نزدیک بھڑک چڑھنے والے سے پاک ہو جاتا ہے اور اس پر نماز پڑھنا درست ہے (ہدایہ جلد ۱ ص ۲۲) کیا سور کے چڑے کو سجدہ گاہ بنانا بہتر ہے یا خاک کرنا کو جس میں حسین اور علی کا خون شامل ہے؟

سوال ۷۹۷۔ آپ کے مذہب کے مطابق اگر کبریٰ کا بچہ مورتی کے دودھ سے پالا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے (ردالمختار جلد ۱ ص ۱۹۴) تباہیے پھر سورنی کا دودھ ہی پینا کیوں حرام ہے؟

سوال ۷۹۸۔ غایتہ الادطار جلد ۱ ص ۱۵۵ میں ہے کہ عورت کو شہابیہ

۲۴۶

گاہ کی رطوبت پاک ہے۔ فرمایا اس مسئلہ کی بنیاد قرآن و حدیث ہے۔ یا قیاس ابو حنیفہ ہے؟

سوال ۱۷۹۹:- کنز الدقائق ص ۲۱۴ میں ہے کہ شراب و سور کو عورت کا مہر مقرر کر دے تو اسے مہر المثل دے۔ کیا آپ ایسے مہر مقرر کر لیتے ہیں؟

سوال ۱۸۰۰:- براہین قاطعہ ص ۴۹۹، نور الابصار ص ۴-۵ وغیرہ پر ہے کہ ہاشمیہ غیر ہاشمی کی کفو نہیں ہے۔ فرمائیں جب کفو ہی نہیں تو نکاح کس طرح ہو سکتا ہے؟

سوال ۱۸۰۱:- ملکہ جاسوسی کے لئے تفتیہ ضروری ہے۔ کیوں کہ مسلمان ہا سوس کو اپنے فرائض پورا کرنے کے لیے دشمنانِ دین سے اپنا دین اپنا وطن اور اپنا مقصد ضرور چھپانا پڑتا ہے لہذا بتائیے عقلاً تفتیہ کی ضرورت اور اس کے جواز کا انکار کس طرح درست ہوگا؟

سوال ۱۸۰۲:- جب اہل سنت مفتیوں کے فتوے کی رو سے ظلم ظالم دفع کرنے کے لئے جھوٹ تک روا ہے اور بقدر ضرورت تعریض بھی مکروہ نہیں ہے۔ تو تفتیہ کیوں کر ناجائز ہوگا؟ (تفسیر نعیمی احمدیارتحال بدایونی جلد ۲ ص ۱۹۸)

سوال ۱۸۰۳:- اگر آپ متعہ کو ناجائز سمجھتے ہیں تو مہربانی کر کے متعہ کرنے پر کوئی شرعی حد بتا دیجئے؟

سوال ۱۸۰۴:- فضلاء استمعنا بحکم منہن فانہن ارجو من ذلیقہ

(پہ، سورۃ النساء) قرآن کے الفاظ مقدس ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حلال ہے مگر آپ کہتے ہیں یہ حکم منسوخ ہے۔ جب کہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر درمنثور میں لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے اور ابو داؤد نے اپنی ناسخ میں اور ابن جریر نے

حکم سے روایت نقل کی ہے کہ حکم سے پوچھا گیا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہے اس نے کہا ہرگز نہیں۔ فرمایا اگر یہ آیت منسوخ ہے تو اس کی آیت ناسخہ کون سی ہے؟

سوال ۸۰۵:- صحیح مسلم مترجم مطبوعہ سعودیہ کراچی جلد ۲ صفحہ ۱۰ میں ہے کہ ”ہمّٰی علیٰ خیر العمل“ عہد رسالت میں آذان میں کہا جاتا تھا بتائیے خلافِ سنت اب اسے آذان سے کیوں علیحدہ سمجھا جاتا ہے؟
سوال ۸۰۶:- اس جملہ کو آذان سے کس کے حکم سے خارج کیا گیا اور اس شخص کو ایسا حکم صادر کرنے کا اختیار رسول مقبول یا خدائے ذوالجلال نے کون سی حدیث یا آیت میں دیا تھا؟

سوال ۸۰۷:- نمازِ نبیازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے کس نے منع کیا؟ اور یہ ممانعت کون سے سنِ ہجری میں ہوئی؟
سوال ۸۰۸:- نکاحِ اُم کلثوم کے وقت میں بی بی کی عمر چار یا پانچ سال بیان کی جاتی ہے اور یہ نکاح کس سال ہوا تھا؟ کیا ہے جب کہ بی بی فاطمہ زہراؑ کی وفات ۳۱ھ میں ہو چکی تھی۔ بتائیے بی بی اُم کلثوم کی پیدائش کس بی بی کے بطن سے ہوئی؟

سوال ۸۰۹:- شرحِ مواقف مطبوعہ نو لکھنؤ ۱۳۵۷ھ میں ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام نے حبہ ندک کی گواہی دی یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے۔ گواہی دینے سے ثابت ہے کہ بی بی سلّمہ ۱۱ھ میں کم از کم چھ سال کی ہوں گی اس لحاظ سے ۱۱ھ میں آپ کا سن شریف ۱۲ سال ہوتا ہے یعنی بی بی بالغ ہو جاتی ہیں جب کہ نکاحِ وانی اُم کلثوم نابالغ اور کم سن تھیں پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ منکوحہ بنت علی تھیں؟
سوال ۸۱۰:- کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد بی بی اُم کلثوم حضرت عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں لیکن ”اصحابہ“ حافظ

۲۵۰

سنی مذہب کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

سوال ۱۸۲۰:- جب کہ خود شیعہ آپ کے بقول اپنے ہی آثار و اہلاد کے منظام کی تشہیر کرتے ہیں اور اُن پر بے شمار لعنت کرتے ہیں کیا آپ لوگوں کو اس بات پر شیعوں کی حق شناسی اور انصاف کی داد نہیں دینا چاہیے کہ وہ اپنے بزرگوں کے افعال بد کو نشر کر کے ثابت کرتے ہیں کہ دین حق کے مقابلے میں اساطیر اولین کا کوئی مقام نہیں ہے؟

سوال ۱۸۲۱:- اس کے برعکس آپ ذرا بہ تو بتا دیجئے ہمارا اپنے ہی بزرگوں کو بدنام کرنا آپ کو کیوں ناگوار ہے؟

سوال ۱۸۲۲:- کئی اصحاب رسولؐ کے آثار و اہلاد کفار و مشرکین تھے انہوں نے رسولؐ کریمؐ اور اصحاب نبیؓ کو انتہائی ظالمانہ اذیتیں دیں اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا کیا با دفا و پاکباز اصحاب رسولؐ جنہوں نے اسلامی خدمات میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اپنے بزرگوں کے مذموم افعال کے ذمہ دار ہو گئے؟

سوال ۱۸۲۳:- اگر صحابہ آپ کے نزدیک ذمہ دار ہو سکتے ہیں تو پھر عکرمہ ابن ابو جہل، ابو بکر ابن ابوقحافہ خالد بن ولید و غیر ہم کے بارے میں کیا رائے ہے؟

سوال ۱۸۲۴:- اگر کوئی اپنی اپنی ہے تو شیعوں پر یہ اتہام کیوں کر معقول ہوگا؟

سوال ۱۸۲۵:- دستور یہ ہے کہ اُسی کی حمایت کرتے ہیں جس سے محبت و لگاؤ ہو اور نفرت و لعن اُسی کیلئے رہتی ہے جس سے عداوت ہو۔ آپؐ یزیدؓ کی حمایت کرتے ہیں شمرؓ جس نے حسینؓ کو قتل کیا آپ کے مذہب کا راوی ہے واقعہ کربلا کو آپؐ اجتہادی لڑائی کا مقام دیتے ہیں جب کہ شیعہ یزیدؓ و شمرؓ کو مسلمان ٹک ماننے کیلئے تیار نہیں اُن پر لعنت کوئے

مطابق کیا وہ الیکشن تھا؟

سوال ۱۸۵۱۔ اگر الیکشن تھا تو کیا نو مینشن (نامزدگی) تھی؟ اگر نامزدگی تھی تو وصیت رسولؐ درکار ہے؟

سوال ۱۸۵۲۔ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی دلی حالت تا وقت وفات حضرات شیخین سے کیسی رہی؟

سوال ۱۸۵۳۔ اگر نبیؐ پاکؐ راضی ہو گئیں تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے بعد از وفات فاطمہؑ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی؟

سوال ۱۸۵۴۔ اپنے علم ولیقین سے فرمائیے کہ سفینہ کی کاروائی کو غدیر کی کاروائی پر ترجیح کیوں حاصل ہے جبکہ مؤخر الذکر کا تعلق خود سرکار رسالتؐ کا ہے؟

سوال ۱۸۵۵۔ مثل و نخل میرا روایت ہے کہ »ان عمر ضرب بطن فاطمہ یوم البیعت حتی اسقط المحسن من بطنہا« یعنی بہ تحقیق حضرت عمرؓ نے روز بیعت فاطمہؑ کے شکم پر ایسی ضرب لگائی کہ نبیؐ کے بطن سے محسن سا قوط ہو گئے؟ بتائیے حضرت عمرؓ کا یہ فعل قابل قدر کیا مذموم؟

سوال ۱۸۵۶۔ اس ظلم پر جناب رسولؐ اُخدا حضرت عمرؓ پر راضی ہوں گے یا ناراض؟

سوال ۱۸۵۷۔ حق تعالیٰ نے رسولؐ اکرمؐ کے ایذا دینے والے کے بارے میں قرآن مجید میں کیا فرمایا ہے؟

سوال ۱۸۵۸۔ زیج الاربار علامہ زنجشیری، کتاب مستطرب اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بعد از اسلام شراب نوشی کی اور عالم نشہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بٹھی سے مارا اور دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے کہہ دو کہ ہم کو شراب

۲۵۶

پینے سے بچائے اور کھانا بند کرے اور ہم نے آج سے روزہ کھنا چھوڑ دیا ہے بتائیے صاحبین! ایسے بھی ہوتے ہیں؟

سوال ۱۸۵۹۔ اسکندریہ کا کتب خانہ کیوں جلادیا گیا؟ اور حضرت عمرؓ نے علوم سے نفرت کا اظہار کیوں کیا؟

سوال ۱۸۶۰۔ اگر حضرت عمرؓ بوجہ فتوحات اور اپنے حسن انتظام کے اعزاز کے مستحق ہیں تو پھر غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے کیا قصور کیا ہے کہ اُسے محسن اسلام تسلیم نہ کر لیا جائے کیوں کہ دینی وقار و عظمت کے لحاظ سے دونوں بزرگ ہم پلہ ہیں؟

سوال ۱۸۶۱۔ اپنے علمائے تحقیق کو اکبر بتائیں کہ شیعوں کے اصول خمسہ ایمان و عقائد میں کیا نقص ہے؟ عقلی و نقلی دلائل درکار ہیں؟

سوال ۱۸۶۲۔ حضرت ابوبکرؓ جس طریقہ سے خلیفہ ہوئے موجودہ علم سیاسیات میں اس سسٹم کا نام تحریر کریں اور اسکی مختصر تشریح فرمائیں؟

سوال ۱۸۶۳۔ اگر خلافت کو فنی منصب نہ تسلیم کیا جائے بلکہ امر خلافت کی شرط انتخاب (ELECTION) مان لیا جائے تو بھی حضرت ابوبکرؓ کو خلافت نامحمد طریقہ سے حاصل ہوئی ہے کیا اصول فقہ میں نامحمد طریقہ سے حاصل کردہ حکومت جائزہ قرار دی جاسکتی ہے؟

سوال ۱۸۶۴۔ میں فریاد کرتا ہوں بلکہ مستغیث ہوں اور انسانیت کے نام پر مذہب سنّیہ سے گزارش کرتا ہوں ذرا عقیدت کو بالائے طاق رکھ کر جواب دیجئے کہ جو لوگ حصول حکومت کیلئے اپنے رسولؐ کے جسدا طہر کے لئے ایسی بے اعتنائی کریں کہ انہیں بے دفن و کفن چھوڑ دیں۔ وہ عقیدے میں اُمتِ رسولؐ کے ساتھ کیا بھلائی کریں گے؟

سوال ۱۸۶۵۔ کیا کوئی سنی المذہب ساری دنیا میں ایسا ہے جو میرے محسنِ عالمین، فخر الانبیاء رحمۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ایسی بے کسی اور تحقیری کی تدفین پر میری ہمدردی کرے کہ کتبِ فریقین سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ وقتِ تدفین حضور اقدس سلسلے مرد بچتے؟ کاش! اصحابِ ثلاثہ جنگو اسلام کا سب کچھ کہا جاتا ہے اپنے میں سے کسی ایک ہی کو نمائندہ دیا فی چھوٹ جاتے؟

سوال ۱۸۶۶ء: کیا ایسے اشخاص کو آسمان اسلام کا آفتاب و مہتاب کہنا بچڑھتے سورج کی پوجا کرنا نہیں ہے؟ کہ جس کی لائٹ اس کی بھینس؟

سوال ۱۸۶۷ء: بعض اہل سنت کا خیال ہے کہ آل سے مراد اُمت ہے۔ فرمائیے پھر اُمت پر صدقہ حرام کیوں نہیں ہے؟

سوال ۱۸۶۸ء: مولوی عبدالشکور بکھنوی وغیرہ کا اعتقاد ہے کہ آلِ محمدؐ کا ذکر تو کجا نماز میں ذاتِ رسولؐ پر بھی درود پڑھنا ضروری نہیں ہے حالانکہ فاروقِ اہل سنت حضرت عمر بن خطاب کا قول ہے کہ ”نماز نہیں ہوتی مگر ساتھ قرأت کے اور نہ ہد کے اور حضورؐ اور آنحضرتؐ کی آل پر درود پڑھنے کے“ (نقد حافظ بن حجر فی عل الیوم واللیلۃ) ارجح المطالب ص ۲۰۱ فرمائیں عبدالشکور کا عقیدہ صحیح ہے یا حضرت عمر کا۔؟

سوال ۱۸۶۹ء: بیہقی نے امام شعبی کا قول لکھا ہے کہ جس نے نبی پر اور ان کی آل پر درود نہ پڑھا اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے جواب دیں عبدالشکور کی نمازیں کس طرح صحیح تھیں؟

سوال ۱۸۷۰ء: جواہر العقدين میں ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ”ہم محمدؐ کی آل ہیں ہم پر صدقہ حلال نہیں“ اگر ساری اُمت آل ہے تو پھر فرمائیے امام حسینؑ نے یہ خصوصیت اپنے لئے کیوں ذکر فرمائی؟

سوال ۱۸۷۱ء: ابن مردودیہ نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے ہم کو حکم دیا ہوا تھا کہ ہم علیؑ کو یا ”امیر المومنین“ کہہ کر سلام

کیا کریں، فرمائیے اصحاب ثلاثہ کیلئے بھی حضورؐ نے کوئی ایسا حکم صادر فرمایا ہے؟

سوال ۱۸۷۲۔ غلام علیؒ حضرت سالمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جناب امیر کے ساتھ اُن کی زمین میں کاشتکاری کو رہا تھا کہ حضرات ابوبکر و عمر اُن کو ملنے کے لئے آئے اور وہ اسلام علیہ یا امیر المؤمنین درجۃ اللہ برکاتہ کہہ کر سنتِ اسلام ادا کی۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ جناب رسولؐ خدا کی زندگی میں بھی اس طرح سے کہا کرتے تھے تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ ہی نے ہم کو یہ حکم دیا تھا (ابج المطالب) جواب دیں جب رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو امیر المؤمنین کہنے کا حکم دیا تھا تو پھر حضرت عمرؓ نے اپنی ذات کو ”امیر المؤمنین“ کہلوانے کا حکم کیوں صادر فرمایا؟

سوال ۱۸۷۳۔ دیلمی نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبولؐ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کب سے علیؑ کا نام امیر المؤمنین رکھا گیا ہے تو ہرگز اس کے فضائل سے انکار نہ کرتے علیؑ کا نام اس وقت سے امیر المؤمنین ہوا ہے کہ ابھی آدمؑ روح اور جسد کے درمیان تھے اُس وقت پروردگار نے ارجح کو خطاب کیا کہ میں تمہارا خدا ہوں محمدؐ تمہارے نبی ہیں اور علیؑ تمہارا امیر ہے کیا یہ بات حضورؐ نے خدا کی طرف یوں ہی منسوب کی ہے؟

سوال ۱۸۷۴۔ اگر رسولؐ نے دیسے ہی معاذ اللہ برا درانہ شفقت میں اغلاطاً یونہی اللہ کی طرف منسوب کر دی ہے تو پھر قرآن مجید کے بیان کردہ خُدا کے اس عہد کا کیا ہو گا، ”اگر رسولؐ کسی بات کو یوں ہی ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اُسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اُس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے“ ۶۹

سوال ۱۸۷۵۔ اگر حضورؐ کا بیان صحیح ہے تو بتائیے جب خُدا نے ارواح

کے سامنے اپنا اپنے رسولؐ کا اور ہمارے امیر کا کلمہ پڑھا ہے تو آپ
لوگ کلمہ کے ساتھ ذکر امارت، ولایت و امامت کو برا سمجھ کر خدا کی
مخالفت کیوں کرتے ہو؟

سوال ۱۸۷۶۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسولؐ خُدا
اسم المؤمنین عائشہؓ کے پاس تشریف رکھتے تھے اُن میں جناب امیرؓ
تشریف لائے اور حضورؐ اور اُم المؤمنین کے درمیان بیٹھ گئے۔ بی بی
عائشہؓ جھجھلا کر بولیں کیا میری رائے کے سوا آپ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی
سرور کائناتؐ نے بی بی صاحبہ کی پشت پر ہاتھ مارا اور کہا جھوٹ دیر
بھائی کے بارے میں مجھے ایذا نہ دو۔ یہ امیر المؤمنین، امیر المسلمین
سفید منہ اور ہاتھ والوں کا قائد ہے۔ قیامت کے روز یہ پل صراط
پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ
میں داخل کرے گا (ابن مردودہ) اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسے
بزرگ سے دوستی رکھنا جنت کی ضمانت ہو گا یا نہیں؟

سوال ۱۸۷۷۔ ایسی ہستی سے عداوت رکھنا جہنم کا امیدا رہنا ہے کہ نہیں؟
سوال ۱۸۷۸۔ یقین اور شک میں سے کون سی چیز بہتر ہے؟

سوال ۱۸۷۹۔ اگر شک بہتر ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کریں؟
سوال ۱۸۸۰۔ اگر یقین بہتر ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علیؓ
علیہ السلام کی شخصیت یقینی طور پر بزرگی کی حد تک تو کم از کم
مشترک ہے جب کہ اُن کے غیروں کو یہ شرف حاصل نہیں بتائیے
عقل کا جھکاؤ کس طرف ہو گا؟

سوال ۱۸۸۱۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ”ذکر علیؓ عبادت ہے“
کیا حضرات ثلاثہؓ کے ذکر کو رسول اللہؐ نے عبادت قرار دیا ہے؟ اگر
دیا ہے تو ثبوت صحیح درکار ہے؟

۲۶۰

سوال ۱۸۸۲ء: حضرت ابو بکر نے فرمایا ہے کہ ”علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے“، اور کرم اللہ وجہہ آپ حضرات بھی جناب امیرؑ کے ساتھ تحریر کرتے ہیں فرمائیے حضرات ثلاثہ کے نام کے ساتھ ایسا کیوں نہیں لکھا جاتا ہے؟

سوال ۱۸۸۳ء: آپ حضرات کا کم سے کم اتنا عقیدہ ضرور ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ سے محبت کرنا ہمز و ایمان ہے۔ تباہی جب عالم الغیب ذات خدا ہے اور ظاہری طور پر کچھ لوگوں کی عداوت حضرت امیرؑ سے مشہور ہے تو پھر ظاہر کو چھوڑ کر شخص قیاس سے کام لیتے ہوئے آپ دشمنان علیؑ کی محبت کا اظہار کر کے انہیں اجتہاد کے نکلے والے سہارا کیوں دیتے ہیں؟

سوال ۱۸۸۴ء: حضرت علیؑ کے بارے میں مشہور حدیث ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے“، مسلک اہل حدیث کے پندناصبی ذہن افراد اس حدیث کو صحیح نہیں مانتے ہیں فرمائیے اگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو پھر حضرات شیخین کو ظالم کی دیواریں کیوں کر کہا جاتا ہے؟

سوال ۱۸۸۵ء: کیا شہر کی چھت بھی ہوا کرتی ہے۔؟

سوال ۱۸۸۶ء: اگر ہوتی ہے تو زمانہ رسولؐ میں اس شہر کا نام لکھا جائے جس کی چھت تھی؟

سوال ۱۸۸۷ء: اگر شہر کی چھت ہو، خلافاً واقع ہے تو پھر آپ کے ہاں یہ قول کیوں مشہور ہے کہ عثمان علم کے شہر کی چھت ہیں۔ حالانکہ کتب سے یہ بات صحیح ثابت نہیں کی جاسکتی ہے؟

سوال ۱۸۸۸ء: تاریخ تذکرہ الکرام ص ۲۳۹ میں ہے کہ حضرت عثمان میں قوت فیصلہ تو مطلق تھی ہی تھیں اور ہر امر میں مستحیل طوط خلط غالب کے ہو جاتے تھے۔ فرمائیے یہ خاصیت حاکم کی خوبی شمار

ہوتی ہے یا خامی؟

سوال ۱۸۸۹ء۔ تاریخ خلفائے کرام ص ۲۶۸ میں ہے کہ حضرت عثمان نے بیت المال کی دولت اپنے اقربا میں تقسیم کی۔ کیا آپ ایسی معقول وجہ بتا سکتے ہیں جو حضرت ام صاحبہ کا یہ عمل بمطابق شریعت صحیح ثابت کرے؟

سوال ۸۹۰ء۔ کتاب ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت سے دھکی دے کر اقرار جرم کروایا اور اس کے قصاص کا حکم جاری کیا۔ براۓ نرازش حدیث رسولؐ سے ثابت کیا جائے کہ ملزم کو دھکا کر اقرار جرم کروانا جائز ہے؟

سوال ۸۹۱ء۔ سیرۃ فاروق ص ۳۷ میں حضرت عمرؓ کا ایک قول درج ہے کہ ”کل جو میں نے بولا تھا وہ صحیح نہ تھا اور وہ خدا کی کتاب اور اس کے وعدے کے خلاف تھا“، فرمائیے حضرت عمرؓ نے عمداً جھوٹ بولا تھا یا یقیناً کیا تھا؟

سوال ۸۹۲ء۔ حضرت عمرؓ کی عدالت کے سلسلے میں آپ کے ہاں ان کے فرزند عبدالرحمن بن عمر بن خطاب المعروف ابو شیحہ کا واقعہ بڑے غم سے بیان کیا جاتا ہے۔ مداحی عمر میں مولوی شبلی نعمانی نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہے اور اپنی کتاب ”الفاروق“ میں حضرت عمرؓ کے حالات مکمل تحریر کرنے کی کوشش کی ہے بتائیے شبلی نے یہ داستان زینت کتاب کیوں نہیں بنائی؟

سوال ۸۹۳ء۔ اسلامی شریعت میں شراب کب حرام قرار دی گئی؟

سوال ۸۹۴ء۔ قصہ ابو شیحہ کی تمام متضاد روایات کو سامنے رکھ کر ثابت کیجئے حضرت عمرؓ نے کس جرم کی سزا میں اپنے فرزند کو ہلاک کیا؟

سوال ۸۹۵ء۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں اقرار کیا

سیدنا محمد (ﷺ)

ہے کہ حضرت عمرؓ نے جس قدر غلطی مسائل میں کی ہے۔ اس کا احصاء نہیں ہو سکتا۔ بتائیے ایسی غلطیاں قلتِ علم کی وجہ سے ہوئیں یا کسی اور باعث سے؟

سوال ۱۸۹۴۔ مہربانہ صفحہ کی ممانعت کے بارے میں ایک عورت نے حضرت عمرؓ کے کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن سے ناواقف ہے۔ تو عمر صاحب نے جواب دیا ”عمرؓ سے سب کا علم زیادہ ہے“ (نوٹ مسدس حالی) فرمائیے حضرت صاحب نے یہ جملہ کس نفسی کے تحت فرمایا یا حقیقت میں ان کو علم قرآن سے واقفیت نہ تھی؟

سوال ۱۸۹۷۔ بائبل میں ”ایلیا“ سے مراد کون ہے؟

سوال ۱۸۹۸۔ اے نوٹ بک، آن اولڈ اینڈ نیوٹ ٹامنٹس آف بائبل ہالڈرا ص ۴۲ اور ص ۲۲۸ مطبوعہ ولیم اے ہارڈ پریس انگلینڈ ۱۹۰۷ء میں لکھا ہے کہ پُرانے اور موجودہ زمانے کی عبرانی زبان میں لفظ ”ایلیا“ یا ”ایلی“ اللہ کے معنی میں استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد زمانہ مستقبل یا آخری وقت میں کوئی ہستی ایسی ہے جس کا نام ”ایلیا“، یا ”ایلی“ ہو گا۔

فرمائیے خلفائے ثلاثہ رسول آخر الزماں کے حقیقی وصی ہیں۔ تو ان کا ذکر دو نام کتب سابقہ میں کہا ہے؟

سوال ۱۸۹۹۔ رسالہ کرشن بنی مؤلفہ پنڈت رام دھن شائع کردہ ساگر پستکالیہ دہلی ص ۷۲ میں کرشن جی مہاراج کی ایک دعا ان الفاظ میں درج ہے؟

مے پر مشورہ بسنسار پرما آتما! تجھے اپنی ذات کی قسم جو آکاش اور دھرتی کا جنم کارن ہے اور اس کی قسم جو تیرے پیارے کا پیارا! تیرے پریتم کا پریتم ہے تجھے اُس کا واسطہ جو ”آہلی“ ہے جو سنسار

کے سب سے بڑے مسند میں کائے پھر کے نزدیک اپنا چہکار دکھلائے گا تو میری غنی سُن جھوٹے راکشوں کو نشہ کر اور سچوں کو فتح دے ایشور۔ ایلا۔ ایلا۔ ایلا۔“

فرمائیے آکاش اور دھرتی کے جنم کار یعنی باعثِ تکوین ارض و سما، موردِ لولاک لما خلقۃ الافلاک کی ذاتِ مقدس کون ہے؟

سوال ۹۰۔ پھر کرشن جی زینتِ ارض و سما کے پیارے کے پیارے (محبوبِ رسولِ خدا) اور اس کے پرستیم کے پرستیم (حبیبِ نبیِ محترم) کی قسم دے کر کس کا نام پکار رہے ہیں ”آہلی، آہلی، کیا یہ نام حضرت علیؑ کا ہے یا تعلقائے شکار میں سے کسی صاحب کا؟

سوال ۹۱۔ بتائیے دنیا کے سب سے بڑے عبادتِ خانے (کعبہ) میں کائے پھر (حجرِ اسود) کے قریب ولادت یا سعادت کس بزرگ کی ہوئی؟ سوال ۹۲۔ کیا حضورؐ نے روزِ خیر یہ نہیں فرمایا تھا کہ ”کل میں علم اس کو دود گا جو مرد ہوگا، کرا ہوگا، غیر فرار ہوگا، اللہ و رسولؐ کا محبوب ہو گا اور اللہ اور رسولؐ اس کے محبوب ہوں گے“ بتائیے آنحضرتؐ نے کس کی شان میں یہ ارشاد فرمایا؟

سوال ۹۳۔ کتابِ ناگرساگر مؤلف پنڈت کرشن گوپال مطبوعہ سمیٹ پرپس آگرہ شائع کردہ نارائس تک ڈپو آگرہ ”ایڈیشن ۲ ص ۲۱ میں لکھا ہے کہ ”پراچین سے کی پرانی زبانوں میں ایک سنسکرت بھی ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سب سے پرانی ہوئی ہے اس میں کوئی شکھیا ایسے بھی ہیں جو آج کل عام لکھنے پڑھنے میں نہیں آتے اسی طرح کا ایک نیام ہے ”ایلا“ اس کا مطلب ہے بڑے ہی ادبجے درجے والا اور ”آہلی، آہلی، آہلی“ یا ”آنی“ بھی اسی سے نکلا ہے جیسا کہ عربی زبان میں کہتے ہیں۔ اعلیٰ۔ عالی۔ تعالیٰ وغیرہ پراچین

نام وہ ہے جو پورا تھا کا ہے؟ (بدھو گیان مصنفہ رام نرائن بنارس ص ۴۵)
 فرمائیے جب اسنادِ علویہ قدیم مذاہب سے بھی ثابت ہے ”ناد علی“
 کا ثبوت کتبِ سنیہ میں بھی موجود ہے تو پھر آپ حضرت علیؑ کو مولا مشکل
 کشا مان لینے میں تذبذب کیوں فرماتے ہیں؟

سوال ۱۹۱۲۔ مہاتما بدھ پھر کہتے ہیں کہ وہ آکھہ تھے دیکھنا ہزاروں پراختیادوں
 (عبادتوں) کے برابر ہے (انظر علی وجہ علی عبادة) تو جگوان جی کا چہرہ
 ہے (وجہ اللہ) میرے پیارے توبہ کچھ ہے اور میں تیرے بغیر کچھ بھی نہیں
 (”لنا“ اور ”ک“) تو سب کچھ دیکھ رہا ہے سب حال تیرے سامنے ہے۔
 میری تکلیفوں کا تجھے علم ہے تو ہی ان کو دور کر سکتا ہے۔
 اب جواب دیجئے اگر حضرت ابوبکر رضی رسول اللہؐ ہیں تو پھر ان کے
 تذکرے دیگر مذاہب کی کتب میں کیوں نہیں مل پاتے؟

سوال ۱۹۱۳۔ کیا کتب ادیان دیگران میں ایسی اشارت و اختیارات و لاییت و
 امامت علیؑ کی دلیل نہیں ہیں جب کہ تمام باتیں مفصل و مرصدہ طور
 پر کتبِ سنیہ میں بھی موجود ہیں؟ خدرا انصاف و ایمان سے فیصلہ فرما کر
 جواب دیجئے؟

سوال ۱۹۱۴۔ یورپی مؤرخ مسٹر واشنگٹن ایروننگ اپنی تاریخِ ذلائف آف
 محمدؐ اینڈ ہنز سیکسز ص ۱۸۲-۱۸۱ پر اپنی رائے لکھتے ہیں کہ ”خلافت“
 کے سب سے زیادہ امینار جناب علیؑ تھے جن کا سب سے زیادہ فطرتی
 حق تھا ”کیا مسلمان کیلئے یہ امر باعثِ شرم و افسوس نہیں ہے کہ
 غیر مسلموں نے تو حق علیؑ کو تسلیم کر لیا لیکن اُمت نے نہ صرف علیؑ کا حق
 غضب کیا بلکہ جو ری الٹی سینیہ زوری کے مصداق بھڑھی؟

سوال ۱۹۱۵۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب ”ایسے ان دی کیملافٹ کلین
 خطبہ غدیر کے بیان میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خطاب فرمایا۔

مے اے دو تو! (صحابیوں) یہ خدا کے احکام ہیں علیؑ نے مجھ سے سبب
وحی سیکھی ہے جو مجھ پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتی جو اس حکم کو نہ مانے گا
اللہ کی دامن لعنت اس کے سر پر سوار رہیگی (یعنی جو علیؑ کا حکم نہ بجالائے
گا) خدا نے قرآن کے ہر سورہ میں علیؑ کی تعریف کی ہے۔ میں دوبارہ کہتا
ہوں کہ علیؑ میرا ابنِ عم ہے میرا گوشت ہے میرا خون ہے اور خزانے اسے
نہایت نادر خوبیاں عطا کی ہیں بعد اس کے اس کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ
اس کے بالئیں ہوں گے۔

اس خطبہ کے تمام ہرنے پر (حضرات) ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ ابو
سفیانؓ اور دوسرے لوگوں نے علیؑ کے ہاتھ جوڑے اور ان کو جانشین
رسولؐ ہونے کی مبارکباد دی۔ اور اقرار کیا کہ ان کے تمام احکام کو
سچے طور پر مانیں گے (بحوالہ تاریخ اسلام جلد ۲ باب ۲ ص ۲۴۳)
اب جوابیہ طالب امر ہے کہ اگر غیر مسلم، غیر جانبدار مؤرخ کی تحقیق
کی روشنی میں جن لوگوں نے باوجود تسلیم و رضا تحکیم اور مبارکبادی کے
خلاف رسولؐ حضرت امیر علیہ السلام کو جانشین رسولؐ تسلیم نہ کیا کیا وہ
لوگ مطیع پیغمبرؐ اور وفادار تھے؟ عقیدت کی پٹی اتار کر جواب دیجئے؟
سوال ۹۱۲۔ مسٹر سٹیڈ لاف فرانسیسی اپنی مشہور کتاب ”دسپوٹ آف اسلام“
میں اپنی رائے اس طرح لکھتے ہیں کہ ”عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولؐ
نے ولی عہد مقرر نہیں کیا۔ لیکن یہ واقعات کا تو ہم سے حلال کہ اس
کا کافی ثبوت موجود ہے کہ رسولؐ نے اکثر و بیشتر ولی عہد کی کیلئے حضرت
علیؑ کی طرف اشارہ کیا خصوصاً حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر
اس جگہ جسے ہم غدیر کہتے ہیں چھڑ گئے اور لوگوں کے خم غفر سے ہو
الفاظ بیان فرمائے اس سے ان کے ارادہ ولی عہد میں شبہ کی کوئی
گنجائش نہیں رہتی؟“

کیا یہ بات قابل انصوس نہیں ہے کہ مستشرقین تک تو ارادہ رسولؐ سے واقف ہو گئے لیکن امت نے سہوڑ کی خواہش کا کوئی احترام نہ کیا؟
سوال ۱۹۱۷ء۔ مسٹر سٹیلارڈ کی رائے ہے کہ اگر تخت نشینی کا اصول جناب علیؑ کے موافق ابتداء سے تسلیم کر لیا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے نہ ہوتے جنہوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں غوطہ دیا، براہ راز کشا مونیخ کے اس تبصرہ پر اپنا جوابی تبصرہ کیجئے؟

سوال ۱۹۱۸ء۔ آنریبل فریئر ٹیڈر اپنی جرنل مسٹری کے ص ۲۲۹ میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ ”حضرت محمدؐ نے اپنے داماد علیؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا مگر آپ کے خسر ابوبکر نے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر خلافت پر قبضہ کر لیا۔“

بتائیے اس غیر مسلم کو شیعوں نے کرنی رشتہ دی تھی کہ اس نے اپنی حقیقت رائے کا اظہار اس طرح کھل کر کیا؟

سوال ۱۹۱۹ء۔ عروج و زوال سلطنت روم کے مؤلف مسٹر ایڈورڈ گین نے اپنا ناطق فیصلہ ص ۹۳۸ پر اس طرح لکھا ہے کہ دو اگر علیؑ مستحق خلافت تھے بعد از رسولؐ اُخلفہ مقرر کر دیئے جاتے تو اسلام اپنے خون میں نہ نہاتا، آپ بتائیے کہ اگر حق مار کو اس کا حق مل جاتا تو اسلام کو کیا نقصان ہوتا؟

سوال ۱۹۲۰ء۔ مذہب صحیح وہی ہو سکتا ہے جس میں نیک و بدکار میں امتیاز ہو سکے جب کہ مذہب خیر میں داخل ہوتے ہی یہ پابندی لگ جاتی ہے کہ اصحاب کے معاملہ میں خاموشی اختیار کرو وہ سارے غیر معصوم ہمارے تھے کیا ایسا ممکن جہاں آزادانہ رائے اور تنقید پر ممانعت دار ہو عقلاً قابل قبول ہوگا؟

سوال ۱۹۲۱ء۔ دین کا بنیادی مشن ہی یہ ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق

تمایاں کرتا ہے جب جھوٹ اور سچ آپس میں مل جانے پر اُن کو علیحدہ کرنے کی ممانعت ہوگئی تو حق و باطل کا فرق کس طرح معلوم ہوگا؟ سوال ۱۹۲۱ء - کتاب خدا کی ابتدا سورہ فاتحہ سے ہے اس میں واضح طور پر دعائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا جو اُن کا راستہ ہے جن پر تیرا اتمام ہوا ہے اور اُن لوگوں کی راہ سے محفوظ فرما جن پر تیرا غضب ہوا ہے اور جو گمراہ ہوئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انعام یافتہ و مغضوب و ضال میں شناخت کرنا ضروری امر ہے لیکن جب نقد و جرح ہی پر پابندی ہوگئی تو پھر صراطِ مستقیم کا تعین کیسے ہوگا؟

سوال ۱۹۲۳ء - جب اصحاب پر تنقید کی جاتی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ شیعہ صحبت رسول پر معترض ہیں یعنی جو لوگ آپ کی صحبت میں رہے ان پر صحبت کا اثر نہ ہوا۔ جواب دیجئے اگر صحبت پر غیر مؤثر ہے تو پھر آنحضورؐ کی ترتیب کا کیا مقام و درجہ ہوگا؟

سوال ۱۹۲۴ء - قرآن کریم سے وہ آیت بھی مکمل حوالہ کے ساتھ نقل کر دیجئے کہ ہر صحابی سے نہ کہ ان کا رکھنا ضروری ہے مہربانی کر کے اپنی ذاتی تاویل کو کلامِ خدا میں نہ ملائیے بلکہ صرف آیت نقل کیجئے؟

سوال ۱۹۲۵ء - مخلصین صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل سے کتابِ خدا سجری ہوئی ہے احادیث میں اُن کے مناقب درج ہیں ہم شیعوں کا عقیدہ ہے جو اصحاب صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مراتب کا انکار کرتا ہے وہ مؤذی خدا اور رسولؐ ہے مردود اور احسان فراموش ہے پھر ہم پر اصحاب دشمنی کا الزام کیوں لگایا جاتا ہے؟

سوال ۱۹۲۶ء - ہمارے خلاف الزام ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں ہے کہ سوائے تین چار اصحاب کے باقی سارے مُرد ہو گئے لہذا اُگدا ریش ہے وہ تمام روایات شیعہ اصول کے مطابق صحیح نہایت کی جائیں؟

سوال ۹۲۷۔ اگر مبیز روایات صحیح بھی ہوں تو کیا قلت تعداد کیلئے ہم روزِ مرہ کی گفہ گو میں ایسے اعداد استعمال نہیں کرتے ہیں؟ کیا محارہ میں اُن کے معنی لفظی اعتبار سے اخذ ہوں گے؟ مثلاً میں کہتا ہوں کہ نماز عید کے بعد خطبہ سننے کے لئے مسجد میں دو چار آدمی رہ گئے تھے امجد، بشیر، محمد دین اسلم وغیرہ تو کیا اس سے مراد فی الواقعہ ہی لی جائے گی؟

سوال ۹۲۸۔ کیا کوئی شیعہ اگر کسی صحابی سے بدگمانی رکھتا ہے تو اس کو محبوبِ رسولؐ یا دوستِ علیؑ بھی اعتقاد کرتا ہے؟ یا کہ اُس صاحب کو حکمِ عدولِ رسولؐ اور عدوِ امیرِ علیہ السلام سمجھتا ہے؟

سوال ۹۲۹۔ کیا شیعوں نے معیارِ عقیدت محبتِ رسولؐ و آلِ رسولؐ تسلیم کر کے کوئی غلطی کی ہے؟

سوال ۹۳۰۔ آپ کے خلیفہِ اولؑ نے مرتد صحابیوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ جن کو رسولؐ المبقول نے عاملِ صدقات مقرر فرمایا تھا باوجود اقرارِ کلمہ کے شہید کیا گیا، اگر حضرت ابو بکر کا اصحاب کے خلاف جنگ و جدل کرنا قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ تو پھر شیعوں کی صرف جنبشِ قلم قابلِ معافی کیوں نہیں؟

سوال ۹۳۱۔ خالد بن ولید نے زوجہ مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ سے کیا سلوک کیا اور حکومتِ وقت نے اُن کے خلاف کیا کاروائی کی؟

سوال ۹۳۲۔ اگر شیعوں نے یہ کہا کہ صحابہ مرتد ہو گئے تو بتائیے امام غزالی نے سرِ العالمین میں ایسے ہی الفاظِ اصحاب کے بارے میں کیوں لکھے؟

سوال ۹۳۳۔ جواب دیکھئے کہ فقہ جعفریہ کو بغیر تائیدِ حکومت و تعاونِ امارت کے برتری کیوں حاصل ہے؟ جیسا کہ خود آپ کے امامِ اعظم نے اقرار کیا ”میں نے امام جعفر بن محمد (الصادق) سے ہتر فقہ نہیں دیکھا (مناقب ابوجعفر جلد ۱ ص ۱۸۸)“

سوال ۱۹۳۷۔ کیا مذہب اہل سنت کے نزدیک نماز کو عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں پڑھنا صحیح ہے؟

سوال ۱۹۳۸۔ اگر نہیں بلکہ خلاف سنت ہے تو فرمائیے نکاح مسنون کے صحیح عربی میں پڑھنے پر کیا حکم ہے جب کہ مرعی تک حلال کرنے کیلئے تکبیر عربی میں پڑھی جاتی ہے؟

سوال ۱۹۳۹۔ جب دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے تو بتائیے آپ کے ہاں ”جبری طلاق“ کیوں ہو جاتی ہے؟

سوال ۱۹۴۰۔ مذہب امامیہ میں طلاق کیلئے کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے جب کہ آپ کی فقہ حنیفہ کے مطابق گردن پر پھری رکھ کر طلاق دلو کے مطلقہ پر قبضہ جمایا جاسکتا ہے جواب آپ دیں مگر خواتین سے سوال ہے کہ ایمان سے کہیں ان کو تحفظ مذہب امامیہ میں ہے یا مذہب سنیہ میں؟

سوال ۱۹۴۱۔ نکاح جیسا اہم معاہدہ آپ کے ہاں صرف ”طلاق طلاق طلاق“ کہنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ رواج زمانہ رسولؐ اور عہد ابوبکرؓ میں ثابت کیجئے؟

سوال ۱۹۴۲۔ صحیح مسلم کتاب الطلاق باب طلاق الثلث میں مذکور ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ زمانہ رسولؐ اور حضرت عمرؓ کی حکومت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک طلاق بنائی جاتی تھی پس عمر بن خطابؓ نے کہا کہ لوگوں نے ایسے امر میں جلدی کی ہے جس میں انہیں مہلت تھی پس ہم ان پر وہی حکم جاری کر دیں پس انہوں نے وہ حکم (یعنی تین طلاقوں کو یک وقت تین طلاقیں سمجھ کر طلاق بائن قرار دی) لوگوں پر نافذ کر دیا بتائیے اس خلاف سنت حکم کے نفاذ نے حقوق نسواں پر ظلم کیا ہے یا نہیں؟

سوال ۱۹۴۔ کیا یہ ظلم کی بات نہیں ہے کہ ساری زندگی اور تمام عمر ساتھ نبھانے کا معاہدہ محض تین سیکنڈ میں توڑ کر رکھ دیا جائے؟ عقل اس کی مقتضی ہے کہ اس قدر اہم عہد کو دین، تحفظ بخشے کیا آپ کے منصب میں اسے ایسی حفاظت میسر ہے جب کہ بعض اوقات صرف شیعوں کا جلوس ہی دیکھ لینا اس معاہدے کو باطل قرار دیتا ہے (فتویٰ ردِ روافضی ص ۱۰۶)

سوال ۱۹۵۔ غزالی نے حقوق الانسان ص ۱۷۲ میں لکھا ہے کہ ”جمہور فقہاء نے حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی پیروی کر کے اس طلاق (بمطابق اہل سنت والجماعت) کی صحت کا فتویٰ دے دیا ہے حالانکہ سنت پر غیر قطعاً اس کے خلاف تھی“ قرآن مجید محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیؐ تھے یا حضرت عمرؓ؟ سوال ۱۹۶۔ جو اجتہاد رسولؐ کریم کی سنت کے خلاف ہو گا کیا آپ اسے قبول کر کے بھی اہل سنت ہونے کا دعویٰ جاری رکھیں گے؟

سوال ۱۹۷۔ کیا حضرت مختار ثقفی رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمانی سنتی حضرات صرف اس وجہ سے رکھتے ہیں کہ انہوں نے قاتلانِ حسینؑ کو کفر کر دار تک پہنچایا؟ سوال ۱۹۸۔ جواب دیجئے کہ عبداللہ بن زبیر نے نوین حسینؑ کے بارے میں کیا علیٰ قدم اٹھایا؟ جب کہ قصاص عثمان کی شورش میں انہوں نے خلیفہ برحق کے خلاف نمایاں کردار ادا کیا تھا؟

سوال ۱۹۹۔ شاہ اسماعیل شہید نے اپنی کتاب منصب امامت میں اقرار کیا ہے کہ روز قیامت علیؑ کی ولایت کا سوال کیا جائیگا؟ تب آپ جب ولایت علیؑ خود ہی نہیں ہے تو پھر سوال کا ہے کا؟

سوال ۲۰۰۔ جب شیعہ تمام امور اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں تو آپ ہمارے ہوئے جواری کی مانند یہ کہہ دیتے ہیں کہ اسلامی لٹریچر شیعوں ہی کا تحریر کردہ ہے تب آپ کی کتابیں بھی شیعوں ہی نے لکھی

۲۷۳

ہیں تو پھر آپ کے علماء کیا کرتے رہے؟

سوال ۱۹۴۷ء: اپنے کم از کم پچیس^۱ علماء متقدمین کے ناموں سے آگاہ کر دیجئے۔
جن کو آپ معتمد تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۱۹۴۸ء: اپنی صحاح ستہ کے علاوہ مزید جالینس^۲ کتابوں کی فہرست شائع فرمائیں جو کم سے کم تین^۳ سو سال قبل تحریر کی گئی ہوں اور آپ اُن کو حجت تسلیم کرتے ہوں؟

سوال ۱۹۴۹ء: (PUBLIC MOURNING) کو کسی بھی قوم نے مذموم قرار نہیں دیا ہے لیکن یہ خاصہ بھی آپ ہی کے مذہب شریف کا ہے کہ عزاداری کو آپ ناجائز سمجھتے ہیں عقلی دلائل دیجئے؟

سوال ۱۹۵۰ء: ہر قوم خواہ وہ کسی مذہب کی پیرو ہو یا ملحدانہ نظریہ رکھتی ہو اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی تعظیم و قدر کر رہی ہے لیکن آپ ہیں کہ اہل بیت^۴ کی زیارت کو ناگوار سمجھتے ہیں۔ بتائیے کیا اہل بیت کو آپ برگزیدہ اعتقاد کرتے ہیں؟

سوال ۱۹۵۱ء: اگر کالا لباس اتنا ہی بُرا ہے تو فرمائیے خلافِ کعبہ کا رنگ سیاہ کیوں ہے اور حضور کو کالی کلتی والا رسول^۵ آپ نعتوں میں کیوں کہہ کر اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے کالی عبا اوڑھی؟

سوال ۱۹۵۲ء: ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ صحابہ نے دنیا کے کونے کونے میں اسلام پھیلا دیا دوسری طرف آپ الزام لگاتے ہیں کہ اسلامی لٹریچر شیعوں نے لکھا ہے دونوں میں کون سی بات قابلِ قبول ہے؟

سوال ۱۹۵۳ء: آپ کو اس مغرضہ پر بہت ناز ہے کہ اگر ایک عمر اور ہوتا تو ساری دنیا میں اسلام پھیل جاتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں آپ زمانہ عمر میں صرف نصف ایشیا ہی میں مسلمانوں کی کثرت ثابت کر دیجئے؟

سوال ۱۹۵۴ء: چلئے دورِ حاضرہ ہی میں ایشیا کے نام ممالک کی آبادی

اور مسلمانوں کا تناسب تحریر کر کے ثابت کر دیجئے کہ اُس وقت الیشیا میں دیگر اقوام کی نسبت مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے؟

سوال ۱۹۵۵ء۔ اگر آپ اکیلی کتاب کو ہدایت کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو مہربانی کر کے آکم کے معنی بتا دیجئے؟

سوال ۱۹۵۶ء۔ جب پہلے سبق کے پہلے حروف ہی سے واقفیت نہیں ہے تو پھر آگے کے اسباق کا کیا حال ہوگا؟

سوال ۱۹۵۷ء۔ اگر عقلاً کتاب ہدایت کیلئے کافی ہوتی ہے۔ تو پھر دُنیا سا تذہ کی ضرورت سے کیوں انکار نہیں کر دیتی اور اُن کو درس گاہوں سے فارغ کر کے کثیر رقم کی بچت کیوں نہیں کرتی؟

سوال ۱۹۵۸ء۔ برائے مہربانی اُس صحابی رسولؐ کا نام تحریر فرمائیے جس نے سب سے پہلے حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی؟

سوال ۱۹۵۹ء۔ جماعت صحابہ میں یہ شرف کس صحابی کو حاصل ہے کہ جنگوں میں محافظِ علم رسولؐ ہو اور روزِ اُحد جب کہ سب کے پاؤں اکھڑ گئے مگر وہ شخص صبر و استقامت سے اپنے مقام پر ڈٹا رہا؟

سوال ۱۹۶۰ء۔ کس بزرگ صحابی نے حضورؐ کو غسل دے کر قبرِ مبارک میں اتارا؟

سوال ۱۹۶۱ء۔ روزِ قیامت لو! الحمد کس بزرگ کے ہاتھ میں ہوگی؟ مرفوع حدیث رسولؐ پیش کیجئے جس کے راوی ثقہ ہوں؟

سوال ۱۹۶۲ء۔ امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب نے شہادت کے بعد کیا ترکہ چھوڑا؟

سوال ۱۹۶۳ء۔ کیا اہل بیتؑ سے محبت رکھنا باعثِ نجات نہیں ہے؟

سوال ۱۹۶۴ء۔ وہ کون سا رائج مذہب ہے جسے مذہبِ آلِ محمدؐ کہا جاتا ہے؟

سوال ۱۹۶۵ء۔ حکمِ قرآن یہ ہے کہ اُن لوگوں سے محبت نہ رکھو جن پر خدا کا غضب

ہو ہے (ممتحنہ) کیا آپ اس حکم کو مانتے ہیں؟

سوال ۱۹۶۶ء۔ سورۃ اعراف ۱۵۲ پ ۹ میں ہے کہ جنہوں نے کھچڑے کو معبود

بنایا (یعنی ہارونؑ کی اطاعت سے روگردانی کی) اُن پر اللہ کا غضب ہے
رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو ہارونؑ اُت قرار دیا بتائیے اُن کی نافرمانی
غضبِ خدا کا سبب ہوگا یا نہیں؟

سوال ۱۹۶۔ سورہ نحل ۱۰۶ اپ ۱۴ میں ہے کہ جب مردِ مطمئنِ قلب کے علاوہ اگر
کوئی کشادہ سینہ سے کفر کرے تو اس پر خدا کا غضب ہے فرمائیے جو
لوگ بعد ایمان بلا مجبوری مرتکب کفر ہوئے اُن سے محبت رکھنا خدا کی حکمِ عدول
ہوگا یا نہیں؟ صرف ہاں یا نہ میں جواب دیں؟

سوال ۱۹۷۔ سورہ طہ اپ ۱۴ ۸۶ میں مضمون ہے کہ عہد شکنی پر اللہ کا
غضب ہے کیا جن لوگوں نے عہدِ عذیر توڑا یا بیعت رضوان توڑی اُن
سے محبت کرنا خلافِ حکمِ خدا ہوگا یا نہیں؟

سوال ۱۹۸۔ سورہ شوریٰ اپ ۱۴ ۲۵ میں ہے خدا کے بارے میں جھگڑا کرنے
والوں پر غضب ہوگا بتائیے ایسے معصوبِ قابلِ نفرت ہیں یا لائقِ محبت؟
سوال ۱۹۹۔ سورہ مجادلہ اپ ۲۸ ۱۴ ہے ”کیا آپؐ نے اُن لوگوں کی حالت
پر غور نہیں کیا جو اُن لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جن پر خدا نے غضب
ڈھایا ہے تو اب وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ اُن میں (نہ مسلمان ہیں
نہ کافر) یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ (جانتے بوجھتے
غلط بات کو قبائس کے سہارے صحیح سمجھتے ہیں) (خالا لکھ) اُن کو علم ہے
(حقیقتِ حال سے واقف ہیں)۔“

جواب دیجئے ایسے حضرات اور اُن کے عقیدت مندوں سے
دوستی خلافِ قرآن ہے یا نہیں؟

سوال ۲۰۰۔ خدا کی نشانیوں کا انکار بھی باعثِ غضبِ خدا ہے (قبرہ)
بتائیے جو لوگ د آیات اللہؑ سے انکار کرتے ہیں مغضوب ہیں یا نہیں؟
سوال ۲۰۱۔ جن لوگوں کو خدا نے اپنی عنایت سے افضل فرمایا ہے اُن

کے کفر کرنے والے بھی مغضوب ہیں (سورہ بقرہ) بتائیے ایسے لوگوں سے محبت کس طرح جائز ہوگی؟

سوال ۱۹۷۳۔ سورہ اعراف پر ۱۷۱ میں ہے کہ جن لوگوں نے چند ناموں کے بارے میں جھگڑا پیدا کیا تو ان کے آباؤ اجداد نے بلائیں خدا (بلائیں) خواہ خواہ گھڑائے تھے اُن پر اللہ کا غضب ہوا؛ فرمائیے بغیر نص کے افراد کیسے جھگڑا کرنا غضب خدا کو دعوت دینا ہے یا نہیں ہے؟

سوال ۱۹۷۴۔ سورہ نسا پر ۹۳ ہے کہ ”جو شخص کسی مومن کو عداوت رکھے اس کی سزا دوزخ ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اُس پر خدا نے غضب ڈھایا اور اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔“
بتائیے قاتلان اہل بیتؑ مغضوب و ملعون ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۹۷۵۔ سورہ فتح پر ۲۴ و ۲۵ میں منافقین و مشرکین و ظالمن تینوں پر لعنت و غضب خدا مرقوم ہے بتائیے یہ تینوں ملعون و مغضوب ہوئے یا نہیں؟

سوال ۱۹۷۶۔ صراطِ مستقیم کن لوگوں کی راہ ہے؟

سوال ۱۹۷۷۔ کیا آلِ محمدؑ علیہم السلام صراطِ مستقیم پر تھے یا نہیں؟

سوال ۱۹۷۸۔ اگر آلِ محمدؑ علیہم السلام سیو صحی راہ پر نہ تھے تو پھر آپ کے امام ثعلبی نے اور صاحب معالم التنزیل نے یہ روایت کیوں لکھی کہ ”مسلم بن حبان کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہہ سنا ہے کہ صراطِ مستقیم ہے جناب محمدؐ اور اُن کی آل کا طریقہ مرا ہے؟“

سوال ۱۹۷۹۔ فضیلت کا ثبوت دو قسم سے ہو سکتا ہے عقل سے یا نقل سے بتائیے خلفائے ثلاثہ کو عقلی اثبات سے آپ افضل مانتے ہیں یا نقلی اعتبار سے؟
سوال ۱۹۸۰۔ اگر عقلاً آپ افضلیت ثلاثہ کے قائل ہیں تو از راہ نوازش علم و شجاعت کے دونوں معیاروں میں اُن کو حضرت علیؑ سے بلند پایہ

۲۷۷

عالم و شجاع ثابت کر دیجئے؟

سوال ۱۹۸۱ء۔ اگر قطعاً مانتے ہیں تو ان کی افضلیت منصوص ثابت کریں
 کتاب خدا سے اور احادیث صحیح سے؟

سوال ۱۹۸۲ء۔ طبرانی نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ رسالت
 مآبؐ نے فرمایا کہ کسی شخص نے علیؑ کی مثل فضل کا اکتساب نہیں کیا وہ
 اپنے دوست کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے اور بُرائی سے بھرتا ہے۔
 بتائیے آپ اپنے فاروقِ اعظم کی اس حدیث پر اعتماد کرتے ہیں
 یا نہیں؟

سوال ۱۹۸۳ء۔ کیا حضرت علیؑ کے علاوہ اصحابِ ثلاثہ میں سے کسی صاحب
 نے دعویٰ عام کیا ہے کہ ”سلونی“، یعنی جو کچھ مرضی ہو پوچھ لو؟
 سوال ۱۹۸۴ء۔ کنز العمال ملا متقی میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے فرمایا ”علیؑ میں علم کا خزانہ ہے“ کیا شیعوں نے اس خزانہ سے
 فیض حاصل کر کے غلطی کی ہے؟

سوال ۱۹۸۵ء۔ کتاب خدا متقین کے لئے ہدایت ہے بتائیے بعد از رسول
 امام المتقین سے بڑھ کر ہدایت کو جاننے والا اور کون کھتا؟
 سوال ۱۹۸۶ء۔ بتائیے حضرت علیؑ علیہ السلام کے علاوہ حضورؐ نے اصحابِ ثلاثہ
 میں سے کس کو دو امام المتقین“ فرمایا۔ حوالہ مکمل دیجئے کتابیں اپنی
 دیکھیے؟

سوال ۱۹۸۷ء۔ اگر کوئی حدیث ایسی مل جائے تو اپنے اصولِ حدیث کے
 مطابق اسے صحیح و مؤثر بھی ثابت کر دیجئے؟

سوال ۱۹۸۸ء۔ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں جنابِ ستیہ فاطمہ زہرا
 سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا جس کا میں ولی ہوں
 اس کا علیؑ ولی ہے جس کا میں امام ہوں پس اس کا علیؑ امام ہے

بتائیے اصحاب حضورؐ کو ولی و امام مانتے تھے یا نہیں؟

سوال ۱۹۸۹۔ اگر مانتے تھے تو بتائیے پھر انہوں نے علیؑ کو ولی اور امام کیوں تسلیم نہ کیا؟

سوال ۱۹۹۰۔ اگر انہوں نے علیؑ کو ولی بھی مانا اور امام بھی مانا تو پھر شیعوں کا عقیدہ پورا ہوا لہذا اختلاف کیسا؟

سوال ۱۹۹۱۔ بتائیے معاویہ وغیرہ نے علیؑ کی بیعت نہ کر کے ولایت و امامت رسولؐ کا انکار کیا کہ نہیں؟

سوال ۱۹۹۲۔ امام حاکم نے مستند اور صحیح طریقوں سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ اللہ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بدلے ستر ہزار ہزار آدمی کو مارا ہے اور تیرے نواسے (حسینؑ) کے بدلے ستر ہزار افراد کو ہلاک کرنے والا ہوں۔

اگر بعد از اللہ امام حسینؑ علیہ السلام نے یزید ملعون پر فروع کیا تھا تو پھر حضورؐ نے یہ بشارت دے کر (جو پوری ہوئی) امامؑ پاک کی مطلوبیت کی تصدیق کیوں فرمائی ہے؟

سوال ۱۹۹۳۔ ترمذی اور دہلی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ سے مدی سے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسینؑ و حسنؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے اور ان دونوں کو اور ان دونوں کے مال باپ کو پیارا رکھے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا؟

جواب دیجئے محبت و محبتؑ پاک کا درجہ بلند ہے یا ان کے مخالفین کی مؤدہ کا؟

سوال ۱۹۹۴۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل کو اور علیؑ کو پیار کرو

جس نے میرے اہلیت میں سے کسی سے بھی بغض رکھا بہ تحقیق اس پر میری شفا عت حرام ہوگی۔

کیا اہلیت سے بغض رکھنا اپنے پر شفا عت کا حرام کرنا ہے یا نہیں۔
سوال ۹۹۵۔ سورہ نساء آیت ۱۵ ہے کہ ”ولہن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولوفان کان لکم ولذالہن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة تو صون بہا او دین

یعنی ازواج کے لئے چوتھا حصہ ہے تمہارے ترکہ کی بعض اشیاء میں سے بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ ہے تمہارے ترکہ کی بعض چیزوں میں سے اگر تمہاری اولاد موجود ہو، تمہاری وصیت کو پورا کرنے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد۔

اس قرآنی حکم کے مطابق مذہب امامیہ میں بیوی کا شوہر کے ترکہ میں وارث ہونا ثابت ہے پھر آپ یہ گمراہ کُن پر دہکاؤں کیوں کرتے ہیں۔ شیعہ بیوی کو شوہر کے ترکہ سے محروم کر دیتے ہیں؟
سوال ۹۹۶۔ قرآن مجید میں ہے

وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

یعنی اور کہو کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا واقعی باطل تو بھاگنے ہی والا ہے (سورہ یٰسرا ۸۱) جب ہم گزشتہ تاریخ عالم کو دیکھتے ہیں اور حالات حاضرہ ملاحظہ کرتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ارض خداوندی میں ہمیشہ اہل باطل اکثریت میں رہے اور اہل حق قلیل۔ بتائیے اس آیت کو کس زمانے سے تطبیق کیا جاتے

سوال ۹۹۷۔ جب ابلیس نے سجدہ آدم سے انکار کر دیا تو اسے خدا نے اپنی بالکھ سے خاسج کر کے خارج بنا دیا لیکن اس کی خواہش کے مطابق اُسے ”یوم بیعتون“ تک کی مہلت دیدی گئی۔ بتائیے یہ دن کون سا ہوگا۔ ۶

سوال ۹۹۸۔ روز قیامت یوم الدین اور یوم بیعتون میں کیا فرق ہے؟

سوال ۹۹۹۔ آپ دین اسلام کے دعویدار ہیں اگر کوئی لادین شخص آپ پر سوال کرے کہ لفظ ”دین“ کی تفسیر زبان خلفائ ثلاثہ بیان کریں تو آپ کا جواب کیا ہوگا۔ حضرت ابوبکر، عمر اور

غنائیں سے کسی بھی صاحب کی بیان کروہ "دین" کی تشریح اپنی صحیح کتاب سے مکمل حوالہ کے ساتھ نقل فرمادیجئے۔

سوال ۱۰۰۰۔ اہل سنت والجماعت کے آئمہ اربعہ میں سے ایک امام احمد بن حنبل اپنی مسند کے جز اول ص ۳۲ روایت نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن عباس قال قمت مع النبي صلى الله عليه وسلم فقال عروة بن الزبير ذهبي ابوبكر وعمر عن المتعہ

یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے متعہ کیا تھا۔ پس عروہ بن زبیر نے کہا ابوبکر وعمر نے متعہ کر دیا

جواب دیجئے اگر آپ متعہ کو نہ مانتے ہیں تو حضرت کی بہرت طیبہ پر ایسا الزام رکھا کر "توہین خلق عظیم" کے ترکب ہوتے ہیں یا نہیں؟

کہاں تک سُنو گے، کہاں تک سُناؤں

ہزاروں ہی شکوے ہیں کیا کیا بتاؤں